مصنف
ڈاکٹر عطاء المصطفیٰ مظہری

مقدمہ
علامہ محمد ریاض بھیروی

عکس
AKSPUBLICATIONS

لوامع الیقین

صدر العلماء سید **احمد الدین** گانگوی فرنگی محلیؒ

(اپنی فقہی و کلامی تعبیرات کی روشنی میں)

روزنِ جہانِ گانگویات

لوامع الیقین

صدر العلماء سید **احمد الدین** گانگوی فرنگی محلیؒ

(اپنی فقہی و کلامی تعبیرات کی روشنی میں)

جلد اوّل

ڈاکٹر عطا المصطفیٰ مظہری

مقدمہ

علامہ محمد ریاض بھیروی

انتساب!

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْراً

کی

پُرنم اور جھلملاتی

دعاؤں

کے ساتھ

شفیق و کریم والد محترم

علامہ فیض محمد چشتی

اور

عابدہ وزاہدہ والدہءِ ماجدہ

کے نام

احساساتِ تشکر

بنام

پروفیسر ڈاکٹر محمد سلطان شاہ
علامہ محمد ریاض بھیروی
صاحبزادہ نعیم الدین گانگوی
پروفیسر ظہیر الدین گانگوی
ڈاکٹر نعیم انور نعمانی
ڈاکٹر محمد عابد ندیم
ڈاکٹر محمد ساجد نظامی
علامہ سراج الدین امجد

علامہ عبد الرحمٰن جامی
علامہ خالد نواز قادری
بیرسٹر رضاء المصطفیٰ
ضیاء المصطفیٰ
اعجاز المصطفیٰ
اکرام المصطفیٰ
ملک محمد فضل الرحمن اڑوڑ

حسنِ ترتیب

ابواب	عنوان	صفحہ نمبر

ابواب	عنوان	صفحہ نمبر

ابواب	عنوان	صفحہ نمبر

ابواب	عنوان	صفحہ نمبر

ابواب	عنوان	صفحہ نمبر
	28 تفسیر وما اھل بہ لغیر اللہ	220
	29۔ ندائے غائبانہ	221
	30۔ تکفیر المسلمین کے قوائد فقیہ	221
	31۔ شمس الاسلام بھیرہ کے سوالات اور ان کے جوابات	221
	32۔ ابرام العہود فی تذکیہ الشہود	221
	33۔ زیارت قبور کے آداب	221
	34۔ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	221
	35۔ مسئلہ حاضر وناظر	221
	36۔ تفسیر صادی	221
	37۔ الاشباہ والنظائر	221
	38۔ حاشیہ البحر الرائق	221
	چند قلمی مکتوبات	222
	سید احمد الدین گانگوی بنام پیر سید عبد الرزاق شاہ	222
	سید احمد الدین گانگوی بنام خواجہ قمر الدین سیالوی	223
	مکتوب میاں اصغر علی بنام سید گانگوی	226
	مکتوب میاں فلک شیر بنام سید گانگوی	227
	مکتوب سید گانگوی بنام میاں فلک شیر و میاں اصغر علی	228
	مکتوب مولانا فضلِ کریم بندیالوی بنامِ مولانا احمد الدین گانگوی	229
	مولانا احمد الدین گانگوی کا جواب	229
	مکتوب مولانا فضلِ کریم بندیالوی بنامِ مولانا احمد الدین گانگوی	230
	بنام قاضی محمد عبد الحق	231
	مکتوب قاضی محمد عبد الحق	231
	مکتوب صاحبزادہ غلام فخر الدین سیالوی بنام سید گانگوی	232

صفحہ نمبر	عنوان	ابواب
280	مدرسہ گانگوی کے معروف مدرسین	
282	مدرسہ سیلواں	
285	مدرسہ سیلواں کا قیمتی کتب خانہ	
286	جامعہ شمس العلوم گانگویہ	
286	دار العلوم محمودیہ رضویہ پپلاں (لیاقت آباد)	
287	جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی	
288	دار العلوم جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں	
288	جامعہ حسینیہ، واں بھچراں	
289	جامعہ عربیہ تبلیغ الاسلام موتی مسجد، میانوالی	
289	دار العلوم تعلیم القرآن جامع مسجد میاں سلطان علی میانہ	
289	جامعہ قاسم العلوم بلوخیل	
290	شمس العلوم غوثیہ نصیریہ خواجہ آباد شریف	
290	جامعہ محمدیہ نوریہ چشتیہ عیسیٰ خیل	
290	دارالعلوم جامعہ خلیلیہ رضویہ کندیاں	
290	جامعہ شمس صدیقیہ رضویہ جامع مسجد شمس الدین	
291	دار العلوم تعلیم القرآن رضویہ وچویں ڈاکخانہ چک نمبر 19 / ڈی بی	
291	انجمن دار العلوم غوثیہ سلطانیہ رضویہ بالا شریف براستہ ہرنولی	
291	مدرسہ تدریس القرآن ابن تیمیہ گاؤں رن باز خیل ڈاکخانہ شیر والہ	
291	جامعہ عربیہ انوار الاسلام ڈھوک علی خان	
291	مدرسہ عربیہ عثمانیہ کندیاں	
292	جامعہ غوثیہ واحدیہ، میانوالی	
292	جامعہ فیضان مدینہ، میانوالی	
292	منہاج القرآن اسلامک سنٹر، میانوالی	

ابواب	عنوان	صفحہ نمبر

ابواب	عنوان	صفحہ نمبر
	iv۔ مسئلہ سماع کے جواز پر آپ کا معرکۃ آراء تصنیف	338
	میدان فقہ میں وسعتِ فکر و نظر	340
	خلاصہ	340
فصل سوم	سید احمد الدین گانگوی کی فقہی بصیرت: اسلوبِ استدلال کے تناظر میں	342
	اصول فقہ و افتاء اور اصول حدیث سے استدلال	344
	مقلد کے لئے تقلید ضروری ہے	344
	تلفیق بلا تفاق باطل ہے	346
	مفتی ماجن اور اس کی سزا	346
	اختلافی مسئلہ میں متون کا اتفاق	349
	جس روایت پر فتویٰ ہو وہ ظاہر الروایۃ پر مقدم ہوتی ہے	349
	روایتِ اول راجح ہوتی ہے	349
	یقین شک سے زائل نہیں ہوتا	350
	مساوی الدرجہ اختلافی اقوال میں احتیاط کو اختیار کیا جائے	350
	اختلافی اقوال میں اکثریت کا اعتبار	351
	صاحبین کے اقوال میں اصول ترجیح	351
	عام مخصوص البعض مفید ظن ہوتا ہے	352
	امر مفروض	353
	فضائل میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار علماء اصول کے ہاں	353
	حدیث قولی سے وجوب کا اثبات	353
	صحابہ کرام و تابعین عظام کا عمل دلیل اباحت ہے	354
	اصل اشیاء میں اباحت ہے	354
	اجماع ذو وجہین بھی ہو سکتا ہے	355
	عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے	355

صفحہ نمبر	عنوان	ابواب
356	مصادر اربعہ کے ساتھ اقوال مشائخ سے استدلال	
357	احادیث کی عبارت النص اور اشارت النص سے استدلال	
358	درایۃ الحدیث: حدیث کی تشریح میں جملہ علوم صرفی ونحوی اور اصولی وحدیثی سے استدلال	
364	رخصت وعزیمت کی بہترین توضیح	
365	سید احمد الدین گانگوی کی بیان کردہ بعض مصطلحاتِ حدیث	
365	حدیث خبر اور اثر میں فرق	
366	متن اور اسناد کی توضیح	
366	خبر متواتر	
366	خبر واحد	
366	حدیث صحیح	
367	حدیث حسن اور اس کی معرفت اور حکم	
368	امام ترمذی کی اصطلاح حدیث حسن صحیح کا مفہوم	
368	حدیث ضعیف اور اس کا حکم	
368	امام اعظم کا قول اذا صح الحدیث فھو مذہبی	
369	متصل، مرفوع وموقوف	
369	حدیث معنعن	
370	معلق اور مرسل کی وضاحت	
370	کلام مدرج کی توضیح	
370	خبر مشہور، غریب اور عزیز	
371	حدیث مسلسل، موقوف اور مقطوع	
372	حدیث معضل، معلل ومدلس	
374	حدیث مضطرب	

ابواب	عنوان	صفحہ نمبر

”تاریخ کی بدلیوں سے ابھرتا آفتاب“

صدرُ العلماء مفتیءِ اعظم سید احمد الدین گانگوی دہلوی، فرنگی محلی نام ہے روحانی و دینی، علمی و ادبی، سیاسی و سماجی خدمات کے سو سالہ عہدِ زریں کا! رومانوی اور علمی گاؤں گانگوی جو کہ دریائے سندھ کے پاٹ میں لیٹا، بستا اجڑتا رہتا تھا، میں سے جنم لینے والی اس نادرِ روزگار اور افتخارِ زمانہ، منفرد و یگانہ ہستی نے اس دریا کے ظالم پانیوں میں غرق اس گاؤں کو لافانی بنادیا ہے، اتنا کہ اب اسے دوام ہی دوام ہے۔ ہمہ وقت اپنی بقاء کی جنگ لڑنے والے اور بالآخر فنا کے گھاٹ اتر جانے والے اس گاؤں کے اِک لائق فرزند نے وہ خرد افروز کارہائے ممتاز سرانجام دیئے ہیں کہ اب وقت کی کوئی کانگ اس کی مانگ نہیں اجاڑ سکتی، وقت کا کوئی تھپیڑا اس کے حسنِ خداداد کو دھندلا نہیں سکتا۔ مانا کہ وقت کے ریگزاروں میں دب مِٹ اور لُٹ اور مَر جانے والے اس گاؤں کا نشاں تک باقی نہیں رہا لیکن اس کا معنوی بیٹا احمد الدین گانگوی ہے کہ اسے مرنے ہی نہیں دیتا۔

اک نام کیا لکھا ترا ساحل کی ریت پر
پھر عمر بھر ہوا سے میری دشمنی رہی

یہ کیسی فنا ہے کہ ہر لمحہ وقت کی کوکھ سے ہزاروں بقائیں جنم پذیر ہو رہی ہیں۔ یہاں سے معنوی حیات کا اک حقیقی آفتاب طلوع ہو رہا ہے، ایسا آفتاب جس کے لئے طلوع ہے نہ غروب، یہ اجرِ خدا داد کا آفتابِ نصف النہار ہے اور بس!

اس عظیم اور حیرت انگیز متکلم کی ابھی ابھی شائع ہونے والی کتابوں نے دنیائے علم سے تسلیم کا خراج پاکر عالم میں یہ ڈنکا بجا دیا ہے کہ

بھلے شاہ اَسیں مرناں ناہیں

گور پِیا کوئی ہور!

لوحِ وقت پر ثبت ہے کہ علم کی دولت سے مالا مال ہونے والا نا آشنائے زوال رہتا ہے۔ بابِ مدینہ العلم سے منسوب قولِ لازوال ہے

رضينا قسمة الجبار فينا

لنا علمٌ وللجهال مال

فإن المال يفنى عن قريب

وإن العلم ليس له زوال

ایک وقت تھا کہ لوگ بتایا کرتے تھے کہ مولانا گانگوی بڑے عالم ہیں، بہت ہی بڑے عالم! لیکن ان کی آنے والی کتابوں نے اس تاثر کی یکسر نفی کر دی ہے اور اس پرانے بیانیئے کو بدل کر رکھ دیا ہے، انکی تحریروں نے خود زوردار شہادت دے دی ہے کہ "مولانا بہت بڑے عالم نہیں تھے"۔ بلکہ "سب سے بڑے عالموں میں سے تھے"۔ اب بات زبانی نہیں رہی بلکہ ان کا "کلام" اس دلیل کی زبان بن گیا ہے۔ یقیناً وہ صدر العلماء تھے، وہ نادرِ روزگار تھے، وہ نابغہءِ عصر تھے، وہ اپنی صدی کے عظیم متکلم اور

صوفی تھے،وہ انتہائی منفرد اور جداگانہ طرز کے فقیہ تھے،وہ مرجع العلماء تھے،سند الفقہاء تھے، قبلہ گاہِ فضلاء تھے،انیس الادباء تھے، آپ امام الاصولیین تھے،نور المحدثین تھے، بقیۃ الاولین تھے، آپ میرِ کارواں تھے، نباضِ سیاستِ دوراں تھے، وہ خادمِ بے کساں تھے، بزمِ دوستاں میں بریشم و پرنیاں اور متلاشیانِ علم پر از حد فریفتہ و مہرباں تھے، آپ صفِ اول میں رہنے والے مجاہدِ تحریک پاکستان تھے، برصغیر میں اٹھنے والی ہر اہم تحریک کی اپنی سطح پر روح اور جان تھے، آپ جلیس الفقراء تھے اور فزوں ترین یہ کہ آپ محب الاولیاء تھے اور اس سے بھی فزوں و بالاتر یہ کہ آپ عشق کی دنیا کے شہریارِ باوفا تھے، طریقت کی وادیوں کے فرہاد تھے، محبت کی کٹھنائیوں کے کوہ کن تھے، آپ اپنی معنوی لیلیٰ کے کاروانِ صد بہار کے غبار میں گم اک مجنوں تھے، وہ مداہنت سے ناآشنا تھے، خوفِ تنقیدِ خلائق سے بے پرواہ تھے، ذوقِ ستائشِ عوام سے ماوراتھے۔کلام ان پر نازاں تھا، معنی کی پریاں انکی خادمائیں تھیں، سروش انکی صدا کے دوش پر رہتے تھے، تحریریں ان پر جاں چھڑکتی تھیں، دلائل انکا پانی بھرتے تھے، کتابیں انکی جولان گاہ تھیں ا۔

وہ حرف نہیں کتاب تھے، جھونکا نہیں بہار تھے، فرد نہیں کارواں تھے، دریا نہیں بحرِ بے کراں تھے، ستارے نہیں کہکشاں تھے، زمیں نہیں آسماں تھے، منزل اور منزل نشاں تھے، وہ گُل نہیں گُل ستاں تھے، وہ بوئے گُل نہیں خود بوستاں تھے، وہ جمود نہیں تحرک تھے، وہ غزل نہیں دیوان تھے، وہ کرن نہیں آفتاب تھے، وہ گُل نہیں گُل زار تھے، لالہ نہیں لالہ زار تھے، وہ بہار نہیں بہارستاں تھے، وہ نور نہیں نورستاں تھے، وہ لمحہ نہیں عہد تھے۔

اس ''پیش لفظ نما'' تحریر میں مجھے آپ کے ہاتھوں میں موجود اس کتاب کے متن پر کچھ نہیں کہنا کیونکہ ''سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کیلئے'' اور اس لئے بھی کچھ نہیں کہنا کہ متن خود صاحبِ کتاب کی شخصیت کشائی کریگا، لفظ خود بولیں گے اور کتاب و صاحبِ کتاب کے اسرار کو کھولیں گے، کتاب خود قاری سے مکالمہ اور کلام کریگی، قاری کو مائل، قائل اور بلآخر گھائل کریگی۔ مجھے آپ کے اور کتاب کے درمیان حائل نہیں ہونا!

مجھے خوشی ہے کہ وقت بدل رہاہے، اندھیرا ڈھل رہاہے، آندھیاں رُک رہی ہیں، طوفاں تھم رہے ہیں، چڑھی ہوئی ستم گر کانگ اتر رہی ہے، میں کنارِ سندھ پہ کھڑا چشمِ تصور سے یہ حیرت زامنظر دیکھ رہاہوں کہ اگرچہ اب بھی دریاچڑھاہوا ہے اور کانگ اب بھی آئی ہوئی ہے، لیکن عین اسی جگہ ہولے ہولے اِک نیا گانگی، اِک نیامعنوی گاؤں ابھر رہاہے، احمد الدین کا گانگی! علم و عرفاں کا گانگی! میں دیکھ رہاہوں کہ بستیاں نمودار ہورہی ہیں، چہل پہل بڑھ رہی ہے، موت، حیات کی کروٹ لے رہی ہے، گُل و گُلزار نمو پارہے ہیں، کلیاں کھلتی جارہی ہیں، نووارد طائرانِ خوش نوا کی وا منقاریں بہار کے جھونکوں کا والہانہ استقبال کررہی ہیں، بچوں کی چہکاریں آنے لگی ہیں، زندگی کے رنگ بکھرنے لگے ہیں، ظلمتیں بھاگ رہی ہیں اور اچانک بادلوں کی اوٹ سے نکلتے اِک سورج نے اردگرد کو نور سے جل تھل کردیاہے، میری نگاہیں خیرہ ہونے لگی ہیں، آپ کے ہاتھوں میں یہ کتاب اُسی ماہ تاب کی اک کرن ہے، گانگی سے لیکر فرنگی محل تک اجالا ہی اجالا ہے!

زیرِ نظر تحقیق کے بارے میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد مشتاق کلوٹا

شکاگو، یونائیٹڈ سٹیٹ آف امریکہ

اور

پروفیسر ڈاکٹر رضوان الرحمٰن

چیئرپرسن

سنٹر آف عربیک اینڈ افریقن سٹڈیز

جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نیو دہلی، انڈیا

کی آراء!

1. Prof. Dr. Muhammad Mushtaq Kalota

Comments:-

Resercher's at his best in this thesis. Introduction is understandable and grabbing attention, the researcher thesis is very well thoughtfully structured. The content is clear where as writing is concise & argumentative. Right on target.

All chapters are orginal, covers sufficiently good quality work. This thesis makes a very important & outstanding contribution to our understanding of religious books and personalities.

Literature review is comprehensive and managed to successfully discuss the importance of research, from theoretical, descriptive, comparative and an applied perspective.

Chapter 1st, 2nd , 3rd, 4th, 5th of this thesis are well-written, providing good knowledge, motivation, introduction, description. 3rd chapter, of the said thesis is full of knowledge. Quranic verses, Hadiths, & other Quotations presented correctly. All are punctuated correctly.

All sentences paragraphs are clear and grammatically correct. There are very little errors, they require some attention but certainly do not necessitate re-submission.

Said research work offers supporting evidence, which reflects reseacher's knowledge.

All bibliographical information is correct and to the point. The researcher has studied and used appropriate number of bibliography sources reflecting his interest. In other words can say "where have you been hiding all this

talent?” Researcher has worked hard on printing Quranic verses and hadith used in different chapters of said thesis. He has done a great job.
No doubt that the supervisor has full command on this subject, leaving no room for miscommunication. Supervisor obviously has the ability and confident to guide others researcher on other topics with different research methodology.

The thesis is worthy acceptance as a doctoral thesis of the Government College University Lahore, in the present form, fulfilling all the condition for gaining the degree of *Doctor of Philosophy by Mr. Atta-ul-Mustafa.*

Dr. Muhammad Mushtaq Kalota

Director

International Seerah Study Center

Chicago (USA)

2. Prof. Dr. Rizwanur Rahman

Comments:-

The PhD thesis submitted by the candidate is of very high standard which open new area of investigation and inquiry. Therefore, I recommend that the candidate may be awarded the degree of PhD.

Prof. Rizwan Rehman

Phd Thesis Evaluation Report.

Candidate: Mr. Atta Ul Mustafa

Title of thesis:سید احمد الدین گانگوی کی کلامی وفقہی تعبیرات

The PhD thesis submitted by the researcher Atta Ul Mustafa on *fiqhi and religious expression of Syed Ahmadudin Gangvi* under the supervision of Dr. Muhammad Naeem Anwar is a very detailed analytical study of this topic. Syed Ahmadudin was born in the village of Mianwali. He was, according to the scholar, a great scholar, jurist and a sufi of his time. However the scholar has faltered which providing his expertise in *kalam* and jurisprudence. Syed Ahmadudin Gangvi had devoted his life to the study and promotion of fiqh including teaching it effectively for a long period of eighty five years. The researcher for proving him a great jurist and a scholar of such great status writes about his position as the Grand Mufti *(Al Mufti al Azam)* at Sial Shareef. It is undoubted that only a great jurist is appointed on such a position.

The third part of the 1st chapter details about his thirty

eight books/works in various aspects of Islamic jurisprudence and the same subchapter also mention many handwritten book/paper of Allama Gangvi. The third chapter analyses his works on various aspect of jurisprudence in the light of sources and materials on this subject.

Alama Gangvi authored books in Arabic, Persian, Urdu, Punjabi and Saraiki with equal skill which has been accepted by many scholars. However, most of his works are still in manuscripts. It is noteworthy that the researcher was able to access most of his manuscripts for preparing this research thesis. While mentioning about the quality and his works, the researcher should have mentioned more references, where he writes that all of his books reflect his scholarly wisdom and intellect and indicate his great achievements.

The third and forth chapters are very interesting and well written which were on experessions and terminologies of *fiqh* and *Kalam* of Syed Gangvi and he contributed to elimination of differiences between various Islamic sects. The same chapter also compare his scholarship with his contemporaries for the sole purpose of proving his scholarship and superiority in the two fields.

This is good quality and well written thesis on the subject where the researcher has used all kinds of authentic sources and references. Therefore, I recommend that the researcher Mr. Atta Ul Mustafa should be awwared the degree of Doctor of Philosophy as per the norms of the university.

Prof. Rizwanur Rahman
Chairperson
Centre of Arabic and African Studies
SLL&CS, Annex Building
Jawaharlal Nehru University
New Delhi- 110067 India

باب اوّل

سید احمد الدین گانگوی: احوال و آثار

فصل اوّل

سید احمد الدین گانگوی: اسلاف و اخلاف اور تدریس و تلامذہ

سولھویں صدی عیسوی کے نصف اول میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ (561ھ) کے اخلاف میں سے ایک بزرگ شیخ سید جلال الدین بغدادی سندھ اور ملتان سے آتے ہوئے کچھی کے علاقے (قدیم میانوالی) تشریف لائے۔ شیخ کا قصد تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام تھا۔ شیخ کچھ عرصہ رہ کر تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ تکمیل مقصد کے لئے شیخ اپنے فرزندان کو یہاں بسا کر خود واپس بغداد چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ شیخ جلال الدین کے بڑے فرزند حضرت میاں علی احمد تھے، میانوالی کی بستی انہی کے نام سے آباد ہوئی۔ حضرت میاں علی کے چار بیٹے ہوئے۔ سلطان زکریا، شاہ محمد اسحاق، محمد ابراہیم، محمد سلیمان۔ ماسوائے محمد سلیمان کے تینوں بیٹوں کی اولاد موجود ہے۔ بقول سید نصیر شاہ، میاں علی احمد کے فرزندان میں سے سلطان زکریا کی اولاد سیاست و حکومت میں اپنا کردار ادا کرتی رہی اور شاہ محمد اسحاق کی اولاد سلطنت علم وادب کی وارث رہی۔[1]

محمد عالمگیر شاہ، سید جلال الدین بغدادی کی بغداد سے کچھی (قدیم میانوالی) آمد اور پھر واپسی کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"حضرت سید شیخ جلال الدین ایشاں ہم دریں ملک تشریف آوردند واز ینجا بطرف بیت اللہ شریف رفتہ اند واز حج بیت اللہ شریف باز آمدہ در کچھی کلور کوٹ چند ایام قیام فرمودہ، بعدہ بزیارت روضہ مبارک غوث اعظمؒ بجانب بغداد شریف رفتند، قبر مبارکش در بغداد شریف است"(2)

ترجمہ: حضرت سید شیخ جلال الدین بھی اس ملک میں تشریف لائے اور پھر اس جگہ سے بیت اللہ تشریف لے گئے اور حج بیت اللہ شریف سے واپس ہوئے تو کچھی کلور کوٹ میں چند ایام قیام فرمانے کے بعد غوث اعظمؒ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے بغداد شریف تشریف لے گئے، آپ کی قبر مبارک بغداد شریف میں ہے۔

شیخ سید جلال الدین بغدادی کے فرزند اکبر میاں علی احمد سے میانوالی منسوب ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"شیخ سید علی صاحب دریں ملک کچھی سکونت پذیر گشتہ و تمام عمر خود درزہد گزردہ، ہزار ہائے مریداں او گشتہ، فیض یاب علوم ظاہری و باطنی شدہ و شہر میانوالی بنانہادہ اوست، قبر مبارکش درینجائے میانوالی است"(3)

ترجمہ: شیخ سید علی اس بستی کچھی میں سکونت پذیر ہوئے اور اپنی تمام عمر زہد میں گزار دی آپ کے ہزاروں مرید ہوئے جنہوں نے ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔ انہوں نے ہی شہر میانوالی کی بنیاد رکھی آپ کی قبر مبارک اسی جگہ میانوالی میں ہے۔

1۔ حضرت سلطان زکریاؒ (محسنِ میانوالی):

سلطان زکریا بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے میانوالی کے مغرب میں بلوخیل کے پاس ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔ حضرت علی احمد شاہ نے چونکہ پٹھانوں کو

گکھڑوں پر سیاسی تسلط دلانے میں اہم کردار ادا کیا تھا اس لئے پٹھان بالخصوص وتہ خیل پٹھانوں میں سلطان زکریا صاحب اور ان کی اولاد سے عقیدت تھی۔ حضرت سلطان زکریاؒ کا عرس ہر سال ماہ صفر المظفر کی آخری بدھ اور جمعرات کو منایا جاتا ہے۔ اس دن ضلع بھر میں مقامی تعطیل ہوتی ہے۔[4]

سید احمد الدین گانگوی کا تعلق میانوالی کے سادات جیلانی کی شاخ اسحاقی سے تھا۔ حضرت شاہ محمد اسحاق تک اس سلسلہ کے چند نامور علماء کے مختصر احوال حسب ذیل ہیں۔

2۔ حضرت شاہ محمد اسحاق:

بقول سید نصیر شاہ، شاہ محمد اسحاق نے اپنے بڑے بھائی سلطان زکریا کے برعکس حکومت میں عمل دخل کی بجائے دینی علوم کی طرف توجہ کی اور بلند پایہ علمی مقام حاصل کیا۔ کچہ کا علاقہ ان کی جولاں گاہ تھا۔ عیسیٰ خیل کے ساتھ ساتھ شیخانوالہ اور سیلواں کے ساتھ گانگی ان کے دو مستقل ٹھکانے تھے۔ گائے بھینس پالتے تھے اور اپنی زمینیں کاشت کر کے روزی پیدا کرتے تھے۔ طالب علموں کا ہجوم ساتھ رہتا ان کے جانور اور ان کی زمین ان کے خاندان اور ان کے شاگردوں کی مشترکہ ملکیت تھی ۔شاگرد بھی ان کے ساتھ کام کراتے اور مطمئن زندگی گزارتے۔ کبھی کسی امیر کے گھر جا کر کچھ نہیں مانگا۔ تذکرہ علماء سندھ (ص129) کے مطابق:

"مولانا نور الحق گنگوری، مولانا عبد الرحمن سندھی اور مولانا عبد الطیف سانگھڑی، کچھی کے علاقہ کے مولوی محمد اسحاق شاہ کے شاگرد تھے۔ ان میں سے مولانا عبد الرحمن سندھی نے قرآن حکیم اور موطا امام مالک کا سندھی میں ترجمہ کیا تھا۔ جس کا قلمی نسخہ عبد الواحد سندھی

نے دیکھا تھا"[5]

اس طرح دور دراز سے طلبہ ان کے پاس آتے اور فیض یاب ہوتے تھے۔ گزیٹئیر آف دی بنوں ڈیرہ اسماعیل خان اور اذکار الفاضلین کے مطابق شاہ محمد اسحاق کو حصول علم ہی کی لگن تھی۔ سیاست سے لاتعلق تھے۔ حضرت علیؓ کا یہ قطعہ ان کے وردِ زبان رہتا۔

رضینا قسمة الجبار فینا
لنا علمٌ وللجهال مال
فإن المال یفنی عن قریب
وإن العلم لیس له زوال [6]

"ہم خدائے جبار کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم اور جاہلوں کو مال دے دیا مال عنقریب فنا ہونے والا ہے لیکن علم باقی رہنے والا اور لازوال ہے"۔

پھر ان کی وصیت تھی کہ ان کی اولاد میں ہر مرنے والا باپ اپنی اولاد کے لئے اپنے ہاتھ سے یہ قطعہ لکھ کر چھوڑ جائے اس طرح سالہاسال تک یہ روایت چلتی رہی۔

3۔ مولانا سید محمد عثمان شاہ:

آپ شاہ محمد اسحاق کے فرزند اکبر ہیں اذکار الفاضلین (ص 71) کے مصنف نے انہیں مفسر کچھی کے نام سے یاد کیا ہے اس
لقب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شاید قرآن حکیم کی کوئی تفسیر لکھی تھی جو دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکی۔ [7]

4۔ مولانا سید عبد الواحد گانگوی:

آپ سید محمد عثمان شاہ کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ خود بھی عالم تھے اور آپ کے تینوں بیٹے بھی بڑے فاضل تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ مولانا بہاؤالدین، مولانا محمد حسن اور مولانا خیر محمد۔ (8)

5۔ مولانا بہاؤالدین گانگوی:

مولانا عبد الواحد کے بڑے بیٹے مولانا بہاؤ الدین بھی اچھے عالم دین اور درویش صفت بزرگ تھے۔ ان کے دو بیٹے نامور ہوئے مولانا غلام علی اور مولانا اشرف علی۔ (9)

6۔ مولانا سید غلام علی گانگوی (م1866ء):

مولانا سید غلام علی مدرسہ گانگی کے صدر مدرس تھے اور آپ کے فرزند فاضل یگانہ سید احمد الدین گانگوی برصغیر پاک وہند میں معروف ہوئے اور مولانا گانگوی کے عرف سے مشہور ہوئے۔ (10)

سلسلہ اسحاقیہ کے چند دیگر علماء و مشائخ، شعراء و ادباء و حکماء اور مشاہیر:

1۔ مولانا محمد حسن شاہ ولد مولانا سید عبد الواحد شاہ: آپ بہت بڑے فاضل تھے۔ اذکاء الفاضلین میں ان کی ایک کتاب "پارسی آموز" کی نشاندہی کی گئی جو "نصاب ضروری" کی طرز پر لکھی گئی تھی بلکہ نصاب ضروری کی پیش رو تھی۔ (11)

2۔ مولانا خیر محمد شاہ ولد مولانا سید عبد الواحد شاہ

3۔ مولانا سید اشرف علی ولد مولانا سید بہاؤ الدین شاہ

4۔ مولانا سید احمد الدین شاہ گانگوی (م1968ء) ولد مولانا غلام علی شاہ

5۔ مولانا سید غلام فخر الدین شاہ گانگوی (م1983ء) ولد مولانا سید احمد الدین شاہ

6۔ مولانا سید مقصود علی شاہ ولد مولانا سید اشرف علی شاہ : آپ سید احمد الدین گانگوی کے چچا زاد تھے۔ مولانا سید مقصود علی شاہ عالم، حکیم اور شاعر تھے ۔ مدرسہ گانگی میں پڑھاتے بھی رہے۔ سید نصیر شاہ ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

"جناب مقصود علی شاہ بھی شعر کہتے تھے۔ ان کا تخلص قاصد تھا۔ والد صاحب کی زبان سے میں نے ان کے فارسی اشعار بھی سنے تھے اور اپنی ماں بولی میں کہے گئے اشعار بھی۔ ان کے بعض فارسی شعر مجھے یاد ہیں۔ بخوف طوالت صرف ان کی فارسی لغت کا ایک شعر درج کرتا ہوں۔"

باوجود بعد دارم قرب اے آقائے من
من زمین پستمت تو آسماں بالائے من[12]

ترجمہ: اے میرے آقا میں آپ سے بعد کے باوجود قرب بھی رکھتا ہوں، میں آپ کی پست زمین ہوں اور آپ میرے اوپر چھائے ہوئے بلند آسمان ہیں۔

سرائیکی نمونہ اشعار:

بھورتے گانگی، ڈون ہن بیڑے وچ انہاں دے اساں سوار
ڈوں بیڑاں تے لت جور کھے ابڈا ہے اکثر یار
اس انجام، توں نس کے آئے کندھوں پار قندھاروں پار

واہ قسمت دے رولے گھولے آن ڈٹھو سے ساندل بار[13]

7۔ مولانا سید محمد اکبر علی شاہ ولد مولانا سید مقصود علی شاہ

8۔ مولانا سید نظام الدین گانگوی (م2019ء) ولد مولانا احمد الدین گانگوی

9۔ **مولانا سید امیر علی شاہ گانگوی** (م1964ء) ولد مولانا سید مقصود علی شاہ

آپ سید مقصود علی شاہ کے بیٹے اور معروف محقق سید نصیر شاہ مرحوم کے والد ہیں۔ آپ کافی عرصہ تک مدرسہ گانگوی میں مدرس رہے۔ اکثر کتابیں سید احمد الدین گانگوی سے پڑھیں۔ آپ کی کتاب تحفہ لاریب فی تقاسیمِ علم غیب پر بر صغیر کے نامور علماء نے تقاریظ لکھیں۔ دیگر کئی تصانیف ان کی یادگار ہیں طب و حکمت میں بھی یگانہ روزگار تھے سرائیکی کے بہت بڑے شاعر تھے ان کی تصانیف دینی اور طبی موضوعات پر ہیں۔ منظوم مجموعے بھی ان کی یادگاریں ہیں۔[14]

مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا سید مقصود علی شاہ کے داماد، مولانا سید امیر علی شاہ کے بہنوئی اور سید نصیر شاہ کے پھوپھا تھے۔ سید نصیر شاہ رقم طراز ہیں۔

"مولانا احمد الدین گانگوی، داداجان کے داماد، والد صاحب کے بہنوئی اور ہمارے پھوپھا تھے۔"[15]

مولانا سید امیر علی شاہ گانگوی بہت بڑے عالم دین تھے۔1883-84ء کے لگ بھگ متولد ہوئے۔ عربی، فارسی، اردو اور سرائیکی کے قادر الکلام شاعر اور بڑے ادیب تھے۔ بغیر کسی کاوش کے شعر کہتے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد مولانا سید مقصود علی شاہ قاصد سے پڑھیں۔ معروف مدرسہ سیلواں کے مولانا علی محمد قریشی سے اکتساب فیض کیا۔ بعد ازاں مدرسہ گانگوی کے مدرس مقرر ہوئے۔[16]

مولانا احمد الدین گانگوی کی ایماء پر تحفہ لاریب لکھی جس پر وارد کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات بھی مولانا گانگوی نے خود دیئے۔[17]

حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی سے بیعت کی، حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالویؒ کے ساتھ زیادہ وقت گزارا، حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی سے بھی وابستگی رہی۔ اردو اور عربی اخبارات میں متواتر مضامین شائع ہوتے۔ تحریک خلافت کے دوران علی برادران کی والدہ "بی اماں" میانوالی تشریف لائیں تو ان کا استقبال کرنے والوں میں محمد اکبر خان خنکی خیل، مولا بخش وکیل، مولانا امیر علی شاہ پیش پیش تھے۔ جلسہ ہوا، آپ نے مندرجہ ذیل نظم پڑھی:۔

کتنی ہے خوش نصیب محمد علی کی ماں
ہوتا ہے ہر قدم پر قدم بوس آسماں
بیٹے ہیں اس کے دونوں خلافت کے پاسباں
میدان میں کھڑی ہے یہ بیٹوں کے درمیاں
آکر یہاں بھی صدق کا اعلان کردیا
اے میرے شہر تجھ پہ بھی احسان کردیا[18]

مولانا عبد الستار خان نیازی جب قیام پاکستان سے قبل مسلم لیگ ضلع میانوالی کے صدر بنے تو مولانا امیر علی شاہ ضلع مسلم لیگ کے سیکرٹری نشر واشاعت تھے۔[19]

اردو میں وہ دور داغ اور ان کے تلامذہ بے خود دہلوی اور سائل دہلوی کا تھا۔ ان کے ساتھ خط وکتابت تھی، دیوان جن پر ان کے دستخط تھے، بھی مولانا امیر علی شاہ کے پاس تھا۔ ان کی نظموں کے مندرجہ ذیل مجموعے طبع ہوئے۔ پاک نبی ﷺ کی شان،

دردِ اسلام (منظوم پنجابی مطبوعہ 1934ء)، مناجات لاثانی (مطبوعہ 1960ء)، جذبات غمناک، آلام روزگار، ترجمان دل، اکھیاں کھول، فاصلے تے فیصلے، [20]

مولانا امیر علی شاہ نے تلخیص القرآن کے نام سے مضامین قرآن کا منظوم کام بھی شروع کیا تھا۔ اس ضمن میں سید نصیر شاہ رقم طراز ہیں ۔

> "لائبریری کی تباہی میں جو سب سے بڑا نقصان ہوا وہ یہ تھا کہ ابا جان اپنی عمر کے آخری دور میں تلخیص الفرقان کے نام سے قرآن عظیم کے مضامین مختصراً ایک نظم کی صورت میں لکھ رہے تھے چھوٹی چھوٹی کاپیوں پر یہ کام شروع کیا تھا وفات تک دس پارے بلکہ سورۃ ہود کے اختتام تک یہ کام مکمل ہو چکا تھا۔"[21]

آپ نے اپنے دوست پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل نیازی کو بتایا انہوں نے پنجابی کے بے مثال محقق اور سکالر محمد آصف خان سیکرٹری پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا کہ بورڈ اگرچہ زمانہ حاضرہ کے شعراء کی کتابیں شائع نہیں کرتا مگر یہ ایک تاریخی چیز ہے اور اسلاف کا سرمایہ ہے۔ اس لئے ہم شائع کریں گے۔ آپ انہیں دینے پر تیار تھے مگر کچھ ذاتی مسائل پیدا ہو گئے اور یہ کام تاخیر کا شکار ہوتا رہا۔ سید نصیر شاہ تلخیص الفرقان کے متعلق لکھتے ہیں:

> "پھر لائبریری کی لوٹ مار ہوئی تو یہ کتاب بھی کسی لٹیرے کے ہاتھ آگئی اب پہلی کاپی کے دو چار صفحے باقی رہ گئے ہیں جنہیں میری بچی نے بڑی احتیاط سے سنبھالے رکھا اب انہیں صفحوں کو محفوظ کر رہا ہوں۔"[22]

تلخیص الفرقان سے نمونہ اشعار:

ایہ کتاب قرآن حکیم اے جگ دے وچ لاثانی
اس دے ہر ہر لفظ دے اندر جگمگ نور ربانی
آدم نوں انسان بناوے اسدی ہدایت پکی
از آدم تا عیسیٰ بنیاں راہ اسے دی تکی
اس دے دل تے نازل ہوئی جس دا نام محمدؐ
رب دی جس دی حمد چاکیتی آکھیا جس نوں احمد
اس کتاب غلاماں نوں آزادی آن ڈوائی
جباراں دی جھوٹ خدائی اس نے آن مٹائی
خاک توں چاکے آدم نوں افلاک تے ونج بہایا
اس زمیں دی ہر ہر تھاں تے رحمت مینہ برسایا (23)

فارسی نمونہ کلام:

سید امیر علی گانگوی عربی، فارسی اور اردو میں بھی شعر کہتے تھے، لیکن ان کا زیادہ تر کلام سرائیکی میں تھا۔ فارسی اردو میں مختار گانگوی تخلص استعمال کیا اور سرائیکی میں غمناک گانگوی۔ فارسی میں بغیر کسی محنت اور کاوش کے شعر کہتے، فی البدیہہ کہتے اور بڑے سادہ الفاظ میں انتہائی اونچے مضامین ادا کرتے۔ فارسی کے بعض اشعار درج کرنے سے پہلے پس منظر دیکھ لیجئے۔

بھور اور گانگی یہ دونوں شہر دریائے سندھ کے ہمدم و ہم نشیں تھے۔ بلکہ اکثر سندھ گزیدہ رہتے، ان کی عورتیں بھی ماہر تیراک ہوتیں۔ شاعر ایک نوجوان لڑکی کو

دریائے سندھ میں تیرتے دیکھتا ہے احساسات مہمیز ہوتے ہیں اور مرصع فارسی غزل مسلسل وجود میں آجاتی ہے۔ اس حوالہ سے چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

ہر موج سندھ گردن دعویٰ کشیدہ است
از باز ویت تو گردنش زنجیر می کنی[24]

"سندھ کی ہر موج گردن اٹھا اٹھا کر اپنی سرکشی کا اعلان کر رہی ہے اور تو اپنے بازوؤں سے موجوں کی گردنوں میں زنجیر ڈالتی چلی جاتی ہے"۔

مادر ہوائے دشت وبیاباں نوشتہ ایم
تفسیر گل بہ خار مغیلاں نوشتہ ایم
تو داستان لیلیٰ وشیریں چشیدہ
ماقصہ ہائے مرزا صاباں نوشتہ ایم[25]

"ہم نے دشت وبیاباں کی ہواؤں میں قلم اٹھایا اور پھول کی تفسیر کیکر کے کانٹوں سے لکھی، تو نے لیلیٰ اور شیریں کی داستانوں کے مزے چکھے اور ہم نے مرزا صاباں کے قصے نظم کئے"۔

مولانا امیر علی کا فارسی کا شعری ذوق بہت بلند تھا، عطار، حافظ، سعدی، فردوس اور نظامی تو وہ پڑھاتے تھے، خود انہیں صائب، بیدل اور غالب سے عشق تھا۔ اردو میں بھی باکمال شاعر تھے۔ اردو حمد اور نعت رسول مقبول ﷺ کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:

حمد خدا

خدایا کر دیئے تو نے مکان وہ مکاں پیدا
تیرے اک حرف کن سے ہو گئے لاکھوں جہاں پیدا

تورب العالمین ہے، ہر جہاں کو پالنے والا
غذا کمزور تر کیڑے کے منہ میں ڈالنے والا
گواہی تیری دینے کے لئے سورج بھی آتا ہے
وہی ہر روز آکر تیرے سندیسے سناتا ہے
کروڑوں ایسے سورج اور بھی اس کہکشاں میں ہیں
کروڑوں آیتیں تحریر تخلیق جہاں میں ہیں
شہادت تیری بن کے شب کے سائے تیر جاتے ہیں
فلک پر چاند اور اربوں ستارے مسکراتے ہیں
زمین وآسماں صفحے ہوں لکھنے بیٹھ جائیں سب
گزر جائیں جو صدیاں لکھ نہ پائیں ایک وصف رب [26]

نعت رسول مقبول ﷺ

کسی کے ہونٹوں پر میرے آقا جو تیرا پر نور نام آیا
تو ہرطرف سے گھٹائیں کرکے درود آیا، سلام آیا
کرونگا آنکھوں کے بل سفر کہ یہ سارے ذرے ہوئے ستارے
میں تیرے قرباں، میں تیرے صدقے مجھے بھی تیرا پیام آیا
یہ میرے ہاتھوں کی اب لکیریں ہوئی ہیں سب عمر کی لکیریں
کہ جیسے ہاتھوں میں حوض کوثر کا ایک لبریز جام آیا
ہزار لبیک میرے سانول کہ آگئے ہیں ترے بلاوے
میں آیا آقا، میں آیا مولالے دیکھ تیرا غلام آیا

اسی کی راہوں میں آج مختار دل سا ساتھی بھی کھو گیا ہے
یہ دل بنا تھا اسی کی خاطر ، اسی کی گلیوں میں کام آیا۔ (27)

آپ پر خواجہ فرید کے اثرات نمایاں تھے۔ ایک کافی کا ابتدائیہ کچھ یوں ہے۔

آ "لعل" میں ول بھال وے
جندڑی ڈتوئی گال وے
نیت چاہ چاوے چاسڑے
ڈسدائیں کیں پاسڑے
لوکاں دے بن گئے ہاسڑے
سیاں کرن نخوال وے
آ "لعل" میں ول بھال وے
جندڑی ڈ توئی گال وے
ہونٹاں تے تیڈا نام وے
گلیاں تے ڈھلدی شام وے
تھاں تھاں تے میں بدنام وے
ہوئی بڑی بدحال وے
آ "لعل" میں ول بھال وے
جندڑی ڈتوئی گال وے (28)

آپ نے ملا نظام الدین ملتانی کی کتاب القول الجلی پر اشعار کی صورت میں تقریظ لکھی۔ (29)

بھرپور علمی، فکری، مذہبی اور سیاسی زندگی گزار کر 1964ء میں آپ راہی ملک عدم ہوئے۔

10۔ سید محمد مسعود شاہ ولد مولانا سید محمد امیر علی شاہ

11۔ سید نصیر الدین شاہ المعروف سید نصیر شاہ (م 2012ء) ولد مولانا سید امیر علی شاہ

سید نصیر شاہ کا اصل نام غلام نصیر شاہ تھا۔ ان کا آبائی گاؤں گانگی کچہ کے علاقے میں واقع تھا تاہم ان کے والدین 1928ء میں یہ گاؤں چھوڑ کر میانوالی آگئے تھے۔ نصیر شاہ 10 جون 1932ء کو میانوالی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد امیر علی شاہ ایک عالم دین بھی تھے اور حکیم بھی۔ وہ سرائیکی، اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔ والد صاحب نے انہیں بھی عربی، فارسی تعلیم سے بہرہ ور کر دیا۔ جب سکول گئے تو ان دونوں زبانوں پر دسترس حاصل کر چکے تھے۔ نظم و نثر میں اظہار خیال سکول کے زمانے میں ہی ہونے لگا تھا۔ تاہم ان کی نثر منظر عام پر اس وقت آئی جب انہوں نے میانوالی کے ہفت روزہ المجاہد میں تلخ حقائق کے عنوان سے مستقل کالم نگاری کا آغاز کیا۔ نصیر شاہ نے پہلے کچھ عرصہ چکڑالہ کے ہائی سکول میں پڑھایا۔ 1958ء میں انہوں نے میانوالی ہی سے ایک رسالہ سوز و ساز جاری کیا۔ جس کے پبلشر ان کے دوست غلام جیلانی جاس تھے۔ ایک سال بعد یہ رسالہ بند ہو گیا اس کے بعد انہوں نے مولوی مہر حسین شاہ کے ہفت روزہ شعاع مہر واں بھچر اں کی ادارت کی۔ ہفت روزہ اذان حق میانوالی کی ترتیب تدوین بھی کرتے رہے۔ ماہنامہ طلوع اسلام لاہور میں ان کے دینی اور تحقیقی مقالات 1962ء سے 1964ء تک مسلسل شائع ہوتے رہے۔[30]

ملک معراج خالد نے ان کے متعلق لکھا:

"دینی سکالر اور علوم مشرق و مغرب پر ماہرانہ دسترس رکھنے والے دانشور ہیں"(31)

ڈاکٹر اجمل نیازی آپ کے متعلق رقم طراز ہیں۔

"سید نصیر شاہ نے بہت مطالعہ کرر کھا ہے، وہ عربی، فارسی، انگریزی، اردو اور سرائیکی پر یکساں عبور رکھتے ہیں۔ عربی ادب کے مرکز مصر کے رسالوں، "الدین" اور "الاسلام" میں بھی نصیر شاہ کے مضامین شائع ہوئے ہیں۔ ایک عرب عالم تحسین المبارک نے اپنے ایک مضمون "الادباء العربیہ فی الباکستان" میں جن تین آدمیوں کو عربی کا ادیب تسلیم کیا ہے ان میں سے ایک نصیر شاہ ہیں۔ (الاسلام، مصر، مئی 1965ء)۔ نصیر شاہ اردو، سرائیکی کے ایک بڑے ادیب و شاعر اور دانشور ہیں"(32)

سید ضمیر بخاری نے آپ کے متعلق لکھا۔

"اصل میں ان کی شخصیت کی کئی ایک جہات ہیں، بیک وقت دینی سکالر، شاعر، افسانہ نگار، تنقید نگاراور تاریخ نگار ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ملکی سیاست سے وابستگی قائم رکھی، اس طرح کا آدمی بٹ جاتا ہے مگر وہ مجتمع رہے"۔(33)

سید نصیر شاہ کا علمی و ادبی سرمایہ :

(1) موسیقی کی شرعی حیثیت، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور (2) مجموعہ تفاسیر، ابو مسلم اصفہانی، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور (3) عورت کی سربراہی

اور اسلام، مطبوعہ میانوالی پرنٹنگ پریس (4)اسلام میں خواتین کے حقوق، مطبوعہ بدر پبلی کیشنز لاہور (5) اسلام اور جنسیات، مطبوعہ نیازمانہ پبلی کیشنز،لاہور(6)کچھ شامیں فکر اقبال کے ساتھ، مطبوعہ نیازمانہ پبلی کیشنز،لاہور(7)گھر سے نکلے تو، مطبوعہ نیازمانہ پبلی کیشنز،لاہور(8)مہتاب رتوں میں آوارگی، مطبوعہ نیازمانہ پبلی کیشنز،لاہور(9)ہمیں سن لو، مطبوعہ نیازمانہ پبلی کیشنز،لاہور(10)میں، میرا دل اور شام، مطبوعہ نیازمانہ پبلی کیشنز،لاہور(11)اسلام اور دہشت گردی،(انگریزی ترجمہ: پروفیسر منور علی ملک) مسلم ایسوسی ایشن فار دی رائیٹس آف برٹش پاکستانیز انگلینڈ اس کی طباعت کا اہتمام کررہی ہے۔ویب سائٹ اور اردو سٹریٹ ڈاٹ پر دستیاب ہے۔(12)ککر دے پھل، مطبوعہ، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ،لاہور[34]

سید نصیر شاہ، محمد ریاض بھیروی کے نام اپنی ایک قلمی تحریر میں اپنے بارے میں یوں رقم طراز ہیں۔

> "پنجابی شاعری میں زیر طبع مجموعہ کلام "پہچان" اردوشاعری میں زیر طبع مجموعہ کلام "گیسوپریدہ شام" سرائیکی / پنجابی افسانوں کا مجموعہ "ککر دے پھل" جو پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور نے شائع کیا یہ کتاب پورے سرگودھاڈویژن میں پنجابی / سرائیکی نثر میں لکھی گئی پہلی کتاب ہے، بہاؤالدین زکریایونیورسٹی میں نصاب میں داخل، پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے پنجابی کے لئے *Books Recommended* میں شامل ہے پنجابی افسانوں کادوسرا مجموعہ زیر تسوید ہے پنجابی ناول "45اپ۔46ڈاؤن "زیر طبع ہے"[35]

مزید لکھتے ہیں۔

"جامعۃ الازہر کے ادارہ تحقیق کا فیلو ممبر ہوں "الاسلام"، "الدین"
مصر کا 64ء تا 76ء مستقل مقالہ نگار رہا۔ 1980ء میں علامہ شبلی نعمانی
کی سیرت النبی ﷺ کا سعودی سفارتخانہ کے حکم پر عربی ترجمہ کیا جو
شائع ہو چکا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ایڈوائزری بورڈ کے ممبر
کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں، کونسل کا ریسرچ کا کام زیادہ تر میرے
ذمہ رہتا ہے۔"[36]

زیر طبع کتب کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

"اردو میں "وادی سندھ کا کلچر"، افسانوں کا مجموعہ "لہروں کے ساتھ
ساتھ" زیر طبع ہیں۔ پنجابی میں "ضلع میانوالی دی تاریخِ ادب و ثقافت
" زیر ترتیب ہے۔ یہ پراجیکٹ بھی پاکستان پنجابی ادبی بورڈ کی طرف
سے ملا ہے۔" العصر" مصر کا معروف ادبی ادارہ ہے جس نے "الشعر
الجدید" کا پراجیکٹ دیا ہے۔ عربی کے جدید شعراء پر تنقیدی کتاب
زیر ترتیب ہے۔ فارسی شعراء پر تنقیدی کتاب "شعراء عجم کے
ساتھ" مسودہ القلم پبلشرز کے حوالے کیا ہوا ہے۔"[37]

18 دسمبر 2012ء کو سید نصیر شاہ کا انتقال ہوا۔[38]

12۔ مولانا سید نور محمد شاہ ولد مولانا سید محمد اکبر علی شاہ:

معروف شاعر پروفیسر سید فیروز شاہ کے والد اور حکیم مولانا سید اکبر علی شاہ
کے صاحبزادے ایک زاہد شب زندہ دار اور درویش منش انسان تھے۔ مذہبی تعلیم
انہوں نے سید احمد الدین گانگوی سے حاصل کی۔ آپ یتیم خانہ مرکزی عید گاہ کے
ناظم رہے، آپ زیادہ تر وقت عبادت میں مصروف رہتے۔[39]

13۔ مولانا حکیم سید دوست محمد شاہ (م 1972ء) ولد مولانا سید محمد اکبر علی شاہ

14۔ پروفیسر سید محمد فیروز شاہ (م 2007ء) ولد سید نور محمد شاہ

اردو کے معروف نعت نگار، منفرد محقق، مضمون نگار، کالم نگار، ادیب، شاعر اور اردو کے مایہ ناز استاذ سید محمد فیروز شاہ 15 دسمبر 1956ء کو پیدا ہوئے۔(40)

آپ کا تعلق گانگوی خاندان سے تھا۔ وہ ننھیال اور ددیھال دونوں طرف سے ایک نیک پاک اور علمی اور معرفتی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے نانا سید احمد الدین گانگوی برصغیر پاک و ہند میں مولانا گانگوی کے عرف سے معروف ہوئے۔ فیروز شاہ کے ماموں شیخ الحدیث والتفسیر مولانا غلام فخر الدین گانگوی میانوالی کی ایک نہایت قابل احترام دینی و روحانی شخصیت تھیں۔ سید فیروز شاہ نے مذہب سے وابستگی کی تمام تر تعلیم و تربیت مولانا غلام فخر الدین گانگوی سے پائی۔(41)

اپنی سروس کا آغاز بطور معلم کیا اور میانوالی کے مختلف سکولوں سے درس و تدریس کے سلسلہ میں منسلک رہے۔ بعد میں پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کر کے پروفیسر شپ جوائن کر لی۔ پہلے کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج بھکر میں اپنی تعلیمی خدمات سر انجام دیں پھر گورنمنٹ کالج میانوالی آ گئے۔ انہوں نے 54 سال کی عمر پائی۔ پروفیسر محمد فیروز شاہ کی علمی، ادبی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ آپ ہمہ وقت لکھنے لکھانے میں مصروف رہتے تھے۔ ملک کے اندر اور باہر تمام علمی و ادبی جرائد میں ان کا کلام شائع ہوتا رہا۔ قومی اخبارات میں ان کی تخلیقات کو نمایاں طور پر شائع کیا جاتا تھا۔ فنون اور اوراق کے علاوہ بہت سے جرائد میں ان کی نثری و شعری تخلیقات تواتر سے شائع ہوتی رہیں۔ بھارت کے بعض ادبی جرائد میں بھی ان کو خصوصی کوریج دی جاتی تھی

اس کے علاوہ بہت سے قومی اخبارات میں ان کے ادبی
کالم، تھل دریا، قلم کہانی اور دبستانِ میانوالی کے عنوانات کے ساتھ تسلسل سے شائع ہوتے رہے۔[42]

معاصر شعراء کے کلماتِ تحسین:

احمد ندیم قاسمی:

"جدید غزل کا نمائندہ شاعر محمد فیروز شاہ قطعی طور پر ایک منفرد لہجے کا شاعر ہے"۔[43]

ڈاکٹر وزیر آغا:

"قاری کو "دریچہ" کا مطالعہ کرتے ہوئے اتنا ضرور محسوس ہو گا کہ اردو شاعری کے ایوان میں ایک نئی اور خوبصورت آواز کا اضافہ ہو گیا ہے"۔[44]

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی:

"کرامت کی طرح ظاہر ہونے والے شخص محمد فیروز شاہ کا تعلق اس معتبر اور معزز خاندان سے ہے جن کی قبریں بھی زندہ ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد کی یادوں سے وابستہ یہ بستی "میانوالی" تمام برکتوں سے جگ مگا رہی ہے۔ اب وہ دریچہ سے ہٹ بھی جائے تو نظر آتا رہے گا۔"[45]

یاد رہے کہ سید محمد فیروز شاہ صاحب کے شعری مجموعے "دریچہ" کو اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، نے اپنے" اولین کتاب پروگرام" کے سلسلہ میں منتخب کیا اور اس کی اشاعت کے لئے مالی معاونت کی۔[46]

نثر میں ان کا تخلیقی اسلوب نہ صرف ان کی پہچان ہے بلکہ انہیں معاصرین میں ایک ممیز مقام پر بھی فائز کر دیتا ہے۔شاہ صاحب کی شہرت ان کے افکار کو عالمی ادب کے دھارے میں پذیرائی کی طرف لے جا رہی ہے۔[47]

شیر افضل جعفری:

"میں نے فیروز کے غزل محل کے "دریچہ "میں جھانک کر دیکھا ہے، خیال کے لشکار اور افکار کی رم جھم کی پھوار نے اس کے اشعار کو میعار کا چنار بنادیا ہے"۔[48]

پروفیسر عارف عبدالمتین:

"پروفیسر محمد فیروز شاہ، نویکلی شاعری دے شاعر نے"۔[49]

ڈاکٹر مہر عبدالحق:

"سید فیروز شاہ اردو اتے سرائیکی دے جواں سال، جواں بخت تے جواں فکر شاعر ہن"۔[50]

مزید لکھتے ہیں کہ

"محمد فیروز شاہ، آفاقی ادب کی اعلیٰ خصوصیات اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں"۔[51]

انہی خوبیوں کی وجہ سے ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر وزیر آغا، ڈاکٹر حمید قریشی، ڈاکٹر سجاد باقر رضوی، احمد ندیم قاسمی، شہزاد احمد، احمد فراز، امجد اسلام امجد، اجمل نیازی اور عطاء الحق قاسمی جیسے لوگ بھی محمد فیروز شاہ کے دوست تھے۔[52]

پروفیسر فیروز شاہ کے فن کے بارے میں احمد ندیم قاسمی، ڈاکٹر وزیر آغا، سراج منیر، ڈاکٹر محمد اجمل نیازی، بشیر احمد بشر، میرزا ادیب، شیر افضل جعفری،

رام لعل، منصور قیصر، خلیل رام پوری، ڈاکٹر غفور شاہ قاسم، غالب عرفان، انوار حسین حقی، مظہر نیازی وغیرہ کی آراء جاننے کے لئے پروفیسر فیروز شاہ صاحب کے علمی وادبی سرمائے کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے۔

پروفیسر سید محمد فیروز شاہ مرحوم کا علمی وادبی سرمایہ :

☆ دریچہ، شاعری، مطبوعہ 1984ء ☆ طلوع، شاعری، مطبوعہ 1988ء ☆ منظر، شاعری، مطبوعہ 1998ء ☆ خواب پرندے، کلیات، مطبوعہ 2005ء ☆ پینگھ، شاعر، مطبوعہ 2005ء ☆ باوضو، نعتیہ مجموعہ، مطبوعہ 2004ء ☆ تھل دریا، مضامین، مطبوعہ 1992ء ☆ شہر شب میں چراغاں، نثر پارے، مطبوعہ 2002ء ☆ جل تھل، مرتبہ، مطبوعہ 1980ء ☆ اقبال کا فکری جمال، مرتبہ، مطبوعہ 1993 ☆ برنگ خواب سحر، مرتبہ، مطبوعہ 2000ء ☆ رنگ نعت، مرتبہ، مطبوعہ 2006ء۔ [53]

15۔ مولانا سید محمد فاضل شاہ ولد مولانا سید اشرف علی شاہ

16۔ حکیم سید علی محمد شاہ گانگوی ولد مولانا سید محمد فاضل شاہ

مولانا مقصود علی کے بھائی، مولانا محمد فاضل کے فرزند، حکیم علی محمد شاہ گانگوی بڑے معروف طبیب ہوئے۔ علاقہ کچھ کے طول و ارض میں حکیم علی محمد شاہ گانگوی کی حکمت وحذاقت کا طوطی بولتا تھا۔ [54]

17۔ حکیم محمد حنیف شاہ گانگوی (م 1992ء) ولد حکیم سید علی محمد شاہ گانگوی

18۔ حکیم سید محمد سعید شاہ ارشد گانگوی (م 2010ء) ولد حکیم سید علی محمد شاہ گانگوی

19۔ سید محمد لطیف شاہ گانگوی

20۔ سید محمد رشید شاہ گانگوی

21۔ سید غلام حیدر شاہ گانگوی

22۔ سردار علی شاہ گانگوی

23۔ مولانا سید محمد مظہر شاہ

24۔ مولانا سید غلام حسین شاہ ولد مولانا سید محمد مظہر شاہ

25۔ مولانا سید خادم حسین شاہ ولد مولانا سید غلام حسین شاہ

مولانا سید خادم حسین شاہ فاضل درس نظامی تھے، دینی کتب کی تدریس میں بڑی مہارت رکھتے تھے، ابتدائی اور انتہائی دونوں طرح کی کتابوں کی تدریس میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ مولانا سید خادم حسین شاہ نے ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ (55)

26۔ مولانا سید اکبر علی شاہ

27۔ سید غلام سرور شاہ شاہیانوالہ

28۔ مولوی سید محمد حیات شاہ

29۔ مولانا حکیم سید غلام حیدر شاہ ولد مولانا سید اکبر علی شاہ

30۔ مولانا صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ گیلانی ولد مولانا حکیم سید غلام حیدر شاہ گیلانی

صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ گیلانی نے انجمن طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی صدر اور جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے ملک گیر شہرت پائی، انتہائی اعلیٰ پیمانے کے مقرر ہیں، اپنے ذاتی اوصاف میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ انتہائی سمجھ دار، زیرک، جہاندیدہ منجھے ہوئے سیاسی و مذہبی راہنما ہیں۔ (56)

31۔ مولوی سید محمد امیر شاہ ولد مولانا سید محمد اکبر علی شاہ

32۔ مولوی سید غلام یٰسین شاہ ولد مولانا سید محمد اکبر علی شاہ

33۔ حافظ مولوی سید محمد امیر شاہ ولد مولوی سید غلام یٰسین شاہ

34۔ میاں سید غلام یٰسین شاہ گانگوی ولد مولانا سید احمد الدین شاہ

35۔ میاں شیر محمد شاہ گانگوی ولد مولانا سید احمد الدین شاہ گانگوی

36۔ پروفیسر سید ظہیر الدین شاہ گانگوی ولد سید نظام الدین شاہ گانگوی

37۔ صاحبزادہ سید محمد نعیم الدین شاہ گانگوی ولد سید میاں نظام الدین شاہ گانگوی

سید احمد الدین گانگوی کی حیات پر مآخذ و مصادر:

مولانا گانگوی کی حیات پر بعض اہم مصادر حسب ذیل ہیں۔

1۔ نسب نامہ:

سید احمد الدین گانگوی نے 1902ء میں اپنے خاندانی شجرہ پر ایک مختصر رسالہ نسب نامہ کے نام سے تحریر کیا۔ اس میں مستند و معروف کتب شجرہ سے مدد لی گئی۔ اس رسالہ کا ایک مخطوط راقم الحروف کی لائبریری میں موجود ہے۔

اس کی ابتداء میں لکھا ہے۔

> "حررہ المسکین احمد الدین ولد میاں غلام علی غفر اللہ تعالیٰ ذنوبہا الخفی والجلی قوم شیخ گیلانی سکنہ گانگی تحصیل و ضلع میانوالی بتاریخ جمادی الاول 1320ھ مطابق بدرہ سمہ 1985ء مطابق جولائی 1902ء، شجرہ نسب خاندان میانیاں و شیخان میانوالی بکمال توضیح و تنقیح نوشتہ و بہ بسیاری از شجرات صحیحہ مقابلہ کردہ شد واز کتب تواریخ ہم استمداد کردہ بفضلہ تعالیٰ نہایت صحیح وبطرز عجیب شجرہ نسب تیار کردہ، الحمدللہ

علی ذلک" [57]

2۔ برکات سیال:

یہ کتاب علامہ غلام دستگیر بے خود جالندھری نے سیال شریف کے خلفاء عظام سے متعلق تحریر فرمائی۔ پہلی مرتبہ آج سے ایک سو سال قبل 1343ھ سرگودھا سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مولانا احمد الدین گانگوی کا بھی تذکرہ شامل ہے۔ [58]

3۔ مہتاب رتوں میں آوارگی:

یہ سید نصیر شاہ مرحوم کی خودنوشت ہے، پروفیسر ضیاء الدین خان کی ترتیب وتدوین سے 2010ء میں نیازمانہ پبلی کیشنز لاہور سے شائع ہوئی، سید نصیر شاہ نے اپنے ادبی سفر کو تفصیلاً اس میں بیان کیا ہے۔ سید احمد الدین رشتے میں سید نصیر شاہ کے پھوپھا تھے اور سید نصیر شاہ کے والد سید امیر علی گانگوی مدرسہ شمس العلوم کے مدرس، یہ کتاب مولانا گانگوی اور خاندان کی علمی خدمات کو سمجھنے کے لئے اہم مآخذ ہے اگرچہ سید نصیر شاہ مرحوم نے اس کتاب میں "بخل" سے کام لیا ہے اس کے باوجود بہت اہم معلومات اس کتاب میں شامل ہیں۔ سید نصیر شاہ کی ایک اور خودنوشت جو مذہبی سفر پر مشتمل تھی اگر دستیاب ہوتی تو بہت سے مزید اہم گوشے واضح ہو جاتے۔ پروفیسر ضیاء الدین غیر مطبوعہ خودنوشت کے متعلق لکھتے ہیں۔

> "شاہ صاحب کی خودنوشت کے سلسلہ میں ایک اور کتاب خوشبو کے تعاقب میں زیر تسوید ہے جو شاہ صاحب کی دینی علوم کے حصول کی یاداشتوں پر مشتمل ہے۔ عن قریب وہ بھی منظر عام پر لائی جائے گی۔" [59]

4۔ الیواقیت المہریہ:

الیواقیت المہریہ مولفہ غلام مہر علی گولڑوی، الثورۃ الہندیہ کی شرح ہے اور تراجم علمائے ہند پر بزبان عربی ایک اہم مآخذ ہے۔

اس کتاب میں مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا فخر الدین گانگوی کے احوال و آثار بھی موجود ہیں۔(60)

5۔ تاریخ میانوالی:

ڈاکٹر لیاقت علی خان کے نام سے شائع ہونے والی "تاریخ میانوالی" بھی ایک اہم مآخذ ہے۔ اس کتاب میں شامل سید نصیر شاہ مرحوم کے مضامین اور مولانا علی محمد ظاہری کا مقالہ بہ عنوان "علماء وصلحا" انتہائی اہم مصادر کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کی تدوین سید نصیر شاہ نے کی تھی مگر سنگ میل پبلی کیشنز سے انکے نام سے شائع نہ ہوئی۔

سید نصیر شاہ اپنی خود نوشت میں لکھتے ہیں۔

> "ان کی (سید امیر علی گانگوی) اس قسم کی شاعری پر میں نے ایک مضمون کافی عرصہ پہلے لکھا تھا جو پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور کے معروف نقیب "تماہی پنجابی ادب" میں شائع ہوا تھا، اس کے بعد میں نے ایک مفصل مقالہ اسی موضوع پر لیاقت علی نیازی کے نام سے شائع ہونے والی "تاریخ میانوالی" کے لئے بھی لکھا تھا اگرچہ اس کتاب کو ایڈٹ بھی میں نے کیا لیکن مسودہ جن لوگوں کے حوالہ کیا انہوں نے بدنیتی سے کتر بیونت سے کام لیا۔"(61)

سید احمد الدین گانگوی اور ان کے خاندان کی علمی، سیاسی اور مذہبی خدمات کو سمجھنے کے لئے تاریخ میانوالی کے درجہ ذیل مضامین لائق مطالعہ ہیں۔(62)

	مقالہ	مقالہ نگار	صفحہ
☆	تاریخ سادات جیلانی	سید نصیر شاہ	52-38
☆	میانوالی اور سیاست	سید نصیر شاہ	216-206
☆	تحریک پاکستان میں سرائیکی شعراء کا کردار	سید نصیر شاہ	222-217
☆	تحریک پاکستان میں میانوالی کا کردار	یونس کمال لودھی	226-223
☆	علماء وصلحا	مولانا علی محمد مظاہری	267-259
☆	دینی مدارس	ڈاکٹر لیاقت علی خان	272-268
☆	دبستان میانوالی	پروفیسر محمد فیروز شاہ	320-296

6۔مشاہیر میانوالی، بھکر:

اکتوبر 2014ء میں ”سندھ ساگر ریسرچ اکیڈمی بھکر“ کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب ”مشاہیر میانوالی، بھکر“ بھی ایک اچھی کاوش ہے۔ اس کتاب کے مؤلفین جمیل احمد رانا اور محمد عارف قریشی ہیں۔ یہ کتاب مختلف شخصیات سے لکھوائے گئے مضامین کا مجموعہ ہے۔ مؤلفین کو جوں جوں مضامین ملتے گئے وہ ایک خاص ترتیب سے شامل کرتے گئے۔شاید ہی کوئی تحریر ایسی ہو جس پر مؤلفین کی جانب سے نقد و تحقیق کی گئی ہو۔ اس لحاظ سے اسے ایک مربوط مجموعہ مضامین تو کہا جا سکتا ہے۔ ایک تحقیقی کتاب نہیں مگر مؤلفین کا اصرار ہے کہ آئندہ اس موضوع پر کام کرنے والا کوئی مؤلف اعتماد کے ساتھ اس کتاب کا حوالہ دے سکتا ہے حالانکہ یہ بات بعید از حقیقت ہے۔ ”گذارش احوال واقعی“ کے زیر عنوان پیش لفظ میں وہ لکھتے ہیں۔

"اس کتاب کا مواد جمع کرتے وقت دانستہ کوشش کی گئی ہے کہ شخصیات پر مضامین شخصیات (خصوصاً ان کے اعزائی) سے لکھوائے جائیں یا تلاش کئے جائیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اپنی اس کاوش میں ہم کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ اس حوالے سے چند مضامین تو خاصے کی چیز ہیں۔ اس کا اندازہ آپ کو کتاب کے مطالعہ سے بخوبی ہو گا۔ علاوہ ازیں زیر نظر کتاب میں شامل مشاہیر کے فن اور شخصیت پر مثبت پہلو سے گفت گو کی گئی ہے۔ منفی پہلو کے ذکر سے حتی الواسع گریز کیا گیا ہے۔"(63)

کتاب کی حوالہ جاتی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گویا ہم نے صرف اچھائیوں کو لیا ہے، برائیوں کو چھوڑ دیا ہے جبکہ مضامین کی تحریر و ترتیب میں دانستہ واقعات کو اہمیت دی گئی ہے۔ تاثرات کے بیان سے ممکن حد تک پرہیز کیا ہے یعنی کتاب کے مندرجات واقعاتی زیادہ ہیں اور تاثراتی کم، کیونکہ ہم اس کو ایک حوالہ جاتی کتاب کے طور پر پیش کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے ہر شخصیت کے بارے میں کسی بھی واقعہ کے حوالے سے انسانی بساط کی حد تک چھان پھٹک کی گئی ہے۔ اس کے نتیجے میں ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آئندہ اس موضوع پر کام کرنے والا کوئی مؤلف اعتماد کے ساتھ اس کتاب کا حوالہ دے سکتا ہے۔"(64)

اس کتاب کی جمع و تدوین میں مؤلفین نے محنت کی ہے اگر نفس مضامین کو دیگر کتب سے ملا کر پرکھ لیا جاتا تو کتاب لازماً حوالہ جاتی صورت اختیار کر لیتی۔ اگر

صرف علماء وصلحا کے تناظر میں دیکھا جائے تو کتاب بہت سے اہم ناموں سے محروم دکھائی دے گی۔ اسی طرح بعض خالصتاً کارکنان کو مجموعہ علماء وصلحا میں شامل کر دیا گیا ہے۔ مثلاً مولانا غلام فخر الدین گانگوی، مولانا غلام جیلانی، پیر محمد بخش خواجہ آبادی، سید نور الزمان شاہ کوٹ چاندنوی وغیر ھم جیسے اکابرین علماء وصلحائے ملت کے نام تک موجود نہیں تو دوسری طرف صوفی شیر محمد زرگر اس فہرست میں شامل ہیں جو محض ایک سیاسی کارکن تھے۔ بعض مضامین میں موجود خلاف حقیقت باتوں پر کوئی اضافی تبصرہ بھی موجود نہیں بخوف طوالت صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مولانا قاضی قمر الدین کے حالات میں مولانا احمد الدین گانگوی کو قاضی قمر الدین چکڑالوی کا شاگرد لکھا گیا ہے۔[65]

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قاضی قمر الدین چکڑالوی 1298ھ میں تکمیل علوم کے بعد مظفر گڑھ سے چکڑالہ پہنچے، اس وقت تک مولانا گانگوی کو مسند تدریس وافتاء پر 14 برس کا عرصہ گزر چکا تھا، کیوں کہ مولانا گانگوی 1965ء میں مسند تدریس کو سنبھال چکے تھے اور قاضی صاحب کی تکمیل درسیات 1880ء میں ہوئی اس وقت تک مولانا گانگوی کے سینکڑوں فتاویٰ اور کئی کتب منظر عام پر آچکی تھیں۔ قاضی قمر الدین کے شاگردوں میں ایک نام مولانا احمد الدین کیلوی کا ہے۔ ان کے بجائے مولانا گانگوی کو محض ہم نام ہونے کی وجہ سے فہرست میں شامل کر دیا گیا ہے۔ لہذا اس کتاب میں صحت مواد کو پیش نظر نہیں رکھا گیا ہے۔

7۔ تذکرہ اولیائے چشت:

تذکرہ اولیائے چشت بار پنجم مولفہ مولانا سلطان احمد فاروقی (ادارہ قمر

الاسلام، لاہور) راقم سطور کے سامنے ہے، یہ کتاب مولانا گانگوی کی حیات و خدمات کے حوالے سے ایک اہم مصدر ہے۔

اس کے حصہ سوم میں حسب ذیل چشتی مشائخ کا تذکرہ شامل ہے۔

☆حضرت شیر کرم علی قادری

☆حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی (م1300ھ/1882ء)

☆حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی (م1327ھ/1909ء)

☆حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی (م1929ء)

☆حضرت خواجہ حافظ قمر الدین صاحب (م1401ھ/1981ء)

☆حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی (م1937ء)

☆حضرت خواجہ محمد امین صاحب چکوڑی شریف (م1325ھ)

☆حضرت سید غلام حیدر علی شاہ (م1362ھ)

☆حضرت خواجہ احمد الدین گانگوی (م1388ھ/1968ء)

☆حضرت خواجہ غلام فرید صاحب (1901ء)

اس کتاب میں چھ صفحات پر مولانا گانگوی کا بڑا خوبصورت تذکرہ شامل ہے۔[66]

8۔ فوز المقال فی خلفائے پیر سیال جلد دوم:

فوز المقال فی خلفائے پیر سیال جلد ثانی میں 13 صفحات پر محیط مفصل تذکرہ حیات مولانا گانگوی کا موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کی دیگر مجلدات بھی مولانا گانگوی کے زندگی کے مختلف گوشوں کو سمجھنے کے لئے کار آمد ہیں۔[67]

9۔ تذکرہ اکابر علمائے اہل سنت:

علامہ عبدالحکیم شرف قادری کا یہ تحقیقی کارنامہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس کتاب میں دو صفحات پر مولانا گانگوی کے چیدہ چنیدہ حالات مذکور ہیں۔ (68)

10۔ تذکرہ اولیائے میانوالی:

سید طارق مسعود شاہ کی 2008ء میں شائع ہونے والی کتاب تذکرہ اولیائے کرام میانوالی، مولانا گانگوی کی حیات پر ایک انتہائی اہم مآخذ ہے۔ اس کتاب کی ابتداء مولانا گانگوی کے تذکرہ سے ہی ہوتی ہے۔ سید طارق مسعود نے یہ کتاب انتہائی محنت سے مرتب کی ہے۔ اس میں نہ صرف مستند کتب سے حوالہ جات لئے گئے بلکہ معاصر علماء وارباب قلم کی تحریرات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ (69)

سید احمد الدین گانگوی کی جائے ولادت:

آپ 1843ء بمقام گانگی شریف جو کہ میانوالی شہر سے جانب غرب چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، پیدا ہوئے۔ (70)

آپ کا سلسلہ نسب 31 واسطوں سے غوث صمدانی، قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جاملتا ہے۔ (71)

شجرہ نسب:

سید احمد الدین گانگوی نے اپنا شجرہ نسب کچھ یوں تحریر کیا ہے۔

محبوب سبحانی، غوث صمدانی، قطب ربانی، حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی افاض اللہ علینا من فیوضاتہ ، شیخ المشائخ مولانا سید عبدالوہاب، صاحبزادہؒ شیخ المشائخ حضرت سید ہدایت

اللہ صاحبؒ، حضرت شیخ سید احمد الدین صاحبؒ، شیخ حضرت شاہ عبد الکریم صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سید چاند صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت عبد العزیز صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سید حسن صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سید محمد قادری صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سید ابراہیم صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سید شیخ احمد الدین صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سید الیاس صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سید مالو صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سید بھکو صاحبؒ [72]، شیخ المشائخ حضرت بھاگو صاحب [73]، شیخ المشائخ حضرت عبد الکریم صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت مانا صاحبؒ [74]، شیخ المشائخ حضرت تحفہ صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت بُندہ صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سلطان ہندی صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سلطان ابراہیم صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سلطان محرم صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت کندہ صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت سلطان جیون صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت رحمت اللہ صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت جلال الدین صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت میاں علی صاحب ؒ، شیخ المشائخ حضرت اسحاق صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت میاں عثمان صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت عبد الواحد صاحبؒ، شیخ المشائخ، عالم ربانی، غوث زماں، حضرت میاں بہاوالحق و الدین صاحبؒ، عین الاعیان رئیس الاخوان حضرت شیخ میاں غلام علی صاحبؒ، خادم العلماء والصلحا مولوی احمد الدین ثبتہ اللہ فی مقام الصدق والیقین [75]

گانگوی کی وجہ تسمیہ:

گانگوی کا لفظ گانگی کی مناسبت سے بولا جاتا ہے۔ گانگی ایک گاؤں کا نام تھا، سید نصیر شاہ اپنی کتاب "مہتاب رتوں میں آوارگی" میں لکھتے ہیں کہ یہ گاؤں دریائے سندھ کے پاٹ میں واقع تھا۔ دریائے سندھ کے اتار چڑھاؤ کے دنوں میں بہت سے

گاؤں اور قصبے سیلاب کی وجہ سے جزیروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ لوگ اس وقت تو وہاں سے چلے جاتے مگر جب سیلاب اتر تا تو واپس لوٹ آتے۔ میانوالی سے گانگی جاتے ہوئے دو واہیا عبور کرنے پڑتے تھے (واہیا سے مراد وہ علاقہ ہے جو دریا کی گزر گاہ ہوتا ہے)۔ پہلے واہیا کا نام لونی والا واہیا تھا جبکہ دوسرے واہیا کا نام گانگی والا واہیا رکھ دیا گیا۔ گانگی کا پہلا نام کانگی بتایا گیا ہے جو لفظ "کانگ" کی مناسبت سے بنا۔[76]

"دریا جب چڑھاؤ پر آکر حدود نظر تک پھیل جاتا اور سندھ ساگر ہو جاتا تو مقامی بولی میں کہتے "کانگ" چڑھی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں 1825ء میں ایسی ہی ایک کانگ چڑھی ہوئی تھی۔ ادھر ادھر سے بے گھر ہونے والے لوگوں کی آٹھ دس بڑی کشتیاں بے بسی میں بہتی ہوئی ایک بڑے ٹیلے یا چھوٹے جزیرے پر آرکی تھیں۔ کانگ تین چار مہینے چڑھی رہی تو یہ لوگ یہیں جھونپڑیاں بنا کر بس گئے۔ اس طرح ایک گاؤں آباد ہو گیا اور کانگ کی نسبت سے اس کا نام "کانگی" پڑ گیا جو بعد میں بگڑ کر گانگی ہو گیا۔"[77]

گانگی ایک خوب صورت گاؤں تھا۔ یہاں مختلف اقسام کے درختوں کی بہتات تھی مگر اب یہ گاؤں چشمہ بیراج سکیم کی جھیل میں ڈوب چکا ہے۔ 1926ء تک بسنے والا یہ گاؤں اگرچہ اب ڈوب چکا ہے مگر یہاں کے جلیل القدر باسیوں کی بدولت معنوی گانگی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ابھر رہا ہے۔ اس گاؤں کی معنوی آبادی کو محمد ریاض بھیروی نے کچھ یوں بیان کیا۔

"رومانوی اور علمی گاؤں گانگوی جو کہ دریائے سندھ کے پاٹ میں لیٹا، بستا اجڑتا رہتا تھا، میں سے جنم لینے والی اس نادرِ روزگار اور افتخارِ

زمانہ، منفرد و یگانہ ہستی نے اس دریا کے ظالم پانیوں میں غرق اس گاؤں کو لافانی بنا دیا ہے، اتنا کہ اب اسے دوام ہی دوام ہے۔ ہمہ وقت اپنی بقاء کی جنگ لڑنے والے اور بالآخر فنا کے گھاٹ اتر جانے والے اس گاؤں کے اِک لائق فرزند نے وہ خرد افروز کارہائے ممتاز سرانجام دیئے ہیں کہ اب وقت کی کوئی کانگ اس کی مانگ نہیں اجاڑ سکتی، وقت کا کوئی تھپیڑا اس کے حسنِ خداداد کو دھندلا نہیں سکتا۔ مانا کہ وقت کے ریگزاروں میں دب مِٹ اور لُٹ اور مَر جانے والے اس گاؤں کا نشاں تک باقی نہیں رہا لیکن اس کا معنوی بیٹا احمد الدین گانگوی ہے کہ اسے مرنے ہی نہیں دیتا۔"(78)

گانگی گاؤں بڑا خوبصورت تھا، زمین بڑی زرخیز تھی، ارد گرد جنگل بھی تھے اور کھیت بھی۔ واہیا تھوڑے فاصلہ پر بہتا۔ گاؤں میں شیشم، سرس، بیری، کیکر کے درخت بھی تھے لیکن لسوڑے، رہوڑے اور شہتوت کے درخت بکثرت گھروں میں تھے، سرس اور شہتوت کے گھنے سائے گرمیوں میں بہت ہی سکون پہنچاتے۔ مشرقی ہوائیں چلتی تھیں تو دریا کی خنکی اور نمی لے کر آتی تھیں۔ سید نصیر شاہ نے گانگی پر ایک نظم بھی لکھی جس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"میں نے گانگی پر ایک نظم بھی لکھی ہے وہ بھی آپ کو سنا دوں اس سے کسی حد تک آپ میرے گاؤں سے حقیقی تعارف حاصل کر سکتے ہیں۔ اب کچہ کا سارا علاقہ چشمہ بیراج سکیم کی جھیل میں آ گیا ہے۔ سارے گاؤں، سارے قصبے ڈوب گئے ہیں، باشندے تتر بتر ہو گئے۔ گانگی ڈوب گیا اب صرف اس کی یاد ہی باقی رہ گئی ہے اس یاد

کی امانت دار میری نظم ہے شاید یہ گاؤں میری اس نظم میں زندہ
رہے۔"(79)

میرا آبائی گاؤں............گانگی

یہاں اونچے، پیڑوں کا اک مخمور جنگل تھا
اسی جنگل کے بالکل وسط میں اک جھیل ہوتی تھی
بڑی ہی بے تحاشا پھیلتی......تاریک تر گہرائیوں والی
زمیں کی سوچ میں ڈوبی ہوئی اک آنکھ ہو جیسے
اور اس جنگل کے پچھم میں بڑا چھوٹا سا گاؤں تھا
وہ جیسے ایک بچہ تھا......جسے ماں اپنے جھولے میں لٹا کر......ہو گئی مصروف کاموں میں
یہاں پر چاند سورج اس طرح محسوس ہوتے تھے
کہ جیسے وہ تو اس جھولے پہ لٹکائے ہوئے......رنگین غبارے ہوں
ہوائیں جھیل سے لہجوں میں ٹھنڈک بھر کے لاتی تھیں
اور اس بچے کو میٹھی، رس بھری لوری سناتی تھیں
اسے شہتوت کے پیڑوں کے سائے گدگداتے تھے
وہ ہنس پڑتا تو صبحیں بھی......طمانیت بھری کے زیر و بم سے
جیسے سورۂ رحمن کے آہنگ میں کرنوں کی ساری آیتیں ترتیل سے پڑھتیں
وہ گاؤں اور وہ جنگل......کہیں سے کوئی لوٹا دے تو سوچوں گا
ابھی انسان کو فردوس زاروں سے محبت ہے
جمالیات کا سرشار کن احساس زندہ ہے۔(80)

سید احمد الدین گانگوی کے اساتذہ:

سید احمد الدین گانگوی نے جن افاضل سے اکتساب فیض کیا ان میں سے بعض کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

☆ شیخ سید غلام علی (م 1866ء): ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے مدرسہ گانگی میں حاصل کی

☆ مولانا محمد علی قریشی: آپ کے والد نے کثرت اشغال اور علالت طبع کی وجہ سے مزید تعلیم کے لئے مولانا علی محمد قریشی کے پاس مدرسہ سیلواں بھیج دیا، قدیم میانوالی (کچھی) میں مدرسہ سیلواں کو فارسی علوم کے لئے مرکزیت حاصل تھی۔[81]

☆ مولانا غلام رسول، مظفر گڑھ: صرف و نحو کی کتب شجرہ مضافات مظفر گڑھ میں مولانا غلام رسول سے پڑھیں۔[82]

☆ مولانا عبد الرحمن ملتانی: فقہ، اصول اور منطق کی کتب مولانا عبد الرحمن ملتانی سے ملتان میں پڑھیں۔

☆ علامہ الٰہی بخش عمر پوری: ازاں بعد جمیع علوم و فنون معہ حدیث شریف عمر پور میں علامہ الٰہی بخش سے پڑھیں، علامہ الٰہی بخش عمر پوری نے سید گانگوی کی کتاب البرق السانیہ پر تقریظ بھی لکھی، سید گانگوی نے استاذ الکل کے لقب سے ان کا ذکر کیا ہے۔[83]

☆ شیخ الاسلام عبد الحلیم فرنگی محلی (1285ھ): سید گانگوی نے چند سال فرنگی محل (لکھنو) اور دہلی میں رہ کر افاضل سے اکتساب فیض کیا اور فرنگی محل

میں شیخ الاسلام عبد الحلیم فرنگی محلی سے بھی کسب فیض کیا۔ دہلی، لکھنو اور عمر پور سے سندات فراغت حاصل کیں۔ (84)

درس و تدریس :

علوم دینیہ سے فراغت کے بعد وطن واپس آئے تو والد ماجد نے آپکو اپنی مسند علم وروحانیت پر بٹھادیا اور دارالعلوم گانگوی کے جملہ امور آپ کے سپرد فرمادیئے، والد ماجد ایک ہفتہ بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ (85)

سید گانگوی کم و بیش 85 سال تک، درس و تدریس خطابت، فتوی نویسی، جیسی خدمات دینیہ میں مصروف رہے۔ آپ نے تین مقامات پر تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔(1) مدرسہ گانگی، گانگی شریف (2) جامعہ شمس العلوم، میانوالی (3) مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام۔ 1867ء سے 1909 ء تک مولانا گانگوی دارالافتاء گانگی شریف سے منسلک رہے۔ یہ درس گاہ آپ کے آباؤ اجداد کی تعمیر کردہ تھی۔ قیام گانگی کے دور میں کثیر طلبا کو تعلیم دی۔ کابل اور قندھار تک سے طالبان علم آپ کی خدمت میں آتے رہے۔

1903ء کی ایک قلمی یاداشت کے مطابق یہاں مقیم طلباء کی تعداد تین سو سے زائد تھی۔

1909ء میں مجاہد اعظم خواجہ ضیاء الدین سیالوی (م 1929ء) نے مدرسہ اسلامیہ کی تاسیس جدید کی تو مولانا گانگوی کو مفتی اعظم مقرر کیا۔ سید گانگوی 40 سال سے زائد عرصہ تک سیال شریف کے مفتی اعظم کے منصب پر فائز رہے۔ آپ ایک چلتا پھرتا مدرسہ تھے، کچھ دن گانگی قیام کرتے اور کچھ دن سیال شریف، یوں طلباء بھی

آپ کے ہمرکاب سفر میں رہتے۔ خواجہ ضیاء الدین سیالوی سے آپ کو والہانہ عقیدت تھی اور یہی سبب ہے کہ 1909ء سے 1929ء تک کے بیس سالہ عرصہ میں آپ نے اکثر حصہ سیال شریف بسر کیا۔ سفر و حضر میں مجاہد اعظم کے ہمراہ رہے۔ خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے پنجاب میں امارت شرعیہ قائم کی تو آپ کو قاضی القضاۃ مقرر کر دیا آپ نے نہایت محنت اور کامیابی سے اس منصب جلیلہ کو نبھایا۔

حاجی مرید احمد چشتی آپ کے علم و فضل کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

> ''آپ حدیث و فقہ میں امتیازی مقام کے مالک تھے مخالفین بھی آپ کے علم و فضل کے معترف اور قائل تھے۔ آپ کی تحقیقات پاک و ہند کے تمام علماء میں مشہور اور مسلمہ تھیں۔ ہندوستان تک سے لوگ فتویٰ طلب کرتے تھے معاصر علماء آپکا انتہائی احترام کرتے تھے۔ علماء وقت کا اگر کسی فقہی مسئلہ میں اختلاف ہو جاتا تو محا کمہ کے لئے اکثر علماء آپ کی طرف رجوع کرتے آپ علمی تحقیق سے جب مسائل کا حل فرماتے تو فریقین علماء مطمئن ہو جاتے چنانچہ آپ جہاں کہیں بھی علماء و مشائخ کے اجتماع میں تشریف لے جاتے تو سناٹا چھا جاتا۔''[86]

سید احمد الدین گانگوی کی کتب پر تقاریظ لکھنے والے علماء کرام:

سید گانگوی کے نو دریافت مخطوطات پر برصغیر پاک و ہند کے اکابر علماء کی تقاریظ موجود ہیں جن کے مطالعہ سے سید گانگوی کی بھرپور علمی شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کی کتب پر تقاریظ لکھنے والے چند معروف علماء کے اسماء حسب ذیل ہیں:

☆مولانا احمد حسن کانپوری (م 1332ھ) ☆شیخ الاسلام عبد الحئ فرنگی محلی

(م1285ھ)☆مولانا غلام دستگیر قصوری(م 1315ھ) ☆مولانا لطف اللہ علی گڑھی(م1906ء)☆مجاہد اعظم خواجہ ضیاء الدین سیالوی(م1929ء)☆مولانا سید انور شاہ کاشمیری محدث (م 1934ء)☆شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی(م 1401ھ) ☆مولانا محمد غازی خان(م 1939ء) ☆استاذ الکل علامہ الٰہی بخش عمر پوری ☆پیر سید جماعت علی شاہ(م 1939ء)☆مولانا غلام محمود پپلانوی(م 1948ء) ☆شیخ الہند مولانا معین الدین اجمیری☆مولانا عبد الرسول نائم، شاہ پور ☆مولانا غلام محمد سرسی☆مولانا میاں نور احمد(م1921) ☆مولانا اکبر علی چشتی (م1956ء)☆سید فخر الزمان شاہ، کوٹ چاندنہ(م 1952ء)☆مولانا نور محمد ہاشمی(م1968ء)[87]

نقد و تعاقب:

سید احمد الدین گانگوی نے جن معاصر علماء کی تحریرات پر نقد کیا ہے اور آراء کا تعاقب کیا ان میں سے بعض معروف علماء کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

1۔مولانا نذیر حسین دہلوی(م1902ء) 2۔مولانا عین القضاۃ حیدر آبادی (م1925ء) 3۔مولانا رشید احمد گنگوہی(م1905ء)4۔سر سید احمد خان 5۔مولانا حسین علی واں بھچروی (م1943ء)6۔مولانا محمد علی مونگیری، ناظم ندوۃ العلماء لکھنو 7۔مولانا اشرف علی تھانوی(م1943ء) 8۔مولانا خلیل احمد انبیٹھوی (م1346ھ) 9۔مولانا عبد اللہ چکڑالوی 10۔سید عطا اللہ شاہ بخاری(م 1961ء) 11۔مولانا کفایت اللہ دہلوی(م 1372ھ)، صدر جمعیت علماء ہند12۔مولانا حسین احمد مدنی (م1377ھ)13۔مولانا احمد علی سہارنپوری(م1297ھ)14۔مولانا

قطب الدین گھیالوی 15۔ مولانا ثناء اللہ امرت سری (م1948ء) 16۔ مولانا عاقل محمد جلالپوری۔

معروف تلامذہ:

آپ سے استفادہ کرنے والے معروف تلامذہ میں حسب ذیل اکابرین شامل ہیں:
1۔ شیخ سید نور الزمان شاہ (م1924ء)، کوٹ چاندنہ 2۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی 3۔ خواجہ محمد اکبر علی چشتی (میانوالی) 4۔ شیخ نور احمد لائل پوری 5۔ شیخ محمد زاہد (دریا خان) 6۔ شیخ فقیر محمد کابلی 7۔ شیخ دولت خان کابلی 8۔ شیخ محمد رمضان کلوری 9۔ مولانا غلام فخر الدین گانگوی (م1983ء) وغیر ہم [88]

چوتھی سالانہ رپورٹ، مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام سیال شریف 1338ھ کے مطابق درج ذیل علماء نے بھی سید احمد الدین گانگوی سے اکتساب فیض کیا۔

1۔ مولانا غلام مصطفی خان، میانوالی 2۔ مولوی فخر الدین، میانوالی 3۔ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی 4۔ مولوی محبوب عالم، ہزارہ 5۔ مولوی عبد الحمید 6۔ مولوی عبد الرحمن، منٹگمری 7۔ مولوی عبد الواحد، ضلع ہزارہ 8۔ مولوی عبد العزیز، شاہ پور 9۔ مولوی غلام مرتضیٰ، میانوالی 10۔ مولوی سید امیر علی گانگوی، میانوالی 11۔ مولوی محمد حسین، لاہور 12۔ مولوی عبد العزیز، جھنگ 13۔ مولوی محمد لطیف شاہ، ہزارہ 14۔ مولوی عبد الحق، ڈیرہ غازی خان 15۔ مولوی عبد العزیز، ڈیرہ غازی خان 16۔ مولوی فیض اللہ، شاہ پور 17۔ مولوی سلطان محمود، شاہ پور 18۔ مولوی محمد علی، شاہ پور سرکی 19۔ مولوی عبد الغفور، سرکی 20۔ مولوی نور حسن، میانوالی 21۔ مولوی نور احمد، میانوالی 22۔ مولوی انور شاہ، ہزارہ 23۔ قریشی محمد شریف 24۔

مولوی محمد ایوب، ساہیوال[89]

دور ثالث علمی ترقی کا دور زریں :

انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں سیال شریف کے علاقہ کو حضرت شمس العارفین سیالوی قدس سرہ سے فیض یاب ہونے کا
موقع ملا، آپ کی علمی وروحانی تابانیوں سے نہ صرف برصغیر پاک وہند کے لوگوں کے سینے منور ہوئے بلکہ دیگر ممالک مثلاً افغانستان اور روس کے کئی متلاشیان کو بھی کسب فیض کا بہترین موقع ملا۔

شریعت وطریقت کے اس شمس بازغہ نے اپنی علمی، فکری وروحانی تعلیمات کی وسیع پیمانے پر موثر تبلیغ کے لئے سیال شریف کے مقام پر 1360ھ یعنی 1844ء میں ایک عظیم الشان اسلامی درسگاہ قائم کی جس کے چشمہ فیض سے مقامی ودور دراز کے طالبان حق اپنی اپنی علمی وروحانی پیاس بجھاتے رہے۔ وصال کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت ثانی خواجہ محمد الدین سیالویؒ (م1909ء) اور ان کے بعد ان کے فرزند مجاہد ملت حضرت خواجہ ضیا الدین سیالویؒ (م1929ء) نے اپنے اپنے دور میں اس ادارہ کی عمدہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے اسے ترقی کے ان منازل تک پہنچایا کہ ہم عصر مدارس میں ایک خاص امتیازی حیثیت حاصل ہو گئی۔

1909ء سے حضرت خواجہ ضیا الدین سیالوی کا دور آتا ہے اور دین محمدی کے شمس کی تابانیاں اور ضیاء باریاں معراج کمال کو پہنچ جاتی ہیں، علمی ترقی کے لحاظ سے دار العلوم کا یہ دور دور زریں کہا جانے کا مستحق ہے، اس سنہری دور میں متحدہ ہندوستان کے قابل ترین فضلاء وعلماء، جو اس عصر ودہر میں کمالات علمی میں سند یکتائی رکھتے تھے اور

تمام عربی علوم وفنون میں جامعیت ان کا طغراء امتیاز تھی، اس دار العلوم کی مسند صدارت اور مسند درس کی زینت بنے اور ان کے تبحر علمی کی وسعت وجہانگیری نے ہند وماورائے ہند بلکہ افغانستان ومصر وبخارا اور روس تک کے طلباء کو اپنے حلقوں میں لے لیا اور یہ درس گاہ عالم گیر درس گاہ کی حیثیت اختیار کر گئی۔(90)

حضرت ثالث سیالوی نے خانقاہ سلسلہ چشتیہ اور مدرسہ علمی کو مزید وسعت دی اور مسلمانان برصغیر کی تنزل پذیر نہات ابتر حالت کو سنبھالا دینے کا پروگرام مرتب فرمایا۔ مدرسہ کی تاسیس ثانی مجاہد ملت حضرت مولانا خواجہ محمد ضیاء الدین صاحبؒ نے کی تھی، حضرت خود بھی بڑے عالم تھے، علم اور علماء پرور تھے، مدرسہ کی سرپرستی ونگرانی اور نظام بھی آپ کے ہاتھ میں تھا۔

صاحب "انوار شمسیہ" کے بقول ایک عالیشان دار العلوم عربیہ اسلامیہ کے استحکام میں اپنے مکان پر بنیاد رکھائی اور بہ صرف زر کثیر حسن تدبیر سے معلموں اور طالبوں کی رہائش اور پرورش کا انتظام بڑے اہتمام سے تجویز فرمایا، جس سے طلباء ہند اور پنجاب کے لئے علوم کے ابواب کشادہ ہو گئے اور طالب علمان آوارہ گردان کے دل مضمحل اس مژدہ بالصواب سے شاد اور تازہ ہو رہے۔(91)

"محبوب سیال" میں ہے۔

"حضرت ضیاء العارفین نے ایک مکتب بھی جاری فرمایا، جس میں عربی علم وادب پڑھائے جاتے ہیں، قرآن مجید کا درس علیحدہ ایک حافظ صاحب دیتے ہیں، اور لنگر کی طرف سے طلبا کو کھانا اور معلموں کو مشاہراہ دیا جاتا ہے۔"(92)

"برکات سیال" میں ہے۔

"تعلیم و تعلم میں آپ کا مطمع نظر عام سطح سے بلند ہے آپ چاہتے ہیں کہ تعلیم کا قبلہ مغرب سے ہٹ کر مشرق میں آجائے، چانچہ سیال شریف میں جو مکتب ضیائیہ جاری فرمایا ہے اس کے نظام عمل پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ قوم کے ہونہار نوجوانوں کو کس طرح کے مہذب انسان بنانا چاہتے ہیں۔"(93)

خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے 1909ء میں مدرسہ اسلامیہ کی تاسیس کی ہر سال مدرسہ اسلامیہ کا اجلاس منعقد کیا جاتا جس میں آستانہ عالیہ سیال شریف سے وابستہ خانقاہوں کے جملہ سجادگان اور علماء شریک ہوتے۔ اجلاس کی تمام ترکاروائی ضبط تحریر میں لائی جاتی اور مدرسہ اسلامیہ کو نت نئ جہتوں سے آراستہ کرنے کے لئے تجاویز زیر غور آتیں۔ اجلاس کی ابتدائی کئی سالوں تک مرتب کی گئی رپورٹوں کا ریکارڈ مولانا گانگوی کے پاس ہوتا۔ کیونکہ آپ ہی مدرسہ اسلامیہ کے صدر مدرس اور مفتی اعظم کے منصب پر فائز تھے۔ یہاں چوتھی سالانہ رپورٹ، مدرسہ اسلامیہ سیال شریف 1338ھ قلمی محررہ سید احمد الدین گانگویؒ کے بعض حصے درج کئے جاتے ہیں اور شاید مدرسہ اسلامیہ کی تاسیس جدید کے حوالے سے یہ قلمی مسودہ سب سے قدیم گردانا جاسکتا ہے۔

سید احمد الدین گانگوی نے خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے ایماء پر چوتھے سالانہ اجلاس کی رپورٹ پیش کرنے سے پہلے جو خطاب فرمایا اس کے بعض حصے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

"صاحبان الحمد اللہ علی احسانہ۔ کہ یہ چوتھا سالانہ جلسہ مدرسہ شریفہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام سیال شریف بڑے تزک واحتشام سے بصدارت حضرت قبلہ کونین کعبہ دارین جناب حضرت غریب نواز مدظلہ العالی بمحضر اراکین اسلام از خلفاو کرام وروساء عظام وفضلاء قمقام وعمائد اہل اسلام انعقاد پایا۔ ہم اس فیاضی حضرت قبلہ غریب نواز کا شکریہ کس زبان سے ادا کریں۔ کہ ہمیں ایسے اجلاس مقدس کی حاضری کا موقعہ عطا فرمایا اور ہمیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونوا أَنصَارَ اللَّهِ (94) کے مصداق بننے کیواسطے منتخب فرمایا۔"(95)

سید احمد الدین گانگوی نے مدارس اسلامیہ کی بنیاد، نتائج اور فیوضات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"صاحبان مدرسہ اسلامیہ کا امر کوئی نیا کام نہیں ہے اور نہ کوئی بدعت ہے جس سے سیال شریف کو قابل اعتراض سمجھا جاوے بلکہ قدیم الایام سے یہ سنت حسنہ جاری ہے چنانچہ خود جناب سرور کونین حضرت محمد ﷺ نے پہلے پہل مدرسہ اسلامیہ کھولا جس کا نام پاک مدرسہ محمدیہ تھا۔ جس کے طلباء حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، مولانا علی المرتضیٰؓ جیسے تعلیم پا کر فضیلت کی دستار بندیاں حاصل کیں۔ صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث اسی مدرسہ محمدیہ کی نصاب تعلیم ہیں جن کو تمام اہل اسلام نے اپنا دستور العمل بنا رکھا ہے اور ہدایہ کنز الدقائق در المختار عالمگیریہ وغیرہ تمام کتب فقہ اسی مدرسہ محمدیہ کے نتائج اور روائد ادیں ہیں۔ اور بقیہ تمام علوم

عقلیہ ونقلیہ اسی مدرسہ محمدیہ کے فیوض ہیں۔"[96]

آپ کے نزدیک مدرسہ محمدیہ کے طلباء دو طرح کے تھے، سکونتی وغیر سکونتی۔ ہر دو طرح کے طلباء کا تذکرہ کرتے ہوئے اور ان کے وظائف واحوال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"اس مدرسہ محمدیہ کے طلباء دو قسم کے تھے اول وہ جو اکثر اپنے اوقات عزیزہ کو علم پڑھنے اور پڑھانے میں مصروف رکھتے تھے۔ الا بعض اوقات اپنی حوائج ضروریہ کے پورا کرنے کے واسطے کسب وتجارت یامزدوری کرلیتے جس سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کے گزارہ کے متکفل ہوتے۔ دوسرے وہ طالبعلم تھے جو کہ شب وروز سوائے پڑھنے کے دیگر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ ابوہریرہ وسلمان فارسی ومقداد وغیرہ جن کو اہل صفہ کہاجاتا تھا اسی دوسری قسم کے طلباء تھے۔"[97]

مقیم طلبا کی کفالت کے لئے نبی کریم ﷺ نے جو طریقہ کار اختیار فرمایا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے سید گانگوی نے فرمایا۔

"ان کی معاش کیواسطے جناب سید المرسلین شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ انتظام تھا کہ تمام متمول اہل اسلام اپنے جمیع اموال کا عشر وزکوٰۃ حساب کرکے وہاں حاضر کرتے تھے۔ اس خزانہ کا نام بیت المال تھا۔ اس سے مسافرین اور مساکین طلبا کھاتے اور حوائج ضروریہ پورا کرتے تھے۔ اور باقی ماندہ مال دیگر مصارف ضروریہ شرعیہ میں خرچ کیاجاتا تھا۔"[98]

مدارس اسلامیہ کے لئے مال و اسباب کی ضرورت کو ثابت کرتے ہوئے سید احمد الدین گانگوی نے سیال شریف سے وابستہ علماء و مشائخ کو مدرسہ اسلامیہ کی اعانت کے لئے توجہ دلاتے ہوئے اور مدرسہ محمدیہ سے جاری ہونے والے شجرہ علمیہ مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا۔

> ”صاحبان۔ یہ پہلا مدرسہ اسلامیہ تھا جسکی بناء چندہ پر تھی علی ہذا القیاس مدرسہ صدیقیہ وفاروقیہ وعثمانیہ وعلویہ وغیرہ وغیرہ بھی اس مدرسہ محمدیہ کی شاخیں تھیں جنکی فیوض نے اپنے اپنے اوقات میں جہاں کو سرسبز وشاداب کردیا تھا۔ حضرت شیخ الشیوخ سید الطائفہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ وحضرت خواجہ اویس قرنیؒ وحضرت محمد ابن سیرین ان مدارس کے فضائل یافتہ طلباء تھے۔ ادھر جناب سراج الامۃ امام الائمہ حضرت امام اعظم وامام شافعی وامام مالک وامام احمد بن حنبل وامام ابویوسف وامام محمد وغیرہ وغیرہ ان مدارس کے سند یافتہ طالب علم ہیں۔ ھلم جرا تمام اولیاء کرامؒ کا یہی وطیرہ رہا ہے کہ اپنے اوقات صدارت میں مدارس اسلامیہ جاری کر رکھے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ جناب غوث القدس محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے مدرسہ میں پانچ صد طالب العلم تعلیم پاتے تھے۔“[99]

علماء و مشائخ کو آپ نے مخاطب کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ و علی ہذا القیاس اور تمام مدارس اسلامیہ اسی مدرسہ محمدیہ کی شاخیں ہیں۔ اب تقدیر بالائے بفضلہ تعالیٰ ثابت ہو گیا کہ مدارس اسلامیہ کی چندہ جمع کر کے بنا قائم کرنی نہ بدعت ہے اور نہ نیا کام ہے۔ بلکہ اتباع سید المرسلین و شفیع المذنبین ﷺ واقتداء سلف صالحین ہے۔ قال

رسول اللہ ﷺ علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین بعدی یعنی لازم پکڑو میرے طریقہ کو اور میرے بعد خلفاء راشدین کے طریقہ کو[100] مدرسہ اسلامیہ سیال شریف کی بناء اور خواجہ شمس العارفین کے فیوضات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"صاحبان شہر سیال شریف جس کے نام مبارک سنتے ہی دل کو جذبہ آتا ہے اور بدن پر لرزہ آتا ہے جسکو حضرت غریب نواز قبلہ شمس العارفینؒ نے رشک عدن وثانی ارم بنایا ہے۔ جن کے فیوضات کاملہ وارشادات شاملہ نے جہان کو مالا مال کردیا ہے۔ ہزاروں سادات کرام وفضلاء عظام اس بارگاہ عالیہ کے وابستہ ہیں۔ ہمہ شیر اں جہان بستہ این سلسلہ اند۔ جہاں دیکھیں وہاں ان کے فیوض کی نہریں جاری ہیں۔ جہاں پہنچیں وہاں ان کے اوصاف کے مداحین کی نہریں جوش مار رہی ہیں۔"[101]

آپ نے چوتھے سالانہ اجتماع مدرسہ میں سال گذشتہ کی طرح کارکردگی پر اظہار خیال کرتے ہوئے بتایا کہ اب عرصہ تین سال گزر چکے ہیں اور چوتھا سال شروع ہونے کو ہے۔ کہ اس بقعہ مقدسہ بارگاہ عالیہ میں ایک مدرسہ شریفہ اسلامیہ جو کہ شاخ مدرسہ محمدیہ کا ہے جسکا نام ضیاء الشمس الاسلام سیال شریف ہے قائم ہے۔ جس کو حضرت قبلہ غریب نواز مدظلہ العالی نے اپنے کمال فیض وہمت عالیہ سے قائم فرما کر ہم مستفیضان بارگاہ عالیہ وخادمان درگاہ متعالیہ کو ممنون احسان فرمایا۔ بفضلہ تعالیٰ بامداد حضور غریب نواز حالت مدرسہ روز بروز ترقی پر ہے۔[102]

خطاب کے بعد جو رپورٹ پیش کی گئی اس میں معاونین، مدرسین اور طلباء

کے حوالہ سے جو اہم امور ذکر کئے گئے وہ درج ذیل ہیں۔

"مدرسہ شریفہ ان صاحبان سے نہایت ہی ممنون ہے جنہوں نے شروع سے آج تک امداد واعانت کا قدم آگے بڑھایا اور روز بروز ترقی کے متمنی رہے اور اس کی امداد کو اپنا فرض منصبی قرار دیا اور ان صاحبان کا بھی ممنون ہے جنہوں نے اپنے اوقات عزیزہ کو اس کے واسطے وقف کر دیا ہے اور ان کا بھی ممنون ہے جو کہ اپنی گرہ سے رقوم موعودہ کو سال ہا سال ادا کرتے رہے لیکن افسوس ان صاحبان کے حال پر ہے جنہوں نے باوجود متمول ہونے کے مدرسہ شریفہ کی طرف التفات تک نہیں فرمایا۔ یا التفات فرمایا لیکن اپنی حیثیت سے ہزار درجہ کم۔ اب ان کی خدمت عالیہ میں پر زور درخواست ہے کہ براہ نوازش اس طرف توجہ فرمائیں اول تو اپنی گرہ سے رقم معقول ادا فرمایا کریں۔ دوسرا الدال علی الخیر کفاعلہ کا مصداق بنیں"۔[103]

خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے مدرسہ کے معاونین کا شکریہ ادا کیا دو افراد کا بطور خاص ذکر کیا ایک ملک احمد اعوان، دوسرے مولانا احمد الدین گانگوی اور انہیں حضار جلسہ کے لئے نمونہ عمل قرار دیا۔ خصوصاً مولانا گانگوی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا۔

"اس موقع پر ہم ان اشخاص کا خصوصیت سے ذکر مناسب سمجھتے ہیں جنہوں نے مدرسہ شریفہ کو از حد زیر بار احسان کر رکھا ہے اول ملک احمد اعوان سکنہ چک 588 ضلع لائل پور ہیں جس نے مدرسہ شریفہ ہذا کی اعانت وامداد کو اپنا فرض قطعی قرار دیا ہے اور اپنی گرہ سے

دینے کے علاوہ مدرسہ ہذا کا بلا اجرت سفیر ہو کر دور دراز علاقوں میں
جا کر چندہ جمع کر کے رقم داخل کیا کرتا ہے۔ "[104]

سید احمد الدین گانگوی کی مدرسہ اسلامیہ سیال شریف کے لئے خدمات کا بطور خاص ذکر کرتے ہوئے خواجہ ضیاالدین سیالوی نے فرمایا۔

"دوسرے جناب مولانا احمد دین صاحب ساکن گانگوی ضلع میانوالی آپ بفضلہ تعالیٰ عالم باعمل ہیں تبحر علمی کے علاوہ اسلامی جوش اور نشر علوم کی محبت آپ کے دل میں موجزن ہے۔ مدرسہ ان کی عنایات کا بیحد ممنون ہے۔ مدرسہ کے آپ روح رواں ہیں۔ ہر طرح سے خدمت مدرسہ کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ اپنے گرہ سے انہوں نے 40 روپے سالانہ مدرسہ کو عنایت فرمائے ہیں۔ چنانچہ اس سال کے 40 روپے آپ کے مدرسہ کو وصول ہو چکے ہیں۔ دیگر حضرات سے بھی امداد پہنچوانے میں بھی مساعی رکھتے ہیں۔ امسال 96 روپے آپ کی معرفت مدرسہ کو وصول ہوئے ہیں اس وقت بھی جلسہ میں 401 روپے پنی گرہ سے عطا فرمائیں گے۔ اس حساب سے سال ہذا میں جناب مولانا نے 156 روپے کی امداد مدرسہ کو پہنچائی۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جزاء عطا فرمائے۔ "[105]

چونکہ خواجہ ضیا الدین سیالوی کے ابتدائی معاونین میں مولانا گانگوی سر فہرست تھے۔ اُن کا تذکرہ کرنے کے بعد خواجہ ضیاالدین سیالوی نے سیال شریف سے وابستہ تمام خانقاہوں اور سجادگان کو وہی طرز عمل اختیار کرنے کی تلقین اور ترغیب دیتے ہوئے کچھ یوں فرمایا۔

"کاش اگر معتقدان آستانہ و خلفاء عظام بھی مثل ہر دو صاحبان مذکورہ مدرسہ کی طرف توجہ فرمائیں وہ بھی اس طرف توجہ دلائیں۔ اور جو صاحبان اس بارگاہ عالیہ سے بالخصوص خلافت یافتہ ہیں ان کا خاص فرض ہے کہ اس مدرسہ شریفہ کی اعانت کو اپنا فرض قطعی قرار دیں مریدوں کو اس کی اعانت کا راغب فرماویں۔ صاحبان اب تو سال ختم ہونے کو ہے اور ایام تعطیلات عنقریب میں مدرسہ شریفہ کا امتحان ہونے ہیں اور جب امتحان ہو گیا اس کے نتیجہ کی آئندہ جلسہ میں اشاعت ہو گی۔"(106)

مدرسین و مفتی اعظم:

رپورٹ کے مطابق حسب ذیل افراد جامعہ اسلامیہ کے مدرسین اور دارالافتاء سے وابستہ تھے۔ سید احمد الدین گانگوی، مفتی اعظم، مولانا مولوی محمد حسین، مدرس اول، مولوی محمد حفیظ اللہ صوفی، مدرس ثانی

دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کا مشاورتی اجلاس اور مجلس منتظمہ کا قیام:

دارلعلوم کو از سر نو بہتر خطوط پر گامزن کرنے کے لئے ایک مشاورتی اجلاس خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالویؒ (م1929ء) کی زیر صدارت منعقد ہوا، جس کی کاروائی کی رپورٹ ماہنامہ شمس الاسلام سرگودھا بابت ماہ فروری 1926ء میں اشاعت پذیر ہوئی، ملاحظہ فرمایئے۔

مورخہ یکم، دو رجب المرجب 1344 مطابق 17-18 جنوری 1926 بمقام سیال شریف اعلیٰ حضرت حضرت اشرف الاولیاء حضرت خواجہ حافظ محمد الدین سیالوی

قدس سرہ العزیز کا عرس مبارک نہایت تزک واحتشام سے منعقد ہوا، مجالس عرس نہایت رونق سے منعقد ہوتی رہیں، مورخہ 2 رجب المرجب کو بنگلہ میں بصدارت حضرت قبلہ عالم سجادہ نشین صاحبؒ علماء ومشائخ کا ایک خاص مشاورتی جلسہ منعقد ہوا، پچاس کے قریب چیدہ چیدہ اشخاص موجود تھے، حضرت مولانا محمد حسین صاحب نے کھڑے ہو کر خطبہ مسنونہ کے بعد دارالعلوم دینیہ سیال شریف کی نازک حالت کا ذکر کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ مدرسہ کی ترقی اور بہبودی کی طرف توجہ مبذول کی جائے ورنہ بحالت موجودہ اس کا وجود اور عدم وجود برابر ہے باہمی تبادلہ خیالات اور غوروخوض کے بعد ایک مجلس منتظمہ قائم کرنا ضروری سمجھا گیا، چنانچہ مجلس کے دستور اساسی اغراض وضوابط وضع کئے گئے اور مندرجہ ذیل عہدہ داران وارکان کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ [107]

صدر و سرپرست: اعلیٰ حضرت قبلہ عالم حضور لامع النور سجادہ نشین صاحب مدظلہ العالی

ناظم: حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عبداللہ صاحب سیالوی

امین: حضرت صاحبزادہ حافظ محمد قمرالدین سیالوی

محاسب: مولانا غلام رسول صاحب منیجر کورٹ آف وارڈز مٹھہ ٹوانہ وترکھانوالہ

ارا کین:

(1) ابوالبرکات صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب سجادہ نشین جلال پور شریف (2) مولانا حافظ محمد حسین صاحب سجادہ نشین مرولہ شریف (3) مولانا مولوی محمود صاحب گنجوی، کنجہ ضلع گجرات (4) مولانا احمد الدین صاحب گانگوی (5) مولانا مولوی محمد حسین صاحب مدرس دارالعلوم دینیہ سیال شریف (6) نواب سر ملک

خدا بخش خان صاحب ٹوانہ بالقابہ (7) خان بہادر میاں محمد حیات صاحب قریشی سی آئی ای (8) ملک محمد مظفر خان صاحب بھچر، رئیس اعظم واں بھچراں، ممبر لیجسلٹو کونسل پنجاب (9) راجہ رحیم اللہ خان صاحب رئیس اعظم داراپور ضلع جہلم (10) ملک امیر حیدر خان صاحب رئیس کفری، وادی سون[108]

معاونین کا فرض ہو گا کہ وہ دار العلوم کے لئے فراہمی سرمایہ کا کام کریں، اراکین مجلس منتظمہ کے ذمہ جملہ انتظام مداخل و مخارج و نصاب تعلیم وغیرہ ہو گا، سال بھر میں دو دفعہ مجلس کا انعقاد ضروری ہو گا اور مجلس کے ارکان سلسلہ چشتیہ کے ارادتمندوں میں سے عرس مبارک کی مجلس عام میں ہوا کریں گے۔ اراکین میں سے پانچ طبقہ علماء، طبقہ رؤساء سے ہوا کریں گے۔[109]

تاسیس ثالث کا اجلاس خواجہ قمر الدین سیالوی کی زیر قیادت ہوا تھا جس کی تفصیلات شمس الاسلام بھیرہ میں شائع ہوئیں۔[110]

مدرسین دور ثالث:

دور ثالث میں جہاں تک ان علماء کا تعلق ہے جو اس مدرسہ میں پڑھاتے تھے، ان میں بہت سے یکتائے روز گار علماء کے نام آتے ہیں، جن میں درج ذیل اسمائے گرامی سر فہرست ہیں:

☆حضرت علامہ مولانا احمد الدین گانگویؒ☆حضرت علامہ مولانا محمد حسین سیالویؒ☆حضرت علامہ مولانا غلام مرشد انگوی سابق خطیب بادشاہی مسجد لاہور☆حضرت علامہ مولانا حفیظ اللہؒ ٹھٹھی میانہ، میانوالی ☆حضرت علامہ مولانا جان محمدؒ قصبہ محمد پورہ، مظفر گڑھ ☆حضرت علامہ مولانا محمد مٹھاؒ، ڈیرہ غازی خان ☆حضرت علامہ

مولانا قمر الدینؒ، بستی چھدڑہ، میانوالی☆حضرت علامہ مولانا غلام مرتضیٰ قریشی ؒ، میانوالی ☆حضرت علامہ مولانا عظمت اللہ سیالویؒ، سیال شریف ضلع سرگودھا ☆حضرت علامہ مولانا محمد دین بدھوی، ضلع راولپنڈی☆حضرت علامہ مولانا مفتی عبد الحق وہویؒ، وہوا ضلع ڈیرہ غازی خان ☆حضرت علامہ مولانا غلام محی الدینؒ، منگڑیل، سرگودھا ☆حضرت مولانا محمد امین ٹکوچیؒ، نکواڑہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (111)

تلامذہ دور ثالث:

اس دور کے طلباء کی ایک منتشر اور نہایت مختصر فہرست "یادایام" میں ملتی ہے، جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

☆شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی☆حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالویؒ☆حضرت خواجہ بدر الدین سیالویؒ☆حضرت مولانا محمد ذاکرؒ، محمدی شریف ضلع جھنگ ☆حضرت مولانا سلطان اعظمؒ، چیچھڑ شریف ضلع خوشاب☆حضرت قاضی غلام نبی خان مانسہرویؒ☆مولوی شیخ نور الدین مرحوم☆حضرت مولانا عبد العزیز گل گوٹیؒ☆حضرت مولانا محمد زاہد اعوانؒ☆حضرت مولانا فضل احمدؒ، شادیہ ضلع میانوالی☆حضرت مولانا احمد علی اعوان جیسلویؒ☆حضرت مولانا غلام مصطفی خان میانوالویؒ، وانڈھی گھنڈ والی میانوالی☆حضرت مولانا سید عطا محمد شاہ کاظمیؒ، مصنف یادایام☆حضرت مولانا حافظ نصیر الدینؒ☆حضرت مولانا عبد الحق وہویؒ☆حضرت مولانا عبد العزیز وہویؒ☆مولوی غلام یٰسین جوڑا، ساکن واں بھچراں، ضلع میانوالی (112)

یہ ایسے علماء ہیں جنہوں نے اپنے آبائی علاقوں میں جاکر مدارس دینیہ جاری کئے

اور اس طرح مسلمانوں میں اخلاقی پستی اور ملی انتشار کو دور کرنے اور مسلمانوں کو ایک زندہ قوم بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان علماء کے قائم کردہ مدارس میں سے قابل ذکر یہ ہیں۔

☆دار العلوم جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ ☆مدرسہ دینیہ، وہوا ضلع ڈیرہ غازی خان ☆مدرسہ دینیہ واں بھچراں ضلع میانوالی ☆مدرسہ دینیہ، بونیر، سوات۔

ان مدارس نے پنجاب کے مسلمانوں کی جتنی بھی دینی اور علمی خدمات کیں، اس سب کی بنیاد دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سے اٹھی، تحریک خلافت اور تحریک پاکستان کے دوران اگرچہ مدرسہ بعینہ سالک کی حالت قبض کی طرح زوال کا شکار ہوا لیکن پاکستان بننے کے بعد یہ مدرسہ پھر اپنی ترقی کی منزلیں طے کرنے لگا اور علمی تحریک جو حضرت خواجہ شمس العارفینؒ نے ایک چھوٹے سے مدرسہ سے چلائی تھی، آج عظیم الشان دارالعلوم کی صورت میں جلوہ گر ہے۔ صاحب فوزالمقال نے اپنی کاوش سے دور ثالث کے جن تلامذہ کے اسماء تک رسائی حاصل کی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مادر علمی دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف سے فیض یافتگان کی مذکورہ بالا تعداد کے علاوہ جہاں تک مؤلف کی تلاش تفحص کا تعلق ہے، حسب ذیل اصحاب کے نام معلوم ہوسکے جن میں سے اکثر کے مشاغل علمی کا پتہ نہ چل سکا۔ ☆حضرت علامہ منتخب الحق قادریؒ، کراچی ☆حضرت مولانا حافظ محمد علی چشتیؒ، سرکی ضلع خوشاب ☆حضرت مولانا افتخار احمد، شعبہ اسلامیات، کراچی، یونیورسٹی، کراچی ☆حضرت مولانا فقیر احمد قندھاریؒ ☆حضرت مولانا ہراتی شاہؒ، افغانستان ☆حضرت مولانا کابلی شاہؒ، کابل، افغانستان ☆حضرت مولانا محمد عظیمؒ، مدرس بہاروالا [113]

ڈاکٹر صحبت خان نے بجا لکھا ہے کہ اگر غور کیا جائے تو یوں لگتا ہے کہ تیرہویں صدی کے پہلے نصف میں سیال شریف میں علم دین کی یہ شمع روشن نہ ہوتی تو پنجاب کی کل آبادی نہیں تو تین چوتھائی آبادی تو ضرور دینی علوم کے حصول سے محروم رہ جاتی۔ (114)

خدام ودراویش:

حضرت مجاہد ملت ضیاء العارفین خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی کے دور ہمایوں میں خانقاہ سیال شریف میں مقیم خدام ودراویش کے حال پر آپ کی توجہ وعنایات ظاہری، باطنی ایسی تھی کہ ہر ایک یہی خیال کرتا تھا کہ مجھ سے زیادہ کسی کے ساتھ محبت وشفقت نہ ہوگی، کاملین جو متخلق باخلاق اللہ ہیں، ان کی یہی خوبی اور صفت ہوتی ہے۔

شکر فیض تو چمن چوں کندا اے ابر بہار
کہ اگر خار واگر گل ہمہ پروردہ تست

آپ کے خادموں اور درویشوں کی فہرست میں جو حضرات شامل ہیں، ان کے نام کچھ اس طرح ہیں۔ (115)

1۔ منشی غلام حیدر مرحوم، محرر ومختار کار۔2۔ حضرت مولانا احمد الدین گانگویؒ، مفتی ومدرس3۔ حضرت احمد دین لانگریؒ، انچارج لنگر خانہ (م 1928ء)4۔ حضرت میاں ملوک علی شاہ کاظمیؒ، مختار عام5۔ منشی امیر بخش ساہی والیؒ، محرر ومنشی6۔ خان جہان خان موسیٰ خیلویؒ، (م 1392ھ)7۔ حضرت مولانا ظہور احمد بگوی بھیرویؒ، مصاحب وخلیفہ8۔ حضرت مولانا محمد امین ٹکوچیؒ، امام ومدرس9۔ حافظ جلال الدین اعوان،

موذن 10۔ حضرت نصیر الدین انگویؒ، خادم خاص [116]

دار الافتاء:

حضرت مجاہد ملت ضیاء العارفین خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالویؒ، علوم ظاہری وباطنی میں یگانہ روز گار تھے، آپ نے امور شریعت میں خانقاہی مراجعین کی ہمہ وقتی اور بلامعاوضہ رہنمائی کے لئے ایک دار الافتاء قائم کیا، اپنی مصروفیات کی وجہ سے جو رشد وہدایت اور ارشاد و تلقین سلوک نیز قومی وملی خدمات وغیرہ پر مشتمل تھیں، فتویٰ نویسی کا کام خانقاہ پر مقیم متبحر علماء کرام کے سپرد کیا ہوا تھا اور فتویٰ کی تکمیل کے بعد آپ خود ملاحظہ فرمالیا کرتے تھے۔ آپ کے دور ہمایوں میں درج ذیل افاضل اس عہدہ پر فائز رہے۔

1۔ حضرت مولانا احمد الدین گانگویؒ:

آپ کے تبحر علمی کے پیش نظر حضرت ثالث خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی نے آپ کو خانقاہ سیال شریف کا مفتی اعظم اور قاضی القضاۃ مقرر فرمایا اور آپ نہایت محنت اور کامیابی سے یہ فرائض سر انجام دیتے رہے۔[117]

برکات سیال میں ہے:

> سیال شریف فتاویٰ لکھنے کا کام انہی کے سپرد ہے، جواز سماع میں حضور کے ارشاد بلکہ آپ سے چند اشارے لے کر ایک رسالہ لکھا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔[118]

2۔ شہید حریت علامہ مولانا محمد حسین سیالویؒ:

تدریس کے ساتھ ساتھ آپ دار الافتاء میں بھی شریعت الٰہی کے مطابق بر صغیر سے آمدہ استفتاء کے جوابات تحریر فرمایا کرتے۔

سید احمد الدین گانگوی کے معروف تلامذہ: مختصر احوال و آثار

1۔ سید نور الزمان شاہ کوٹ چاندنہ:

مدرسہ گانگی میں جن افاضل نے مولانا گانگوی سے اکتساب فیض کیا ان میں سر فہرست سید نور الزمان شاہ ہیں۔ سید طارق مسعود نے فہرست تلامذہ میں پہلا نام سید نور الزمان کا لکھا ہے۔(119)

جب آپ مولانا گانگوی سے پڑھنے کے لئے آئے تو کئی سال تک مدرسہ گانگوی مقیم رہے، چونکہ آپ عابد شب زندہ دار تھے اور روحانی اور ادو ظائف میں یگانہ روزگار تھے اس لئے مولانا گانگوی نے بعض تعویذات کی آپ سے اجازت بھی لی۔ مجربات احمدیہ قلمی مولفہ مولانا احمد الدین گانگوی میں وہ تعویذات سید نور الزمان شاہ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے موجود ہیں۔ سید نور الزمان کے وصال کے بعد ان کے ہونہار فرزند سید فخر الزمان شاہ تمام ملی مذہبی تحریکات میں مولانا گانگوی کے ہمراہ رہے۔ سید فخر الزمان شاہ اپنے فتاویٰ نظر ثانی کے لئے مولانا گانگوی کے پاس بھیجا کرتے اور مولانا گانگوی اپنی کتب پر ان سے تقاریظ لیا کرتے، الشعلۃ الجباریہ قلمی پر سید فخر الزمان شاہ صاحب کی تقریظ موجود ہے۔ اس کے علاوہ ایک صدی تک مستحکم رہنے والے یہ تعلقات گانگوی خاندان اور کوٹ چاندنہ خانوادہ کے مابین ایک علمی رابطے کا ذریعہ رہے۔ سید نور الزمان شاہ تیس سال سے زائد عرصہ تک تحصیل علم کے لئے ہند کے

مختلف مدارس علمی کی صحرا نوردی کرتے رہے، واپس پلٹے تو اس قدر پختہ کار ہوئے کہ ایک جہان نے ان سے علمی وروحانی استفادہ کیا، آپ سے استفادہ کرنے والے معروف تلامذہ اور اجازت خلافت پانے والے معروف مشائخ کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

تلامذہ :

مولانا اکبر علی چشتی میروی، شیخ الجامعۃ غلام محمد گھوٹوی، مولانا عبد الرحمن کیمبل پوری، پیر غلام نصیر الدین خواجہ آبادی، علامہ پیر فخر الزمان شاہ، مولانا محمد حیات مندہ خیلوی

خلفاء:

مولانا سید فخر الزمان شاہ، مولانا محمد امین کشمیری ، مولانا عبد الرزاق بخارا، مولانا سراج محمد لنڈی مردان (120)

شیخ الجامعہ غلام محمد محدث گھوٹوی جیسے افاضل نے سید نور الزمان شاہؒ سے استفادہ کے لئے چکی (لاوہ) جیسے دور افتادہ قریے کا سفر اختیار کیا۔ پروفیسر غلام نصیر الدین اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ تمل ضلع میانوالی کے علاقے میں ایک پہاڑ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ایک خانقاہ ہے۔ اس مقام کا نام چکی شیخ ہے۔ وہاں ایک نامور مدرس مولانا مولوی نور الزمانؒ آف کالاباغ اپنے پیر زادہ کو پڑھانے پر مامور تھے، شوقِ علم، حضرت گھوٹویؒ کو وہاں بھی کشاں کشاں لے گیا، وہاں آپ کو عجیب و غریب صورت حال کا سامنا کرنا پڑا، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ان ایام میں دو قدیمی طلباء حضرت مفتی عطاء محمد رتویؒ اور مولوی نور احمد بھکریؒ

حضرت شیخ الاسلامؒ سے متاثر ہو کر سفر و حضر میں آپ کے ساتھی بن گئے تھے۔ جب حضرتؒ چکی شیخ پہنچے تو مولانا مولوی نور الزمانؒ نے حضرتؒ کے قد و قامت کو دیکھ کر انہیں پڑھانے سے تو معذرت پیش کر دی مگر مفتی عطاء محمد اور مولوی نور احمد کو پڑھانے پر از خود رضا مند ہو گئے، لیکن ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم تو صرف اور صرف علامہ غلام محمد گھوٹویؒ سے ہی پڑھنے کے لئے ان کے ساتھ قریہ قریہ پھر رہے ہیں۔

یہ سن کر حضرت مولانا نور الزمانؒ بہت حیران تو ہوئے مگر حضرت گھوٹویؒ کو پڑھانے کی حامی بھر لی۔ پیر زادہ صاحب کے زیر درس کتاب صدرا کا صرف ایک نسخہ دستیاب تھا۔ مگر پیر زادہ صاحب وہ نسخہ تھوڑے وقت کے لئے بھی حضرت گھوٹویؒ کو دکھانے کے روادار نہ تھے، حضرت نے اس کا حل یہ نکالا کہ رات کو جب پیر زادہ صاحب اپنے اتالیق مولوی صاحب کے ساتھ بیٹھ کر مطالعہ کا شغل فرماتے تو آپ ان کے پیچھے کھڑے ہو کر متعلقہ صفحات کو پڑھ لیتے جس سے وہ ساری عبارت آپ کے حافظہ میں نقش ہو جاتی، بعد ازاں آپ الگ بیٹھ کر اس عبارت میں خوب غور و فکر کرتے اور اس کے معانی اور مطالب کا تفحص فرماتے، یہ ایک مشکل ترین صورت حال تھی مگر حصول علم کی لگن ایسی زبردست تھی کہ آپ یہ سب کچھ برداشت کرتے رہے۔(121)

2۔ مولانا محمد اکبر علی چشتی میرویؒ (م1956ء):

مولانا محمد اکبر علی بن مولانا غلام حسین بن محمد عثمان بن مولانا میاں محمد الیاس بن خدایار بن میاں محمد عبد اللہ 1351ھ بمطابق 1884ء موجودہ ضلع میانوالی

کے شہر میانوالی (سابقہ ضلع بنوں کے علاقہ بلوخیل) میں پیدا ہوئے۔ مولانا اکبر علی کے اساتذہ میں صدر العلماء قاضی القضاۃ، مولانا احمد الدین گانگوی فرنگی محلی، مولانا سید نور الزمان شاہ کوٹ چاندنہ اور مولانا محمود الحسن دیوبندی نمایاں ہیں۔ معقولات و منقولات کی اکثر کتب مدرسہ اسحاقیہ گانگویہ میں سید العلماء مولانا احمد الدین گانگوی سے پڑھیں۔ (122)

پھر مولانا گانگوی کے ہی تلمیذ رشید مولانا سید نور الزمان شاہ، کوٹ چاندنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ وہاں رہے ازاں بعد سند فراغ کے لئے دار العلوم دیوبند کارخ کیا۔ تحصیل علوم کے بعد بہت سے دروازے آپ کے لئے کھلے تھے، بیشتر مدارس میں آپ تعلیم و تدریس کا شوق پورا کر سکتے تھے، پوری تعظیم و تکریم بھی ہوتی اور مشاہرہ بھی ملتا لیکن آپ کا فیصلہ ہی تھا کہ اپنے آبائی شہر ہی کو مرکز تعلیم و تدریس بنایا جائے، چنانچہ میانوالی تشریف لائے اور محلہ زادے خیل کی چھوٹی سی مسجد میں امامت و خطابت سنبھالی، ساتھ ہی حلقہ درس قائم فرمایا۔ 1906ء میں قطب دوراں حضرت خواجہ احمد میروی چشتی کے دست حق پرست پر مشرف بہ بیعت ہوئے اور سلوک کی تمام منازل شیخ کامل کی براہ راست نگرانی میں طے کیں۔ 1907ء میں آپکو خلافت چشتیہ میرویہ سے نوازا گیا۔ (123)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ نے بھی سلسلہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرما کر خلافت سے نوازا۔ مولانا اکبر علیؒ کو حضرت غوث الاعظمؓ کی ذات بابرکات سے بے پناہ عقیدت تھی آپ فنافی الغوث تھے آپ نے اپنے دونوں فرزندوں مولانا غلام جیلانی (م1984ء) اور مخدوم غلام ربانی (م1993ء) کے نام بھی نسبت غوثیہ سے

رکھے، مدرسہ کانام بھی مدرسہ اسلامیہ لحذام غوثیہ رکھااور اپنے لنگر کانام بھی لنگر غوثیہ پسند و تجویز فرمایا۔ جلد ہی آپ کی جلالت علمی کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ طلباء تحصیل علوم اور عوام وخواص تحصیلِ فیوض کے لئے جوق درجوق آپ کی بارگاہ ناز میں حاضر ہونے لگے۔ مدرسہ میں مولوی شہباز خان(فاضل دیوبند)، مولانا احمد خان روکھڑی(فاضل سہارن پور)، مولوی میاں محمد میروی (فاضل سہارن پور)اور مولانا چراغ علی جیسے فاضل تدریس پر مامور تھے، حضرت خواجہ محمد اکبر علی خود حدیث پاک اور مثنوی شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ علم حدیث میں آپکو بڑا کمال حاصل تھااور ایک ایک حدیث پر سند و متن اور روایت و درایت کے اعتبار سے انتہائی مدلل بحث فرماتے تھے۔ (124)

آپ کے چند میسر مشاہیر تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:☆ خواجہ خواجگان حضرت باباعبد الغفور دریوی دریائے رحمت شریف اٹک ☆حضرت مولانا الحافظ غلام جیلانی صاحب ☆حضرت مولانا میاں فضل احمد گیلانی ☆حضرت علامہ عبد الکریم چشتی ☆مظہر الاولیاء حضرت حافظ پیر محمد مظہر قیوم صاحب پپلاں شریف☆مولانا قاضی نور احمد صاحب ڈھبوی،ڈھبہ شریف تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال☆ حافظ مولاناعبدالحسیب صاحب مدرسہ حفظ القرآن مسجد لوہاراں وڑچھہ ضلع خوشاب☆مولانانذر محمد قریشی جامع مسجد فوجیاں بھکر☆مولانا گل محمد صاحب میرا شریف ضلع اٹک☆مولانا قریشی امیر احمد صاحب ٹبہ قریشیاں ☆مولانا محمد اکبر خان صاحب روکھڑی ضلع میانوالی☆مولانا قریشی نیک محمد صاحب دلیوالی ضلع میانوالی☆مولانا صوفی کرم علی صاحب فیصل آباد☆مولانا غلام حیدر شاہ دلیوالی

میانوالی☆مولانا حافظ محمد خان صاحب چکڑالہ ☆مولانا محمد اولیاء خان لیٹی ☆مولانا عبد الرحمن صاحب ڈھیریارووالہ ☆مولانا نور محمد صاحب چکڑالہ ☆ صاحبزادہ محمد عبد المالک چشتی کے مطابق پروفیسر حافظ محمد اجملؒ (صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج لاہور)، مولانا قریشی غلام حسین صاحب داؤد خیل، مولانا قریشی قمر الدین صاحب واں بھچراں اور مولانا قریشی غلام محمد وردی صاحب سوانس نے بھی خواجہ محمد اکبر علی چشتی میروی سے اکتساب فیض کیا۔(125)

مولانا اکبر علی 27 جمادی اولیٰ 1376ھ بمطابق 29 دسمبر 1956ء کو واصل بحق ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ کمیٹی باغمیانوالی کے وسیع میدان میں آپ کے استاد محترم مفتی اعظم سید احمد الدین گانگویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں اک انبوہ کثیر نے شرکت کی آپ کا مزار انور آپ کی عظیم یادگار اکبر المساجد کے پہلو میں بنایا گیا۔(126)

خواجہ اکبر علی کے معروف تلامذہ کے مختصر احوال و آثار:

(i) حضرت خواجہ غلام جیلانی چشتی میروی (م 1984ء):

حضرت خواجہ غلام جیلانیؒ بن خواجہ محمد اکبر علی 1909ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا محمد اکبر علیؒ غوثِ اعظم سید شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اسی نسبت سے آپ کا نام غلام جیلانی تجویز فرمایا۔ حضرت الحاج غلام جیلانیؒ جن کو حضور اعلیٰ اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے۔ ان کی تربیت خالصتاً دینی ماحول میں فرمائی۔ مکتب کی ابتدائی تعلیم اور حفظِ قرآن مجید کے لئے خصوصی انتظام فرمایا۔ حفظِ قرآن مجید کے لئے حافظ قاری شجاع الدین لاہوری کو استاد مقرر فرمایا اور درس نظامی کی ابتدائی

کتب مولانا شہباز خان بلند شہر اور مولانا گل محمد میروی سے مدرسہ اسلامیہ لخذام غوثیہ (جامعہ اکبریہ) بلا کر محنت شاقہ سے پڑھوائیں۔ خود خواجہ محمد اکبر علی نے بھی معقولات و منقولات کی بعض کتابیں پڑھائیں۔ درجہ موقوف علیہ و احادیث کے دورہ کے لئے جامعہ اسلامیہ امروہہ ہندوستان تشریف لے گئے۔ 1942ء میں علومِ دینیہ سے فارغ التحصیل ہو کر میانوالی واپس تشریف لائے۔[127]

1947ء تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی کے ہمراہ پورے ضلع میں دورے کر کے رائے عامہ کو پاکستان کی حق میں ہموار کیا۔ قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی آبادکاری کے لئے معززین شہر کی جو کمیٹی تشکیل دی گئی، حضرت مولانا اس کے ممبر بنائے گئے۔ انجمن اسلامیہ میانوالی کے بانی ارکان میں آپکا نام شامل ہے۔ مولانا غلام فخر الدین گانگویؒ کے ساتھ ملکر انجمن اسلامیہ کے اصول وضوابط مقرر فرمائے۔ دسمبر 1956 میں حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ کے وصال کے بعد ان کے سجادہ نشین مقرر ہوئے اور ان کے چلائے ہوئے مشن کو آگے بڑھا کر ترقی سے ہمکنار فرمایا۔ حضورِ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ نے اپنے خانوادے کا روحانی رشتہ دربارِ میرویہ سے مستحکم رکھنے کے لئے 1942ء میں حضرت الحاج الحافظ غلام جیلانیؒ کی بیعت حضرت مولانا احمد خانؒ المعروف حضرت ثانی سے کرائی۔ یہ روحانی سلسلہ تا انتقال حضرت ثانی قائم رہا، بعد از انتقال ہر سال مع قافلہ احباب عرس شریف پر تشریف لے جاتے اور عرس کے انتظام میں بھرپور حصہ لیتے۔ آپ کو خلافت چشتیہ اپنے والدِ گرامی حضرت خواجہ محمد اکبر علی کی طرف سے عطا فرمائی گئی۔ 1956ء سے 1984ء تک اس سلسلہ کو بڑے وقار واحتشام سے چلایا۔

آپ زندگی بھر مشائخ چشتیہ کے معمولات پر پابند رہے۔ نماز تہجد کے بعد قرآن پاک کی تلاوت ان کا معمول تھا۔ نماز فجر خود پڑھاتے اور اس کے بعد درودِ مستغاث، مسبعات عشر، دعا کبیر، سلسلہ چشتیہ کے علاوہ دلائل الخیرات شریف کی تلاوت روزانہ کے ورد میں شامل تھی۔ مثنوی مولانا روم کے علاوہ فارسی ادب سے خصوصی دلچسپی رکھتے تھے۔ اوائل عمر میں یہ اسباق طلباء کو خود پڑھاتے تھے، نمازِ چاشت کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتے۔ مہمانوں کے لنگر کا خاص خیال رکھتے تھے۔ صبح شام گھر سے کھانا منگوا کر اپنے ہاتھوں سے تقسیم کرنا باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ آپ کا وصال مبارک 7 جنوری 1984ء بمطابق 3 ربیع الثانی 1404ھ کو ہوا۔ آپ کا جنازہ ہاکی سٹیڈیم میانوالی میں پڑھا گیا۔ جنازہ کی امامت پیر محمد مظہر قیوم نے فرمائی۔ حدِ نگاہ تک انسانوں کا سمندر موجزن تھا، شہر کے بازار اور دکانیں بند تھیں، ہر آنکھ اشکبار نظر آرہی تھی۔ آپ کو حضورِ اعلیٰ کے پہلو میں، جامع اکبریہ میانوالی کے متصل دفن کیا گیا۔[128]

(ii) حضرت خواجہ حافظ میاں فضل احمد گیلانی (م 1981ء):

آپ 1901ء بمطابق 1319ھ کو محلہ میاں فتح محمد میانوالی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے حفظ القرآن اپنے مدرسہ میں حضرت مولانا حافظ مظفر خانؒ سے کیا اور دیگر مروجہ علوم وفنون اپنے حقیقی ماموں حضرت خواجہ مولانا اکبر علی چشتی میرویؒ (م 1956ء) سے حاصل کئے۔ چودہ برس کی عمر میں والد ماجد کی شفقت سے سے محروم ہوگئے اور آپ کی دیکھ بھال اور تربیت کا ذمہ اپ کے محسن ماموں جان نے اٹھایا۔ آپ نے مجاہد اعظم ضیاء العارفین حضرت خواجہ حافظ الحاج محمد ضیاء الدین سیالویؒ کے دست

مبارک پر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت ہو کر خلافت پائی۔[129]

آپ نے اپنے مرشد کریم کے ارشاد پر جامع مسجد کی امامت اور نگرانی کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔ 67 سال مسجد کی خدمت کی۔ آپ صوم وصلوۃ، معمولات ووظائف اور شریعت مطہرہ کے انتہائی پابند تھے۔ اعلیٰ اخلاق وکردار کے مالک تھے۔ اپنے شیخ کریم کے عاشق صادق تھے۔ آپ بڑے عابد وزاہد، متقی اور سخی تھے۔ غریب پرور، شفیق ومہربان اور عجز وانکساری کا پیکر تھے۔ آپ 19 جنوری 1981ء بروز دوشنبہ کو فوت ہوئے۔ قبر انور جامع مسجد میاں فتح محمد میں مرجع خلائق ہے۔[130]

(iii) حضرت علامہ حافظ عبد الکریم چشتی (م1974ء):

علامہ حافظ عبد الکریم چشتی موچھ (میانوالی)،1280ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ نے قرآن مجید موضع تری خیل میں حافظ محمد اسماعیل سے حفظ کیا۔ صرف ونحو کی ابتدائی کتب ضلع اٹک میں پڑھیں علاوہ ازیں حضرت میاں علی محمد شاہؒ اور حضرت خواجہ محمد اکبر علی میرویؒ (م1956ء) سے کتب دینیہ پڑھنے کے بعد ہندوستان کا رخ کیا اور یوپی میں مختلف افاضل سے اکتساب فیض کیا اور سند فراغت حاصل کی۔ فتح جنگ میں حضرت قاضی نور حسین فتح جنگیؒ سے بھی علم حاصل کیا۔ میرا شریف میں بھی زیر تعلیم رہے۔ بستی کھوکھر ضلع ڈیرہ غازی خان میں بھی پڑھتے رہے۔ ترجمہ وتفسیر کے سلسلہ میں حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گیلانیؒ (م1937ء) سے اکتساب فیض کیا۔ آپ کی بیعت شمس العارفین حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالویؒ (م1300ء) سے تھی۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ملتان میں کافی عرصہ تدریس فرمائی بعد ازاں چنیوٹ کی چٹی مسجد میں تاحیات مستقل مقیم

رہے۔ آپ سے مقامی کالجز کے طلباء عربی کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ چنیوٹ میں 1970ء کے عشرہ میں علیل ہوئے اور واپس اپنے وطن موچھ تشریف لے گئے۔ آپ نے محلہ اسلام پورہ موچھ میں 15 مارچ 1974ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار شریف موازوالہ شریف موچھ میں واقع ہے۔[131]

(iv) حضرت خواجہ محمد عبد الغفور دریا شریفؒ (م 1397ھ):

آپ کی پُوری زندگی عبادت وریاضت اور مُجاہدہ میں گزری۔ آپ نے قرآن مجید شکر درہ شریف میں حفظ کیا۔ حِفظ کے بعد حُصولِ علم دین کے لیے مختلف مقامات پر تشریف لے گئے۔ بعض کتابیں خواجہ محمد اکبر علی چشتی میروی سے پڑھیں۔ اس کے علاوہ جن مقامات پر حصول علم کے لئے تشریف لے گئے ان میں کامرہ، اکھوڑی، رام پور اور دہلی شامل ہیں۔ آپ طالب علمی کے دَور میں ہی تقویٰ وطہارت کا پیکر تھے۔ اور تمام زندگی مجاہداتِ شاقہ میں گزاری۔ آپ کی پہلی بیعت بھی مانکی شریف میں ہے۔ بعد میں آپ سواگ شریف حضرت غلام حسن سواگ (م 1358ھ) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بیعت فرمائی۔[132]

آپ جب بھی دربارِ عالیہ پیر سواگ پر حاضر ہوتے تو کیمبل پُور (اٹک) سے باوضو ہو کر گاڑی پر سفر کرتے۔ اور کروڑ سٹیشن پر اُتر کر پیدل دربار شریف تک چلتے۔ جب حضرت پیر سواگؒ کے مزار شریف پر روضہ تیار ہو رہا تھا تو دریا شریف سے طلباء لے کر آپ حاضر ہوتے اور اپنے ہاتھ سے خود کام کرتے۔ حضرت ثانی صاحب خواجہ غلام محمد سواگوی (م 1382ھ) نے آپ کو سلاسِل اربعہ میں خلافت عطا فرمائی۔ آپ نے اپنی مسجد تین منزلہ بنوائی تھی اس خیال سے کہ دریا شریف گاؤں کی کوئی عمارت

اللہ کے گھر سے اونچی نہ ہو۔ پوری زندگی کسی شخص سے مسجد یا مدرسہ کے لیے آپ نے کوئی پیسہ نہیں لیا۔ آپ کا مزار پُر انوار دریائے رحمت شریف میں مرجعِ عوام و خواص ہے۔ آپ کے تمام صاجزادگان خِدمتِ دینِ متین میں آج بھی شب و روز مصروف ہیں۔ جو چشمہ فیض حضرت خواجہ صاحب نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں جاری فرمایا تھا، آج بھی تشنگانِ معرفت کو سیراب کررہاہے۔ دریاشریف میں دینی مدرسہ قائم ہے۔ جِس میں قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں آج بھی سامعہ نواز ہو رہی ہیں۔ اور اس دینی وروحانی مرکز میں درس و دریس، افتاء اور تصنیف و تالیف کا کام جاری ہے۔(133)

(v) حضرت پیر محمد مظہر قیومؒ (م 2009ء):

آپ 1935ء میں چکی شریف داخلی لاوہ تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان اور علاقہ کافی عرصہ تک علم و حکمت کا مرکز رہا۔ حضرت خواجہ حسن سواگ چکی شیخ جی میں علمی استفادہ فرماتے رہے۔ علومِ ظاہری کی تکمیل آپ نے اپنے زمانہ کے مشہور اساتذہ سے فرمائی جن میں مولانا خواجہ محمد اکبر علی چشتی میروی، خواجہ غلام جیلانی، مفتی محمد حسین شوق، مولانا شیخ الحدیث فیض احمد فیض (صاحب مہر منیر) اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب شامل ہیں۔ آپ کا زندگی بھر معمول رہا کہ ہر سال اپنے مشفق استاذ خواجہ محمد اکبر علی چشتی میروی کے عرس مبارک کے موقع پر حاضری دیا کرتے۔ آپ کو خرقہ خلافت کی نعمت حضرت خواجہ عبدالغفور دریائے رحمت شریف سے عطا ہوئی۔ آپ کو تینوں سلسلوں، قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کے مناقب بے شمار اور فضائل

لاتعداد ہیں۔ مشائخ کرام اور اولیائے عظام سے آپ کو والہانہ محبت تھی، آپ نے تقریباً ساری زندگی فرض نمازیں باجماعت ادا فرمائیں، ساری زندگی تہجد، اشراق، چاشت اوابین اور بعد از نمازِ عشاء صلوۃ التسبیح آپ کے معمولات میں شامل رہیں۔

ہر نماز کے بعد ختم خواجگان، سلسلہ عالیہ قادریہ، نقشبندیہ اور چشتیہ کے اسباق و وظائف کے علاوہ حزب البحر، دلائل الخیرات اور قصیدہ غوثیہ کے وظائف بھی آپ کے معمولات میں شامل تھے۔ قرآن پاک سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ رمضان المبارک میں آپ چار قرآن پاک کا ختم بصورت جماعت ادا فرماتے، جن میں ایک صلوۃ التراویح میں، دوسرا بعد از نماز تراویح بصورت نوافل، تیسرا اوابین میں اور چوتھا بصورت تہجد ادا فرماتے، گردے کی تکلیف سے قبل آپ پورا قرآن پاک 29 ویں رمضان المبارک دو رکعت میں ادا فرماتے۔ آپ ہمیشہ سفید لباس زیب تن فرماتے، سر پر سفید عمامہ سجاتے اور سفید چادر اوڑھے سر کو جھکائے رکھتے، چشم تر، آہ سرد، رنگ زرد کا عملی نمونہ تھے۔ دھیمی اور پُر سوز آواز میں کلام فرماتے۔ آپ نے 23 رمضان المبارک 1430ھ بمطابق 14 ستمبر 2009ء بروز پیر وصال فرمایا، روزنامہ نوائے وقت لاہور 16 ستمبر 2009 کے مطابق آپ کے جنازہ کے شرکاء کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ آپ کا مزار مبارک پپلاں شریف ضلع میانوالی میں مرجع ء خلائق ہے۔ (134)

مذکورہ بالا علماء خمسہ خواجہ اکبر علی کے شاگرد ہوئے اور اس طرح ایک واسطے سے سید احمد الدین گانگوی کے شاگرد شمار ہوتے ہیں۔ مولانا گانگوی کے دیگر معروف تلامذہ کے احوال حسب ذیل ہیں۔

3۔ شیخ محمد زاہد محدث افغانی:

شیخ محمد زاہد محدث افغانی کا شمار بھی مولانا گانگوی کے ان تلامذہ میں کیا جاتا ہے جنہوں نے مدرسہ گانگی میں مولانا گانگوی سے اکتساب فیض کیا۔ مولانا زاہد افغانی پڑھنے کے لئے آئے تو پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ تمام معقولات و منقولات کی تکمیل مولانا گانگوی سے کرنے کے بعد مدرسہ گانگوی میں مدرس مقرر ہوئے جب گانگی زیر آب آیا اور مدرسہ گانگی، جامعہ شمس العلوم میں تبدیل ہوا تو مدرسہ شمس العلوم میں شیخ محمد زاہد تیس سال سے زائد عرصہ تک تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ کا مرقات پر لکھا ہوا، ایک حاشیہ گانگوی لائبریری میں موجود ہے۔ انتہائی افسوس کہ آپ کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے۔

4۔ مولانا محمد رمضان کلوری (م 1957):

مولانا گانگوی کے معروف تلامذہ میں ایک نام مولانا محمد رمضان کلوری کا ہے، قیام گانگوی کے دور میں آپ بھی حصول علم کے لئے مولانا گانگوی کے پاس آئے۔ مولانا شمس الدین کی ایک قلمی تحریر کے مطابق 1903 میں مدرسہ گانگی کے طلبا کی تعداد تین سو سے زائد تھی اور یہ وہی دور تھا جس میں مولانا اکبر علی (م 1956ء)، مولانا کلوری (م 1957ء) اور مولانا امیر علی گانگوی (م 1964ء) جیسے افاضل مدرسہ گانگی میں پڑھتے تھے۔ مولانا رمضان کلوری کے حالات انوار سیال میں تفصیلاً موجود ہیں۔ آپ کی ولادت کلور شریف میں 1875ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مقامی اساتذہ قاضی خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی پھر حضرت خواجہ احمد الدین گانگوی سے پڑھتے رہے 1902ء میں مکھڈ شریف سے علوم متداولہ کی تکمیل کی بعد از فراغت

علوم متداولہ آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ [135]

آپ کے معروف تلامذہ میں درج ذیل علماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
حضرت مولانا کمال الدین خواجہ آبادی، مولانا محمد یعقوب پٹھان، حضرت مولانا محمد سرور پٹھان، مولانامیاں عطا محمد میانہ، مولانا محمد شفیع قریشی، مولانا محمد مزمل شاہ قریشی، مولانا قاضی نجیب اللہ قریشی، مولانا مفتی زین العابدین ، مولانا سید امیر میانہ، میانوالی۔ آپ کی بیعت حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی سے تھی، آپ کا وصال 1957ء میں ہوا۔ [136]

5۔ مولانا سید امیر علی گانگوی (م1964ء):

آپ محقق و شاعر سید نصیر شاہ کے والد ہیں۔ آپ نے کچھ عرصہ مدرسہ گانگوی میں مولانا گانگوی سے اکتساب فیض کیا پھر مولانا گانگوی کے ہمراہ مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام میں چلے گئے۔ دور طالب علمی میں مولانا گانگوی کے ایماء پر مسئلہ علم غیب پر مبسوط کتاب تحفہ لاریب فی تقاسیم علم غیب لکھی۔ [137]

جس پر اس زمانہ کے اکابر علماء نے تقاریظ لکھیں ان میں سے بعض کے اسماء حسب ذیل ہیں :

مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا یار محمد بندیالوی، مولانا غلام محمود پپلانوی، مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، مولانا حسام الدین رکھی نمل [138]

آپ کے مفصل حالات سابقہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔

6۔ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی (م 1401ھ):

خواجہ قمر الدین سیالوی، آپ کے ان تلامذہ میں شامل ہیں، جن کی ”رسم بسم اللہ“ بھی مولانا گانگوی سے کرائی گئی۔ مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام کے ابتدائی سالوں میں خواجہ قمر الدین سیالوی نے درسی علوم کی ابتداء کی۔ سال نو کی کلاسز کے اجراء کے لئے ایک عظیم الشان تقریب بصدارت خواجہ غریب نواز خواجہ ضیاء الدین سیالوی منعقد ہوئی۔ اس مجلس مبارک میں تمام سجادہ نشینان وابستہ آستانہ عالیہ سیال شریف کو مدعو کیا گیا۔ گولڑہ شریف، مرولہ شریف، بگوی خانوادہ، جلال پوری مسند علم، چکوڑی شریف، خواجہ آباد شریف، بھیروی خانوادہ سمیت تمام سادات ومشائخ کرام مجلس افتتاح میں موجود تھے۔ تمام طلبا کو سامنے بٹھا دیا گیا۔ ایک طالب علم آتا اور پھر سجادہ نشینان میں سے ایک بزرگ اسے درسیات کی ابتدا کراتے بروایت مولانا احمد الدین گانگوی، خواجہ ضیا الدین سیالوی کی قلبی خواہش تھی کہ خواجہ قمر الدین کی ابتداء مولانا گانگوی کے ہاتھوں کرائی جائے مگر تمام وابستگان آستانہ عالیہ سیال شریف کے روبرو مصلحتاً وہ اس خواہش کا اظہار نہ کرسکتے تھے۔ قدرتاً ایسا ہوا کہ جب صاحبزادہ خواجہ قمر الدین حلقہ طلبا سے اٹھ کر سامنے آئے تو خلفائے آستانہ کی طرف سے مولانا گانگوی کی باری تھی۔ یوں خواجہ صاحب کی خواہش بھی پوری ہو گئی اور خواجہ قمر الدین کی ابتداء درس مولانا گانگوی کے حصے آئی۔

خواجہ قمر الدین سیالوی اگرچہ آپ کے شاگرد تھے لیکن جب مسند آرائے خانقاہ ہوئے تو مولانا گانگوی ان سے وہی عقیدت رکھتے تھے جو انہیں خواجہ محمد الدین سیالوی اور خواجہ ضیاء الدین سیالوی سے تھی۔ خواجہ قمر الدین سیالوی نے آپ کے علاوہ جن

علماء سے اکتساب فیض کیا، ان میں دو نام زیادہ معروف ہیں۔

☆ شیخ الہند مولانا معین الدین اجمیری ☆ مولانا محمد حسین مرولہ شریف

خواجہ سیالوی نے جب درسی علوم کی تکمیل کی تو مجلس دستار فضیلت بڑے اہتمام کے ساتھ آستانہ عالیہ سیال شریف میں منعقد ہوئی۔ چونکہ خواجہ ضیاء الدین سیالوی وصال فرما چکے تھے لہذا اس تقریب میں بھی خواجہ اجمیری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آستانہ عالیہ سیال شریف کی طرف سے اختتامی کلمات مولانا گانگوی نے ہی کہے۔[139]

صاحب انوار قمریہ نے اسے کچھ یوں لکھا۔

حضرت مولانا محمد ذاکر مرحوم، محمدی شریف نے جلسہ کی کاروائی تحریر فرمائی جو درج ذِیل ہے۔ مجاہد اسلام حضرت مولانا خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ سے عمیق مخلصانہ تعلقات کی بنا پر حضرت علامہ مولانا معین الدین اجمیری نے حضرت مرحوم کے خلف اکبر جناب صاحبزادہ مولانا محمد قمر الدین سیالوی کی تکمیل علوم کے لئے ایک سال دینے کا وعدہ فرمایا تھا چنانچہ 2 شعبان 48ھ سے حضرت علامہ موصوف نے نہایت فیاضی سے اپنا قیمتی وقت ایفاء عہد میں صرف فرما کر حضرت سجادہ نشین صاحب کی بقیہ تفسیر اور حدیث واصول کی تکمیل فرمادی ہے۔ اب 2 شوال المکرم 49ھ کو خاص اہتمام سے ایک عظیم البرکتہ جلسہ ہوا جس میں معزز خلفاء و علماء کے علاوہ عوام بکثرت شامل ہوئے۔ تلاوت کلام اللہ کے بعد حضرت مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے آیت کریمہ۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ [140] کی فاضلانہ تشریح فرماتے ہوئے علم عربی کی اہمیت وضرورت اور عوام مسلمین کی بے توجہی کو دردناک پیرایہ میں ادا فرمایا۔

حکومت اور انگریزی خوان طبقہ کے علاوہ بعض علماء و بعض صوفیائے کرام کی علمی بے رغبتی اور سرد مہری پر اظہار افسوس فرمایا اور اختتام تقریر پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ الحمدللہ کہ میری محنت کا ثمرہ بر آیا اور سجادہ نشین صاحب کی تکمیل علوم ہو چکی ہے۔ علاوہ اس کے کہ میں انہیں سند فضیلت لکھ دوں، خاص کر ایک اہم مقدس سند دیتا ہوں جو اکابر مشائخ واساتذہ کرام میں "سند بالمصافحہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس سند کا حضور رحمتہ للعالمین ﷺ سے بندہ تک بارہ واسطہ ہیں۔ ازاں بعد حضرت مولانا صاحب نے جناب صاحبزادہ محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف سے درود شریف پڑھتے ہوئے مصافحہ فرمایا اور تمام حاضرین جلسہ نے تعظیماً کھڑے ہو کر درود شریف پڑھا الغرض نزول رحمت کا یہ ایک عجیب سماں تھا جس کے بیان سے زبان قاصر ہے۔

اس دوران میں حضرت مولانا صاحب نے جناب سجادہ نشین صاحب کی دستار بندی فرمائی اور ساتھ ہی مولوی عبد الغفور صاحب بنیری کی بھی دستار بندی ہوئی جو حضرت مولانا سے متواتر آٹھ سال سے پڑھ رہے تھے۔ ازاں بعد مولانا احمد الدین گانگوی نے حضرت سجادہ نشین کی طرف سے حضرت مولانا اجمیری کی اس لوجہ اللہ تعلیم و تدریس اور اس عظیم الشان ایثار کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا اور دعائے خیر کے ساتھ جلسہ ختم ہوا۔[141]

خواجہ قمر الدین سیالوی کے تلامذہ:

خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی، مولانا سید غلام فخر الدین گیلانی، سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی، شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی، پیر محمد کرم شاہ الازہری،

علامہ عبدالحکیم شرف قادری وغیرہ[142]

7۔ مولانا غلام فخر الدین گانگوی (م 1983ء):

ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت علامہ مولانا غلام فخر الدین گانگوی بن شیخ الحدیث والتفسیر مفتی اعظم مولانا سید احمد الدین گانگوی بن حضرت مولانا میاں غلام علی 1922ء / 1321ھ میں بمقام گانگی شریف واقع غربی جانب میانوالی پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب 32 واسطوں سے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی تک پہنچتا ہے۔ آپ کا خاندان علمی و دینی اعتبار سے ہمیشہ ممتاز رہا۔ آپ نے 1927ء میں اپنے والد کی معیت میں میانوالی میں سکونت اختیار کی اور تاحیات یہیں سکونت پذیر رہے۔ قرآن کریم ناظرہ اور اردو کی پرائمری تعلیم سے فارغ ہو کر 1934ء میں اپنے والد بزرگوار شیخ الحدیث والتفسیر مولانا احمد الدین گانگوی کی درسگاہ جامع شمس العلوم میں علوم وفنون کی تحصیل کے لئے داخل ہوئے۔ اس سلسلہ میں کچھ عرصہ واں بھچراں کے مشہور مدرسہ جامعہ مظفریہ رضویہ میں بھی تحصیل علم کے لئے رہے۔ وہاں آپ نے مولانا احمد الدین گانگوی کے شاگرد مولانا غلام یٰسین واں بھچروی سے استفادہ کیا۔ 12 ستمبر 1946ء کو ہندوستان میں اہل سنت وجماعت کی مشہور بلند پایہ دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لیا اور وہاں صدر الافاضل استاذ العلماء سید نعیم الدین مراد آبادی سے دورہ حدیث کیا۔ اس کے علاوہ وہاں پر تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی مراد آبادی سے بھی استفادہ کیا۔ قیام مراد آباد کے دور میں صدر الفاضل کے دو چھوٹے صاحبزادوں (ظہیر میاں، حنفی میاں) کو فارسی و صرف پڑھاتے تھے۔ 1947ء میں دستار فضیلت کا شرف حاصل کیا۔ جولائی 1947ء میں واپس میانوالی آکر اپنے خاندانی

دستور کے مطابق خطابت فتاویٰ نویسی تبلیغ اور دینی کتب کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔[143]

مولانا غلام فخر الدین گانگوی نے 1950ء میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع شمس العلوم کو جدید بنیادوں پر استوار کیا اور اپنی نگرانی میں ابتدائی تعلیم قرآن حکیم و نظم فارسی سے لے کر حدیث، تفسیر تک کے تمام علوم کی تعلیم دی۔ فتاویٰ نویسی کا بھی معقول انتظام کیا۔ اور بعض پیچیدہ مسائل پر اس قدر بہترین فتاویٰ دیئے جن کی نظیر نہیں ملتی۔ تبلیغی فرائض بھی انتہائی محنت سے سرانجام دیئے۔ سیاست میں حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی کے ہمراہ جمعیت علماء پاکستان میں مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے۔اس دوران ضلعی کنوینئر، ضلعی صدر اور نائب صدر کل جمعیت علماء پاکستان کے عہدوں پر فائز رہے۔ حضرت شیخ الاسلام ہی کے ہاتھ پر شرف بیعت کیا اور انہی سے خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔ حضور شیخ الاسلام کی خواہش پر حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی کی تعلیم کے لئے کچھ عرصہ آستانہ عالیہ سیال شریف مقیم رہے۔ مفتی اعظم سیال شریف کا عہدہ بھی آپ کے پاس تھا۔ قیام سیال شریف کے زمانے میں آپ سے خواجہ حمید الدین سیالوی اور شیخ الحدیث مولانا اشرف سیالوی جیسے افاضل نے اکتساب فیض کیا۔ آپ نے تقریباً 32سال تک علوم اسلامیہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور اس دور میں کثیر تعداد میں علماء نے آپ سے علمی وروحانی استفادہ کیا۔ آپ کے زمانے میں جامع شمس العلوم میں حسب ذیل اساتذہ پڑھاتے رہے۔[144]

مدرسین جامعہ شمس العلوم گانگوی:

☆سید احمد الدین گانگوی ☆سید غلام فخر الدین گانگوی ☆شیخ الحدیث محمد زاہد افغانی ☆مولانا میاں نور محمد ☆مولانا نور الدین ☆مولانا غلام مصطفی خان ☆مولانا بشیر احمد ☆مولانا لطیف اللہ ☆مولانا غلام احمد ☆مولانا محمد حیات ☆مولانا محمد خان ☆مولانا محمد ہاشم ☆قاری محمد مختیار احمد (شعبہ تجوید)☆مولانا محمد اسلم ☆مولانا محمد دین سید فیروز شاہ مفتی اعظم مولانا غلام فخر الدین گانگوی کے متعلق اپنے مضمون دبستان میانوالی میں یوں رقم طراز ہیں :

> "اس جہان حیرت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو بظاہر کتابیں نہیں لکھتے، ادیب نہیں کہلواتے، ادبی سرگرمیاں بپا کرنے کے لئے بھاگ دوڑ نہیں کرتے لیکن ان کے اندر کتنی ہی انمول کتابیں تصنیف ہوتی رہتی ہیں۔ وہ جب بولتے ہیں تو ادب کے شہ پارے تخلیق ہوتے ہیں۔ جب کسی ادبی محفل میں رونق افروز ہوتے ہیں تو علم و ادب کے چراغ روشن کر دیتے ہیں۔ ان میں اولین شخصیت حضرت علامہ غلام فخر الدین گانگویؒ کی تھی انہیں درویشی غنا کے ساتھ زندگی کرنے کا ہنر آتا تھا۔ وہ لوگوں کو دین سے قریب لاتے تھے دور نہیں لے جاتے تھے۔ علم کو حلم کے ساتھ فروغ دینے کا سلیقہ ان سے زیادہ میں نے کسی میں نہیں دیکھا۔"(145)

مولانا غلام فخر الدین گانگوی کے تلامذہ:

☆خواجہ حمید الدین سیالوی ☆شیخ الحدیث محمد اشرف سیالوی ☆جامع المعقول والمنقول مولانا محمد نواز (لوکو شیڈ کندیاں) ☆پیر سید محمد باقر شاہ آف کوٹ گلہ

شریف ☆مولانا غلام نبی (اسکندر آباد)☆مولانا غلام عباس خان ☆مولانا محمد یونس لاہور☆مولانا عطا محمد شاہ دلیوالی ☆مولانا محمد یعقوب (سرگودھا)☆مولانا سید محمد شاہ پشاور☆مولانا محمد شہباز خان سرحدی ☆مولانا غلام ربانی (فیصل آباد)[146]☆مولانا محمد گل خان ☆مولانا محمد امیر کیمل پوری☆مولانا بشیر احمد ☆مولانا ہدایت احمد ☆مولانا محمد حسین ☆مولانا نور زمان ☆مولانا غلام فرید☆مولانا شیر زمان ☆مولانا عزت گل ☆مولانا غلام رسول ☆مولانا گل شیر ☆مولانا علی محمد ☆مولانا نور محمد ☆مولانا محمد سعید کلاں ☆مولانا محمد سعید خورد ☆مولانا سلطان محمود (اٹک)☆مولانا خان زمان ☆مولانا محمد اسماعیل (حضرو)☆مولانا نور الٰہی☆مولانا محبوب الٰہی ☆مولانا عمر حیات ☆مولانا عبد المالک ☆مولانا شیر رسول ☆مولانا عبد الرحیم کندیاں ☆مولانا گوہر خان ☆مولانا اعتبار خان ☆مولانا در محمد ☆مولانا شبیر احمد ☆مولانا غلام حامد☆مولانا خوشی محمد (داؤد خیل)☆مولانا محمد اسحاق ☆مولانا منظور الحق ☆مولانا محمد اکرم ☆مولانا محمد اکبر ☆ مولانا فضل الٰہی☆ مولانا محمد رشید ☆مولانا محمد نواز☆مولانا شبیر احمد ☆مولانا امانت اللہ ☆مولانا محبوب الٰہی☆مولانا محمد رفیق سیالوی☆مولانا فیض محمد چشتی☆محمد ریاض بھیروی

8۔ حضرت علامہ مولانا نور محمد شاہ ہاشمیؒ کندیاں (م1968ء):

آپ مولانا سلطان احمد کے گھر پیدا ہوئے۔اس وقت آپ کے خاندان کے لوگ موچھ میں رہائش پذیر تھے۔ آپ کا ایک بڑے علمی خاندان سے تعلق تھا اور نسباً آپ ہاشمی تھے۔ مولانا نور محمد بن مولانا سلطان احمد بن گل محمد بن غلام محمد بن نور محمد، یہ نور محمد قندھار کے جامع مسجد کے متولی تھے اور ان کے بیٹے غلام محمد کے گھر احمد شاہ

ابدالی کے لڑکے شاہ زمان کی بیٹی تھی حکومتی چپقلش کی وجہ سے قندھار چھوڑ کر کچھی (میانوالی) کے علاقہ میں پہنچے تو میانہ خاندان نے آپ کی خوب آؤ بھگت کی اور انہوں نے رہائش کے لئے ایک بڑی حویلی عطا کی۔ غلام محمد ہاشمی اور ان کی زوجہ بی بی گل رخ کے مزارات سلطان زکریاؒ کے مزار کے ساتھ والے قبرستان میں ہیں۔ ان کی اولاد میں مولانا سلطان احمد نے موچھ میں رہائش پسند کی۔ (147)

اپنے والد سے ابتدائی تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے بعد حضرت علامہ نورالزمان شاہ صاحب (کوٹ چاندنہ) کی خدمت میں چکی شیخ جی میں حاضر ہوئے۔ انہی دنوں علامہ غلام محمد گھوٹوی، مولانا نور الزمان (کوٹ چاندنہ) کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنے پہنچے کہ مولانا نور محمد صاحب بھی حاضر ہوگئے۔ چنانچہ دونوں حضرات علامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چونکہ علامہ غلام محمد گھوٹویؒ بڑے بھی تھے اور کچھ کتابوں کا علم پا چکے تھے۔ اس لئے استاد کی خدمت میں عرض کیا کہ اس طالبعلم کو میں پڑھاؤں گا آپ مجھے پڑھادیں چنانچہ آپ ان سے پڑھتے رہے۔ جب ان کی تعلیم مکمل ہوئی تو ان کے ساتھ گھوٹہ شریف چلے گئے۔ وہاں سے بیکانیر کے راستے دیوبند جا پہنچے اور وہاں سے علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد بارہ سال کا عرصہ گھر سے باہر گزار کر واپس پہنچے آپ کی والدہ محترمہ آپ کے فراق میں رورو کر اپنی بصارت سے محروم ہوگئی تھیں۔ (148)

مولانا نور محمد ہاشمی نے سب سے زیادہ استفادہ مولانا احمد الدین گانگوی سے کیا۔ میانوالی میں ہونے والے اکثر مباحثوں، جلسوں اور مناظروں میں آپ مولانا گانگوی کے دست راست کے طور پر معروف ہوئے۔ فقہی اور اعتقادی مسائل میں آ

پ ہمیشہ مولانا گانگوی کی طرف رجوع کرتے۔ آپ ہی کی خواہش پر مولانا گانگوی نے مولانا حسین علی کے ایک رسالے کا جواب الحق المبین کے عنوان سے کیا۔ اس کے علاوہ دستیاب مکتوبات بھی آپ کے مولانا گانگوی سے نیاز مندانہ تعلقات پر شاہد، عادل ہیں۔

معروف تلامذہ:

☆صاحبزادہ میاں محمد بسال شریف، ☆فقیر عبد اللہ میر اشریف، ☆مولانا عطا محمد دلیوالی، ☆مولانا شاہ ولی اللہ، گجرات، ☆مولانا محمد اسماعیل باغ آزاد کشمیر، ☆مولانا صالح محمد ڈی آئی خان ، ☆فخر المدرسین علامہ عطا محمد بندیالوی، ☆مولانا غلام مصطفی مدرس سیال شریف، ☆مولانا اللہ یار خان چکڑالہ (149)

آپ کا وصال 1968 میں ہوا اور اسی مسجد میں مزار مبارک بنایا گیا۔ آج کل آپ کے نام سے النور مسجد کہلاتی ہے۔

9۔ میاں اصغر علی:

اپنے جد امجد سلطان زکریاؒ کی طرف نسبت کے سبب میاں اصغر علی کے خاندان کا لوگوں کے دلوں میں بڑا احترام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو مال و دولت کے ساتھ دنیاوی وجاہت سے بھی خوب نوازا تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ یہ خانوادہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم کی طرف بھی مائل ہوا۔ چنانچہ اس خاندان کے فرزند بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ میاں اصغر علی مروجہ جدید تعلیم کے حصول کے لئے سکول میں داخل ہوئے۔ ایف اے کے بعد فارسی زبان سے رغبت پیدا ہوئی تو منشی فاضل کر لیا۔ قدرت انہیں دین کی خدمت کے لئے منتخب کر چکی تھی۔ اچانک

عربی پڑھنے کا ذوق پیدا ہوا۔ مولانا احمد دین گانگوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔(150)

پھر علی محمد مظاہری سے تعارف ہوا تو مدرسہ قاسم العلوم بلوخیل کے پہلے طالبعلم بنے۔ اور بقیہ تمام تعلیم وہیں مکمل کی۔ حافظ محمد احمد مشہور مدرس تھے۔ جو آنکھوں سے نابینا مگر دل و دماغ کے بینا تھے۔ مظاہری صاحب اور حافظ صاحب کی شاگردی نے اس جوہر کو کندن بنادیا۔ میاں صاحب نے شعور کی پختگی میں پڑھا اور سمجھا تھا۔ مطالعہ کی وسعت نے ذہن کو جلا بخشی اور یوں وہ ایک تبحر عالم دین بن گئے۔ بعد ازاں سید مودودی سے متاثر ہوئے اور جماعت اسلامی کے متفق بن گئے۔ ان کا گھر میانوالی میں جماعت اسلامی کا پہلا مرکز بنا۔ جماعت کے مرکزی راہنماؤں کو بلا کر اپنے حلقہ تعارف میں متعارف کراتے۔ آپ سے اکتساب فیض کرنے والوں میں الحاج محمد یوسف، عبد الکریم قریشی، پروفیسر رفیع اللہ شہاب، سید نصیر شاہ شامل ہیں۔ مولانا عبد الحکیم سرمد مظاہری برسوں آپ کے پاس مقیم رہے۔ آپ کو مولانا امین احسن اصلاحی، نعیم صدیقی، عبد الرحیم اشرف جیسے زعماء کا شرف میزبانی حاصل رہا ہے۔(151)

10۔ مولانا غلام یٰسین واں بھچروی:

آپ واں بھچراں ضلع میانوالی کے سکونتی تھے، اکثر علوم معقول و منقول کی کتب دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں مولانا احمد الدین گانگوی اور مولانا محمد حسین سیالویؒ سے پڑھیں اور چوٹی کی کتابیں حضرت حکیم برکات احمدؒ سے ریاست ٹونک میں پڑھیں، بڑے فاضل تھے۔ وطن واپس آکر ملک مظفر خان مرحوم رئیس

واں بھچراں کی قائم کردہ دینی درسگاہ میں داد تدریس دی، مگر اس کے بعد ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہو گئے اور وفات پا گئے۔ آپ کے ارشد تلامذہ میں مولانا غلام فخر الدین گانگوی، مفتی محمد حسین شوق پپلانوی، مولانا عطا محمد بندیالوی شامل تھے۔ سید احمد الدین گانگوی کی کتب پر آپ تقاریظ بھی لکھا کرتے۔[152]

11۔ حضرت خواجہ سید غلام ربانی شاہ گیلانی:

حضرت خواجہ سید غلام ربانی شاہ گیلانی محلہ سعد اللہ خان المعروف مقرب خیل میں 1341ھ کو حضرت خواجہ سید غلام دستگیر شاہ گیلانی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم مبارک سید محمد سیف الدین گیلانی تجویز ہوا۔ دس بارہ سال کے بعد والد ماجد نے آپ کا نام بدل کر سید غلام ربانی شاہ گیلانی رکھ دیا کیونکہ اکثر لوگ ناخواندگی کے باعث سید محمد سیف الدین کا صحیح تلفظ ادا نہ کر سکتے تھے۔

آپ کا شجرہ نسب یہ ہے۔ حضرت خواجہ سید الحاج غلام ربانی شاہ گیلانی بن حضرت خواجہ حافظ سید غلام دستگیر گیلانی بن حضرت قبلیہ عالم خواجہ حافظ سید محمد سدید الدین شاہ المعروف سید محمد جندوڈا شاہ نوری حضوری بن سید محمد معظم علی شاہ بن سید محمد دولت علی شاہ بن قطب المشائخ حضرت سید شاہ زمان۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر گیلانی سے جا ملتا ہے۔

آپ نے چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں عیسیٰ خیل کے محلہ لنگر خیل کی مسجد میں قرآن مجید کی تعلیم کے لئے داخلہ لیا چند سال کے اندر آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ جن حفاظ سے آپ نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت حافظ غلام حسین، عیسیٰ خیل، میانوالی، حضرت حافظ گل محمد گوہر والہ۔ مڈل تک تعلیم جمالی شہر میں حاصل کی۔ بعد ازاں صرف و نحو، منطق وغیرہ درس نظامی کی تعلیم حضرت مولوی محمد حیات ساکن جمالی بلوچاں ضلع خوشاب سے حاصل کی اور کتب فارسی حضرت علامہ احمد الدین گانگوی سے میانوالی شہر محلہ گانگی شریف میں پڑھیں۔ اور نٹیل کالج لاہور میں داخلہ لے کر مولوی عالم اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ بعدہ آپ سیال شریف تشریف لائے۔

موسم گرما میں بعد از نماز ظہر و ختم خواجگان مسجد دربار عالیہ سیال شریف میں اپنے برادر خورد حضرت قاری القراء خواجہ سید غلام فخر الدین شاہ گیلانی کی معیت میں حضور شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

آپ نے تقریباً دس سال کا عرصہ سیال شریف میں بسر کیا۔ اس عرصہ میں اپنے مرشد گرامی سے کتب تصوف کا درس لیا۔ حضور شیخ الاسلام سیالوی دونوں بھائیوں پر بے حد مہربان تھے۔(153)

طبیعت میں سادگی اور خاموشی تھی۔ خوش خصال اور شیریں مقال تھے۔ حق بات منہ پر کہہ دیتے تھے بڑے نڈر، بے باک اور جری انسان تھے۔ سادگی کا یہ عالم تھا کہ ایک کنال زمین بھی آپ نے خرید نہ کی۔ بہت سے اسلاف کرام ایسے ہیں جنہوں نے اپنا کوئی مکان نہ بنوایا خصوصاً یہ فرماتے کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم کا اپنا کوئی مکان نہ تھا، کسی کے مکان میں رہتے تھے۔

آپ نے حیات مبارک بہت سادہ حضور نبی کریم ﷺ کی مبارک سنت کے

مطابق گزاری۔ آپ قرون اولیٰ کا خاص نمونہ تھے۔ زہد و تقویٰ میں کمال حاصل تھا اور حضور رسالت مآب ﷺ کی سنت مبارکہ پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ آپ کمال درجے کے صوفی اور پاکباز انسان تھے۔ نمود و نمائش ناپسند تھی۔[154]

آپ کا وصال شریف 31 مارچ 1986ء میں ہوا۔ نماز جنازہ حضرت خواجہ حافظ سید غلام فخر الدین گیلانی نے پڑھائی۔ آپ کا مزار مبارک آستانہ عالیہ غوثیہ قمر آباد میں مسجد شریف کی شمالی جانب ایک حجرہ شریف میں مرجع خلائق ہے۔ آستانہ شریف پر ایک مدرسہ ہے جہاں قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی ہے۔[155]

12۔ حضرت مولانا غلام مصطفی میانوالوی:

آپ میانوالی کے پٹھان، حافظ قرآن نہایت خوش لحان تھے، درسیات کی ابتداء مدرسہ گانگوی میں مولانا احمد الدین گانگوی سے کی اور بعد ازاں آپ کے ہمراہ مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام تشریف لے گئے، درس نظامی کی تکمیل سیال شریف کی، خاص مدت فراغت کے بعد بھی سیال شریف رہے، آپ حضرت مولانا احمد بخش ضیائیؒ کے سسر تھے، آستانہ عالیہ سیال شریف میں امامت و خطابت اور افتاء کا منصب کافی مدت سنبھالے رکھا، جید عالم، متقی اور سادہ مزاج بزرگ تھے، فقہ پر دسترس اور مہارت رکھتے تھے۔ جامع شمس العلوم گانگوی میں کچھ عرصے تک مدرس کی حیثیت سے پڑھاتے بھی رہے۔

13۔ حضرت خواجہ سید غلام فخر الدین شاہ گیلانی:

آپ کے والد حضرت سید غلام دستگیر شاہ گیلانی حضرت قبلہ ء عالم سلطان التارکین محبوب رب العالمین خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کے خلفاء میں سے تھے اور

آپ کے جد امجد اعلیٰ حضرت سید جند وڈا شاہ گیلانی قطب مدار شمس زماں عالیجناب خواجہ شمس العارفین سیالوی کے نامور خلفاء میں سے تھے۔ آپ حسنی حسینی سید ہیں اور حضرت سید عبد القادر سرکار بغداد کی اولاد میں سے ہیں آپ کی ولادت 1926 کو اپنے ناناجان حضرت سید عالم شاہ گیلانی کے ہاں چک نمبر 560 گ ب تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں ہوئی۔

اپنی تعلیم کے بارے میں ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔ میرا بچپن چک نمبر 560 گ ب میں گزرا پھر جمالی (تھل) تحصیل خوشاب میں ایک شہر ہے وہاں ابتدائی تعلیم حفظ قرآن پاک اور مدرسہ کی چار جماعتیں پڑھنا نصیب ہوئیں اور اس کے بعد ضلع میانوالی کے لوئر مڈل سکول میں چھ جماعتیں پاس کر کے گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی میں داخل ہو کر 1940ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد لاہور اورنٹیل کالج میں مولوی فاضل اور مولوی عالم کی کلاس سے فراغت حاصل کر کے حزب الاحناف لاہور میں دورہ حدیث حضرت ابو البرکات سید احمد قادری سے مکمل کیا۔ جناب قاری محمد طفیل سے قرات کا فن سیکھا۔ جناب ظہیر الدین ہاشمی معاون ایڈیٹر ہفت روزہ استقلال لاہور ایک جگہ لکھتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم مولانا محمد حیات صاحب جمالوی سے حاصل کی۔ میٹرک آپ نے 1940ء میں گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی سے پاس کیا۔ اس کے بعد قرات و تجوید قاری محمد طفیل صاحب فاضل مدرسہ مکیہ سے لاہور مسجد وزیر خان میں رہ کر سیکھی ۔1942ء میں اورنٹیل کالج لاہور سے مولوی عالم کا امتحان پاس کیا۔ اور درس نظامی کی تکمیل حزب الاحناف لاہور سے کی۔

آپ کے اساتذہ کرام میں مولوی محمد حیات ساکن جمالی، حضرت مولانا احمد بخش ضیائی، حضرت مولانا احمد الدین گانگوی ،حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی اور حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری شامل ہیں۔ (156)

آپ نے تعلیم سے فراغت کے بعد دس سال متواتر آستانہ عالیہ سیال شریف میں حضور شیخ الاسلام سیالوی کی خدمت میں گزارے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دس سال متواتر اپنے شیخ کے آستانے کی مسجد پاک میں نماز پڑھانے کی خدمت سپرد ہوئی۔ اپنے پیرومرشد کے سفر وحضر کے ساتھی تھے۔ آپ کی بیعت حضور شیخ الاسلام سیالوی سے ہے۔ آپ نے اپنے علمی ،اخلاقی اور روحانی تعلیم کی تکمیل میں دس سال کا عرصہ مکمل آستانہ عالیہ سیال شریف اپنے مرشد پاک حضرت قبلہ ء عالم شیخ المشائخ قطب العارفین سند الموحدین شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ ء خواجگان خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی صحبت میں گزارا حضور سیالوی کی نظر نوازش نے بہت کچھ بخشا بلکہ نہال کر دیا اور پھر خلافت وتکمیل کی دولت عطا کر کے مجاز بیعت بنا کر فارغ کیا۔ آپ کو اپنے پیرومرشد کی ذات بابرکات سے بے حد عقیدت ہے۔ آپ کو اکثر یہ کہتے سنا گیا کہ تمام دینی اور دنیوی اعزاز وافتخار حضور شیخ الاسلام سیالوی کے طفیل میسر آئے ہیں۔

حضرت خواجہ سید غلام فخر الدین شاہ گیلانی کا ایک مکتوب گرامی جو مرید احمد چشتی کے نام ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

اے پناہ بے کساں ممتاز رب العالمین
کر عنایت کی نظر یاخواجہ شمس العارفین

مخلصت و عطوفت دستگاہ حضرت محترم و مکرم جناب مولانا محمد مرید احمد چشتی صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف

آپ کا مورخہ 86-06-14 کا تحریر کردہ مکاتبہ اعلام موصول ہو کر کاشف مافیہا ہوا، یاد آوری کا شکریہ سب سے پہلے آں مکرم کو ہماری وجہ سے جو پریشانی اٹھانا پڑی، اس کے لئے معافی کا خواستگار! گذارش ہے کہ اس سے پہلے آپ کے گرامی نامہ ہائے اس حقیر کے مطالعہ سے نہیں گزرے۔ اس کی وجہ ایک تو ہمارے ڈاک خانہ کی خرابی ہے دوسرے اکثر و بیشتر باہر رہنا پڑتا ہے۔ گھر سے غیر حاضری بھی اس کا سبب ہو سکتا ہے۔ آپ ناراضگی معاف فرمادیں اور معذور سمجھ کر اسے ہماری کسی گستاخی یا عدم توجہی یا غفلت پر محمول نہ فرماویں۔

العذر عند کرام الناس مقبول

یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے کہ فقیر پر تقصیر ذرہ ناچیز کو یاد فرمایا ہے بندہ نواز! فقیر میں نہ کوئی علمی صلاحیت ہے نہ ہی علمی کردار کا کوئی کمال بس سب حضرت پیر سیال غریب نوازؒ کی نوازش کا صدقہ ہے۔ ان کی غلامی ہی ہماری سب سے بڑی دولت اور اسی میں ہماری عزت، اس ذات پاک سے ادنیٰ نسبت ہی ہماری پہچان ہے۔

داغ غلامی توشد سکہ شاہی جہاں

تاج سر شہاں بود خاک دربلال تو

گوشہء گمنامی میں رہنے والوں کو مولانا اور خواجہ کے خطاب سے آپ جیسے محقق، مورخ اور فاضل حضرات کیوں نواز رہے ہیں۔ صرف اور صرف سیال لجپال ہی کا کرم ہے۔ ورنہ ہماری کیا لیاقت ہے۔ فقیر اس قابل نہیں کہ اس ذات پاک کے خلفاء

میں شامل ہو البتہ ان کا ایک ادنیٰ اور کمترین غلامان غلام ہے۔ بہر حال آپ کے فرمان کے مطابق اپنے کسی عزیز کو سفارش کروں گا کہ وہ آپ کے فرمان کی تعمیل کر دے ورنہ مجھ میں اس کی کوئی قابلیت نہیں یہ صرف آپ کا حسن ظن اور میرے آقا کی کرم نوازی ہے۔ انشاء اللہ العزیز اب آپکو مزید انتظار کی زحمت نہ اٹھانا پڑے گی۔(157)

فقط والسلام،

آپ کا مخلص نیاز مند

فقیر الی اللہ الحق غلام فخر الدین گیلانی سیالوی غفرلہ

1947ء کی ایجی ٹیشن کے سلسلے میں جب آنحضور شیخ الاسلام سیالوی کو انگریز کی مخالفت اور مسلم لیگ کی اعانت میں حکومت نے سرگودھا سنٹرل جیل میں بند کیا تو اپنے شیخ کی متابعت میں ان کے ہمراہ جیل جانے کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی۔ وہاں حضرت کے حکم سے سورۃ یوسف کی تلاوت اور نماز پڑھانے کی خدمت آپ کو سپرد ہوئی اور آنحضور کی معیت کی دولت حاصل ہوئی۔ سورۃ یوسف کو چونکہ قید خانہ سے ایک گونہ مناسبت تھی اس لئے اس کا انتخاب کر کے آپ نے اس کا ترجمہ اور تشریح بیان کر کے جیل خانہ میں حق تبلیغ ادا کیا۔ آپ فرماتے تھے کہ حضور شیخ الاسلام سیالوی مرد مجاہد تھے اور حق بیان کرنے کے لئے تیغ براں تھے۔

1947ء کی سول نافرمانی کے زمانے میں حضرت خواجہ غلام فخر الدین شاہ گیلانی نے اپنے پیر کے ساتھ بے پناہ عقیدت اور اسلام دوستی کا ثبوت پیش کیا۔ پولیس کے ہاتھوں زخمی ہوئے۔ تھانہ کی دیواروں اور جلسوں کی اسٹیجوں پر شاہنامہ اسلام کے

ولولہ انگیز اشعار سناکر مسلمانوں کے جذبات خفتہ کو جگایا۔ آپ کی ان مجاہدانہ سرگرمیوں اور اپنے پیر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بے مثال قربانیوں کا تذکرہ مولانا ضیائی جھنگوی مرحوم نے اپنے پنجابی منظوم اشعار میں اس طرح کیا ہے۔

جو غلام فخر دین متوالے مشہور سید وڑچھے والے

واہ قول بیعت دے اس پالے سر پیروی نذر کرایااے

رنگ پیر سیال بنایا اے واہ شان اسلام دکھایا اے [158]

آپ کا وصال مبارک یکم جمادی الاول 1417ھ بمطابق 15 ستمبر 1996ء کو ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی نے پڑھائی۔ حضور شیخ الاسلام سیالوی نے اپنے علمی شاہکار مذہب شیعہ کا مسودہ آپ کے ہاتھوں سے لکھوایا پہلا ایڈیشن انہی کے زیر اہتمام شائع کرانے کا حکم دیا جو ان کی ہونہاری اور اپنے پیر و مرشد کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ کتابت کے جملہ حقوق بحق سید غلام فخر الدین شاہ ساکن وڑچھہ شریف محفوظ ہیں۔[159]

خلاصۂ بحث:

سید احمد الدین گانگوی کا تعلق ساداتِ گیلانی کے ایک روحانی اور علمی خانوادے سے تھا۔ میانوالی کی بستی آپ ہی کے جد امجد میاں علی سے منسوب ہوئی۔ سید احمد الدین گانگوی نے برصغیر کے افاضل علماء سے اکتساب فیض کیا۔ دہلی اور لکھنو سے فارغ التحصیل ہوئے۔ سید گانگوی کم و بیش 85 سال تک، درس و تدریس خطابت، فتویٰ نویسی، جیسی خدمات دینیہ میں مصروف رہے۔ آپ نے تین مقامات پر تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ مدرسہ گانگی، گانگی شریف، جامعہ شمس العلوم،

میانوالی۔ آپ کے ارشد تلامذہ میں سید نور الزمان شاہ، مولانا محمد اکبر علی، خواجہ قمر الدین سیالوی، مولانا محمد رمضان کلوری، فقیر محمد کابلی، مولانا نور محمد ہاشمی، جیسے جید اکابر علماء کے نام نمایاں ہیں۔

فصل دوم

سید احمد الدین گانگوی کے سیاسی رجحانات و سماجی خدمات

سید احمد الدین گانگوی کے ہوش سنبھالنے تک مسلمانان برصغیر علامہ فضل حق خیر آبادی کی قیادت میں جنگ آزادی کے لئے تیاری کر چکے تھے 1857ء کی جنگ آزادی کے دوران آپ ملتان اور مضافات مظفر گڑھ علوم متداولہ کی تحصیل میں مصروف کار تھے جنگ آزادی میں عموماً مسلمانان برصغیر اور خصوصاً علماء و مشائخ ہند کو جن مصائب و مشکلات سے گزرنا پڑا اس کے آپ عینی شاہد تھے۔ جب آپ دہلی اور لکھنو (فرنگی محل) تکمیل علوم کے لئے داخل ہوئے تو علماء کی مجالس میں آپ نے انگریزوں کے مظالم اور ہندوؤں کے رویے کے واقعات براہ راست ان لوگوں سے سنے جو متاثرین جنگ آزادی تھے۔ سات سال دہلی اور لکھنو کی دشت نوردی کرنے کے بعد کچھی (قدیم میانوالی) آئے اور مدرسہ سیلواں کے قریب آباؤ اجداد کے قائم کردہ قدیمی مدرسہ گانگویہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

گانگوی کے قیام دہلی کے زمانہ میں جو سیاسی اور مذہبی حالات تھے ان سے کوئی بھی دانشور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور قدرتاً اس کے سیاسی رجحانات اور مذہبی نظریات پر اس کا اثر ظاہر ہوتا۔ سیاسی اعتبار سے گانگوی کا عہد مسلمانان برصغیر کے

انحطاط کا زمانہ تھا۔ مذہبی اعتبار سے مسلمانوں کے زوال کا سبب آپ کے پیش نظر شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کی تشدد زدہ تحریک جہاد تھی۔ جس نے بر صغیر کے سنی مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھااور سیاسی انحطاط کا سبب بعض نام نہاد مسلمانوں کی انگریزوں کے ہاتھوں ضمیر فروشی تھی آپ سمجھتے تھے کہ انگریزوں سے آزادی کے لئے مسلمانوں کے شعور کو بیدار کرنا ضروری ہے اور بیداری شعور کا ذریعہ مدارس علمی کا قیام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وطن واپسی کے سفر میں جو کتب گٹھڑیوں میں نہ سما سکیں انہیں آپ نے اپنے پیٹ اور پیٹھ سے باندھ دیا۔ استاذ الکل علامہ الٰہی بخش عمرپوری سے شیخ الاسلام عبد الحلیم فرنگی محلی تک، اکابر علماء سے اکتساب فیض کر کے آپ پلٹے لہذا گھر پہنچتے ہی آپ کے والد شیخ غلام علی قادری نے آپ کو مدرسہ گانگی کا صدر مدرس مقرر کر دیا۔ کچھ ماہ گزارے تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا مدرسہ اور خانقاہ کی تمام ذمہ داریاں آپ کو سنبھالنا پڑیں۔ (160)

مدرسہ گانگوی حضرت شاہ اسحاق کے زمانے سے مشہور تھا۔ انہوں نے خود سولہویں صدی کے نصف آخر میں اس کی بنیاد رکھی تھی پھر یہاں کے اکثر باسیوں نے مولانا گانگوی کے آباؤ اجداد کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا۔ لیکن جب آپ نے مدرسہ کی مسند افتاء سنبھالی تو جلد ہی آپ کا شہرہ بنوں سے کابل اور قندھار تک پھیل گیا۔ عمر کا ایک خاصا حصہ آپ نے درس و تدریس میں گزارا آپ کے دور تدریس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1867 سے 1909 تک مدرسہ گانگی کے صدر مدرس

1909 سے 1929 تک خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے ہمراہ مدرسہ اسلامیہ

سیال شریف کے مفتی اعظم

قاضی القضاۃ اور صدر مدرس :

1926ء میں گانگی کے دریا برد ہونے پر میانوالی میں جامع شمس العلوم کی بنیاد رکھی۔ 1955-56 تک آپ جامع شمس العلوم میں بھی پڑھاتے رہے۔

قیام گانگی کے زمانے میں کابل اور قندھار تک معروف علماء نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ (161)

یہ وہی زمانہ تھا جب آپ سے سید نور الزمان شاہ (کوٹ چاندنہ)، شیخ فقیر محمد کابلی، شیخ دولت خان کابلی، محدث افغاں شیخ الحدیث محمد زاہد افغانی، مولانا محمد اکبر علی چشتی میروی، علامہ میاں نور احمد وتہ خیل، علامہ نور محمد ہاشمی کندیاں، مولانا سید امیر علی گانگوی، میاں اصغر علی، مولانا علی محمد بلو خیل اور سید غلام قاسم شاہ چکبندی جیسے افاضل نے اکتساب فیض کیا۔ 1903ء کی ایک قلمی روایت کے مطابق مدرسہ گانگی میں طلبا کی تعداد 300 سے زائد تھی جن کے جملہ اخراجات مولانا گانگوی اپنی ذاتی زمینوں کی آمدنی سے پوری فرماتے۔

خواجہ شمس العارفین کے زمانے سے آپ کا سیال شریف آنا جانا تھا۔ لیکن آپ بیعت اس وجہ سے نہ ہوئے کہ آپ کے اپنے آباؤاجداد سلسلہ قادریہ میں مسند رشد وہدایت تھے۔ خواجہ محمد دین سیالوی کے زمانے میں آپ نے بیعت کا ارادہ کیا۔ جلد ہی خواجہ صاحب کے منظور نظر ہوگئے اور خواجہ محمد دین سیالوی نے چاروں سلاسل میں اجازت و خلافت عطا کر دی۔ خواجہ ضیاء الدین سیالوی کا زمانہ آیا تو مولانا گانگوی سفر وحضر کے ان کے مصاحب خاص بن گئے۔ (162)

1909 سے 1929 تک کا بیس سالہ دور مولانا گانگوی نے خواجہ سیالوی کے ہمراہ گزارا۔ اگر یہ کہا جائے تو بجا ہو گا کہ مولانا گانگوی کو خواجہ سیالوی جیسے درد مند مجاہد کی تلاش تھی اور خواجہ سیالوی کو سید گانگوی جیسے بے لوث عالم کی۔ انگریز سامراج کیخلاف خواجہ سیالوی نے پنجاب میں جب امارت شرعیہ قائم کی تو قاضی القضاۃ مولانا گانگوی کو مقرر کیا گیا۔ مولانا گانگوی اور خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی مشترکہ مساعی کو تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے۔

اجتماعی زکوٰۃ کا مسئلہ اور قیام بیت المال:

اسلامی اجتماعیات کے مسائل میں، ایک غیر معمولی اہمیت کا حامل مسئلہ زکوٰۃ کی وصولی اور اس کی تقسیم کے مطلوبہ نظام کا ہے، مسلمانوں کی تمام زکوٰۃ کا اجتماعی طریقے پر وصول کیا جانا ضروری ہے یا جیسا کہ اموال ظاہرہ، غلہ، مویشی وغیرہ اور اموال باطنہ، سونا چاندی و دیگر کے حوالہ سے کہا گیا ہے زکوٰۃ کی اجتماعی وصولیابی اور تقسیم کے ساتھ اس کے کچھ حصے کی انفرادی تقسیم کی بھی گنجائش ہے؟ اس کے سلسلے میں قران وسنت کے دلائل کا کیا رخ ہے، عہد صحابہؓ وسلف صالح سے اس کی بابت کیا رہنمائی ملتی ہے۔ اور حضرات فقہاء کرامؒ کے اس خصوص میں کیا خیالات ہیں اور اپنی آراء کے حق میں ان کے کیا دلائل ہیں۔ ان سب کے جائزے اور تجزیہ و تحلیل کی روشنی میں اقلیت اور اکثریت اور حاکم اور محکوم مسلمان معاشرے کی وسیع وعریض دنیا میں وصولیابی و تقسیم زکوٰۃ کا مطلوبہ نظام کونسا ہے جس کی پیروی اور جس پر مخلصانہ عمل درآمد سے مسلمان معاشرہ معاشی فلاح کے اپنی دنیوی مقصود کے ساتھ آخرت کی ابدی کامیابیوں سے ہمکنار ہو سکتا اور مولیٰ کریم کے دربار میں عزت افزائی کا مستحق قرار پا سکتا ہے۔

اسلامی اجتماعیات کے احیاء کے لئے بیت المال کا قیام اور زکوٰۃ کی اجتماعی وصولیابی اور اجتماعی تقسیم ضروری ہے، تقسیم ہند سے پہلے کی اسلامی تحریکات نے اس حوالے سے قابل قدر اقدامات کئے، سب سے نمایاں کوشش مجاہد اعظم خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی ہے، سید نصیر شاہ نے آپ کو اس حوالے سے اہل سنت کا مؤسس قرار دیا۔ (163)

سید نصیر شاہ لکھتے ہیں:

"برصغیر میں اہل السنۃ والجماعۃ قائم ہوئی حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی اس کے سرپرست خاص تھے ہر جگہ اس کے مراکز قائم ہوئے امرتسر کے حکیم خاندان کے مشہور عالم مولانا ابوتراب محمد عبد الحق خان نے ایک اخبار جاری کیا اخبار اہل السنۃ ایسی تنظیمیں دیگر اسلامی ممالک میں بھی قائم ہوئیں اور یہ تنظیمیں آپس میں مربوط تھیں ان کے مختلف اخبارات ورسائل نکلتے تھے مصر، شام، عراق وغیرہ سے بکثرت ان خیالات کے حامل جرائد شائع ہوتے تھے۔"(164)

آپ نے تنظیمی بنیادوں پر بیت المال کے قیام اور اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے پورے برصغیر میں اجتماعی زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے نظام کیا، آپ کی ایماء پر سید احمد الدین گانگوی نے نصاب کو مرتب کیا جس کو تاریخی اہمیت کے پیش نظر خواجہ صاحب نے دہلی سے شائع کرایا۔ سید گانگوی نے اہل اسلام میں نظم اجتماعی نہ ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"امابعد یہ درویش خیر اندیش تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض

رسا ہے کہ زمانے کی نیرنگیوں نے اسلام کے نظام میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ عہد اقدس نبوی اور سلف صالحین کے زمانہ میں ادائے حدود و فرائض کے لئے جو طرز عمل ایک خاص نظام کے ماتحت تھا اس کا اب نام و نشان نہیں نہ اس کے احیاء کا کچھ خیال ہے۔ حالانکہ احیاء سنت وہ عظیم الشان امر ہے جس کی نسبت حضور اقدس انے ارشاد فرمایا ہے کہ من احییٰ سنتی بعد ما امیتت فلہ اجر مائۃ شھید جس نے میرے طریقوں کو بعد اس کے مردہ ہونے کے زندہ کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔"(165)

سید گانگوی نے نظم اجتماعی کے تناظر میں اجتماعی زکوٰۃ کی وصول یابی کو اسلامی نظام معیشت کے لئے نہ صرف ضروری قرار دیا بلکہ سابقہ ادوار میں ہونے والی اسلامی ترقی کی بنیاد بیت المال کو قرار دیا، آپ لکھتے ہیں:

"عہد اقدس سے لے کر آج تک جس قدر اسلام کی ترقی ہوئی اس کا سنگ بنیاد بیت المال ہے۔ اسلام پر حملہ ہونے کے وقت مدافعت کا ہتھیار یہی بیت المال ہے اور خود اسلام کے حملہ کے وقت اسی بیت المال سے تمام عقدے حل ہوتے تھے اسلام کے لئے بیت المال کی ایسی ضرورت ہے جیسی بدن کے لئے سر کی۔ اور جسم کے لئے روح کی یہی وجہ ہے کہ جب تک بیت المال کا انتظام تھا اسلام روز افزوں ترقی کرتا گیا اور جب سے مسلمانوں نے اس کی طرف سے رخ پھیرا تو نہ صرف وہ کمزور ہو گیا بلکہ غلامی کے دائرہ میں آ گیا اور تشتت وافتراق کی وجہ سے باوصف صاحب زر و صاحب ثروت ہونے کے مسلمان کا

ادبار انتہا کو پہنچ گیا ہے کیونکہ جو کچھ زور و قوت ہے وہ وحدت مرکز اور
نظم میں ہے اسی کو مسلمانوں نے کھو دیا جس کے وہ مامور تھے۔"(166)

اس حوالے سے خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے درد دل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"اس نظم شرعی کی ابتری کا سب سے پہلے جس کو خیال آیا وہ زیب
آرائے مسند دربار سیال شریف ہیں یعنی عالی جناب محمد ضیاء الحق
والدین صاحب سجادہ نشین دربار سیال شریف مدظلہ' العالی کی ان کے
ارشاد اور ایماء پر یہ رسالہ مرتب کیا جاتا ہے جس میں ضرورت
اقامت بیت المال کے علاوہ ضروری مسائل عشر وزکوٰۃ بھی درج کئے
جائیں گے۔ اس مقصد اور مسائل کی توضیح میں ہم مختلف ابواب قائم
کرتے ہیں جس سے مسلمان ایک اہم فریضہ اسلامی سے واقف ہو کر
اپنی حالت کی اصلاح کر سکتے ہیں۔"(167)

خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی بھرپور اور پر اثر تحریک اور سید گانگوی کی دلائل قاہرہ سے معمور تحریر سے برصغیر میں بیداری کی نئی لہر پیدا ہوئی اور پورے برصغیر میں قصبوں سے شہروں تک بیت المال کے منظم ادارے وجود میں آئے، تحریک خلافت سے تحریک آزادی تک ابھرنے والی اکثر تحریکات نے اجتماعی زکوٰۃ اور قیام بیت المال کے اس تصور کو اختیار کیا خصوصاً وہ تحریکیں جو خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی زیر قیادت تھیں۔

انہوں نے انگریز حکومت کے تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے لئے قیام بیت المال کو لازمی قرار دیا۔ فوج محمدی، حزب الانصار، حزب اللہ، انجمن حمایت العرب

وغیرہ نے جگہ جگہ بیت المال کے ادارے قائم کئے۔

صاحب فوز المقال نے جلد ثالث میں خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی قیام بیت المال کے لئے کاوشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"آپ نے خلفائے راشدین کے طریقہ پر ایک بیت المال کا انعقاد بھی کیا، کیونکہ بیت المال سے ہی تمام عقدے حل ہوسکتے ہیں، اسلام کو بیت المال کی اس طرح ضرورت ہوتی ہے، جس طرح جسم کے لئے روح اور بدن کے لئے سر، اسی نظریہ کے تحت آپ نے بیت المال قائم کیا اور نہایت نظم وضبط سے اس کو چلایا، باقاعدہ حساب وکتاب کے رجسٹرات موجود تھے، اور مطابق شریعت اخراجات کئے جاتے تھے، مستحقین کی خدمت حسب استحقاق ہوتی تھی۔"(168)

مولانا ظہور احمد بگوی کی فوج محمدی اور حزب الانصار کی برصغیر میں پھیلی تیس سے زائد مجالس اور شاخوں کو جو ہدایات دی گئی تھیں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر انوار احمد بگوی نے تذکار بگویہ میں لکھا۔

1۔ ادارہ عالیہ محمدیہ کا صدر مقام ٹیکسلا کی بجائے بھیرہ مقرر کیا گیا ہے آئندہ ادارے کے نام کی جملہ خط وکتابت ٹیکسلا کی بجائے ناظم ادارہ عالیہ محمدیہ بھیرہ پنجاب ہونی چاہیے۔ تمام جماعتیں اپنی کارگزاری کی پندرہ روزہ رپورٹیں بھیرہ کے پتہ پر ارسال کیا کریں۔

2۔ جدید دستور العمل کی رو سے مرکز کے مصارف کے لئے قائداعظم صاحب (خواجہ زین الدین چشتی) کے ماتحت ایک مرکزی بیت المال قائل کیا گیاہے۔ تمام

جماعتیں ہر رضا کار سے کم از کم دو آنے سالانہ چندہ وصول کر کے بیت المال کے نام روانہ کریں۔[169]

ادارہ عالیہ محمدیہ عسکریہ نے جو ہدایات چھوٹے شہروں اور دیہاتوں کی تنظیمات کو جاری کیں ان میں سے تین ہدایات یہ تھیں

☆ اپنے شہر یا گاؤں میں مساجد کی آبادی و ترغیب صلوٰۃ کے جدوجہد کا آغاز کریں۔

☆ مساجد میں بچوں کی تعلیم کے لئے پرانی طرز کے مکتب قائم کئے جائیں جن میں قرآن مجید کی تعلیم کے علاوہ لکھنے اور پڑھنے کی بھی مشق کرائی جائے۔

☆ اپنے شہر کی جامعہ مسجد میں ہر جمعہ کو فوج محمدی کا سپاہی حاضر ہو اور بعد جمعہ ناظم فوج تمام سپاہیوں کی حاضری باقاعدہ لے اور مجلس مشاورت ہفتہ وار منعقد ہو۔ بہتر یہی ہے کہ جمعہ کے دن مجلس منعقد ہوا کرے۔ جس میں مسلمانان علاقہ کی بھلائی و ترقی کے لئے تجاویز پر غور ہوا کرے۔

☆ ہر محلہ کی مسجد کا ایک بیت المال ہو جو متولی مسجد کی تحویل میں ہو اس میں سے مسجد کی ضروریات مکتب کے مصارف سقہ، امام یا موذن کے مشاہروں پر صرف ہو۔ ہر نمازی اس میں حسب حیثیت حصہ لیا کرے۔ بیت المال کا حساب ہر مہینہ بعد تمام نمازیوں کو مفصل سنا دیا جائے۔[170]

مولانا ظہور احمد بگوی نے تنظیم زکوٰۃ اور قیام بیت المال کے حوالے سے کی جانے والی کوششوں کی ناکامی پہ نقد کرتے ہوئے فروری 1937ء کے شمارہ شمس الاسلام بھیرہ میں لکھا۔

"جب تک آزادی حاصل نہ ہو زکوٰۃ کی تنظیم کا مسئلہ کماحقہ حل نہیں ہو سکتا، جب تک ہمارے پاس ایسی قوت نہ ہو کہ محکمہ انکم ٹیکس والوں کی طرح ہر مسلم تاجر کے حساب وکتاب کی پڑتال کر کے خدائی ٹیکس وصول کر سکے اور خدائی ٹیکس (زکوٰۃ) نہ دینے والوں کو سزا دینے پر قادر ہوں اس وقت تک بیت المال کے قیام کی رٹ لگائے رکھنے کا نتیجہ صرف یہ ہو گا کہ جہاں ایک سو چندہ جمع کرنے والے نظر آتے ہیں وہاں بیت المال کے قیام کے بعد ان میں ایک نئے چندہ جمع کرنے والے ادارے کا اضافہ ہو جائے گا۔ پنجاب میں بمقام سیال شریف اور بہار میں بمقام پھلواری امارات شرعیہ قائم ہوئیں ہر دو جگہ بیت المال قائم ہوئے مگر ان میں ناکامی ہوئی"۔(171)

سیال شریف میں قائم ہونیوالی امارت شرعیہ کا قاضی القضاۃ سید احمد الدین گانگوی کو مقرر کیا گیا۔ سید گانگوی نہ صرف سیال شریف میں جمع ہونے والی اجتماعی زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کے شرعی معاملات کو دیکھتے رہے بلکہ انہوں نے خود بھی میانوالی میں بیت المال کا ادارہ قائم کیا۔ علاقہ کے رؤساء اور علماء اس تنظیم کے ممبران کے طور پر شامل ہوئے اور اجتماعی زکوٰۃ کی وصول یابی سے جو ادارے قائم کئے گئے وہ آج بھی ایک زندہ حقیقت کے طور پر موجود ہیں۔ سید گانگوی نے انجمن شعبہ التبلیغ کے نام سے ایک جماعت قائم کی جس کے تحت بیت المال بھی قائم کیا گیا جن اغراض ومقاصد کے تحت سرمایہ اکٹھا کیا جاتا تھا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے محمد ریاض بھیروی لکھتے ہیں کہ اس مجلس کے اغراض ومقاصد بھی بڑے زوردار تھے مثلاً مسلمانوں میں دین کی تعلیم کو بین الاقوامی معیار کے مطابق ترویج دینا، ان کی دینی اخلاقی اور اقتصادی حالت کی اصلاح

کرنا، الحاد اور دہریت کا مقابلہ کرنا، لوگوں کو فرقہ بازی سے بچانا، بری رسموں کا خاتمہ کرنا، مردوخواتین کے لئے دینی مدارس قائم کرنا، خانگی جھگڑوں کے حل کے لئے علماء کی خدمات سے استفادہ کرنا، بری رسومات کے خاتمے کے لئے مبلغوں کو چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں بھیجنا وغیرہ شامل تھے۔ چونکہ اس مجلس کے کارکنان ضلع کے بڑے بڑے علماء اور رؤساتھے لہٰذا مجلس کی باقاعدہ رسیدات چھپوائی گئیں اور حاصل شدہ سرمایہ کواپریٹو بنک میانوالی میں جمع کرایا جاتا تھا۔ مجلس ہٰذا کی معاونت کے لئے بیت المال پہلے سے ہی موجود تھا۔ جس میں ہر شکل کی امداد وغیرہ آیا کرتی تھی۔ اس مجلس کے عزائم وارادے اس قدر بلند تھے کہ مستقل آمدن دینے والی جائیدادیں خریدنے کا بھی عندیہ دیا گیا تھا اور بعد ازاں اس مجلس اور اس قبیل کی دیگر مجالس نے واقعتاً قابل فخر کارنامے سر انجام دیئے۔ ایسے ادارے قائم کئے جو آج بھی بھرپور انداز کے ساتھ آباد ہیں۔ (172)

تحریک خلافت اور ترک موالات:

پس منظر: تذکار بگویہ میں تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے مقصد اور پس منظر کو مختصراً کچھ یوں بیان کیا گیا ہے۔

> "22نومبر 1919ء کو آل انڈیا خلافت کانفرنس کا پہلا جلسہ اس غرض سے دہلی میں منعقدہ کیا گیا کہ جنگ عظیم اول کے اتحادیوں سے عموماً اور برطانوی حکومت سے خصوصاً ان وعدوں کے ایفا کرنے کا مطالبہ کیا جائے جو مسلمانوں کا تعاون حاصل کرنے کے لئے انہوں نے دوران جنگ کئے تھے۔ اس جلسے میں سارے ہندوستان سے تمام مکاتب فکر

کے علماء اور رہنماؤں نے شرکت کی تھی۔ پہلی کانفرنس کے فیصلوں کی روشنی میں ملک کے صوبہ جات اور اضلاع میں مجالس خلافت (Khilafat Committes) کے قیام کا سلسلہ شروع ہو گیا۔"[173]

ترکِ موالات:

8 نومبر 1920ء کو کلکتہ میں دوسری آل انڈیا خلافت منعقد ہوئی جس میں طے ہوا کہ:

1۔ سرکاری خطابات اور اعزازی عہدے چھوڑ دیئے جائیں
2۔ سرکاری جلسوں، درباروں اور مجلسوں میں شامل ہونے سے انکار
3۔ سرکاری تعلیمی اداروں سے بچوں کو اٹھانا اور قومی سکولوں کا اجراء
4 سرکاری عدالتوں کا مقاطعہ اور پنچائتی عدالتوں کا قیام
5۔ سرکاری ملازمت سے دشمنان اسلام کی خدمت سے انکار
6۔ کونسل کی رکنیت سے علیحدگی
7۔ غیر ملکی مصنوعات کا مقاطعہ[174]

سید احمد الدین گانگوی کا معاصر علماء سے سیاسی اختلاف، اسباب و اثرات:

تحریک خلافت اور ترک موالات میں جمہور علماء ہندوستان ایک طرف تھے جبکہ پیر سید مہر علی شاہ، فاضل بریلوی اور مولانا اشرف علی تھانوی دوسری طرف۔ سید احمد الدین گانگوی اور خواجہ ضیاء الدین سیالوی تحریک خلافت اور ترک موالات میں علماء فرنگی محلی کے ساتھ تھے۔ لہذا پہلے پیر مہر علی شاہ اور فاضل بریلوی کا موقف قارئین کی نظر کیا جائے گا اور بعد ازاں خواجہ سیالوی اور سید گانگوی کی عملی جدوجہد

کا تذکرہ کیا جائے گا۔

پیر مہر علی شاہ (م1937ء) اور تحریک خلافت:

ڈاکٹر مسعود احمد مظہری حضرت اعلیٰ گولڑوی کے موقف کو دلائل سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انگریزوں سے انتقام لینے اور ہندوستان کی آزادی کے لئے انگریزوں کو مجبور کرنے کے علاوہ تحریک خلافت کے کئی اور پوشیدہ مقاصد بھی تھے مثلاً ہندوؤں کو مسلمانوں کے قریب لانا اور اس باہمی اتحاد سے کانگریس کو، جو ہندوؤں کی ایک کمزور سیاسی جماعت تھی، قوی کرنا، کانگریس کی خفیہ مالی امداد کرنا، مسلمانوں کو زندگی کی ہر سطح پر کمزور کرنا، بدعقیدہ (جو مسلمانوں کی نظر میں باوقار نہ تھے) کا وقار بلند کرنا، اہل سنت کے اکابر علماء و مشائخ (جو مسلمانوں کو ہندوؤں اور قوم پرست لیڈروں کے پوشیدہ مقاصد سے باخبر کر رہے تھے) کو بدنام کرنا اور ان کی کردار کشی کرنا۔[175]

مذکورہ تمہید کو ثابت کرنے کے لیے ڈاکٹر مسعود احمد مظہری، پیر سید مہر علی شاہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اب ترتیب وار ان مقاصد پر روشنی ڈالتے ہیں۔ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت اور تحریک کھدر وغیرہ نے بعض شرعی مسائل پیدا کر دیئے چنانچہ سلطان العلماء سے مندرجہ ذیل سوالات کئے گئے:

سوالات:

☆ کیا حکومت ترکیہ شرعاً خلافت اسلامیہ ہے؟ ☆ کیا ہندوستان دارالحرب ہے اور

یہاں سے ہجرت کر جانا مسلمانوں پر واجب ہے؟
☆کیا تحفظ خلافت کے لئے کانگریس کا تعاون اور گاندھی کی قیادت جائز ہے؟☆کیا مسلمانوں پر انگریزوں سے مطلقاعدم تعاون فرض ہے؟☆کیا ہندوؤں کی خوشنودی اور تعاون حاصل کرنے کے لئے گائے کی قربانی ترک کرنا جائز ہے؟☆کیا صرف کھدر کے کپڑے پہننا ضروری ہیں؟

جوابات:

☆ پہلے سوال کا سلطان العلماء نے یہ جواب دیا کہ اسلامی خلافت صرف تیس برس رہی، اس کے بعد سلطنت ہوگئی، لہٰذا سلطنت ترکیہ، خلافت اسلامیہ نہیں۔[176]

☆ دوسرے سوال کے بارے میں آپ کا موقف یہ تھا کہ ہجرت کے جواز کی کوئی وجہ کتاب وسنت اور دیگر دلائل شرعیہ سے نہیں ملتی۔ بالفرض ہجرت فرض بھی ہوتی تو دنیا میں کوئی مسلمان ملک اتنا بڑا نہیں جہاں ہندوستان کے کروڑوں مسلمان جاکر آباد ہوسکیں اس لئے عدم استطاعت کی وجہ سے بھی یہ فرض ساقط ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس غیر شرعی ہجرت کا نتیجہ بہت خراب نکلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ افغانستان جانے والے مہاجرین اپنا سب کچھ اونے پونے ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کرکے چلے گئے وہاں جاکر پریشان وپشیمان ہوئے اور بالآخر خستہ حال واپس لوٹے۔

☆ تیسرے سوال کے بارے میں حضرت سلطان العلماء کا یہ موقف تھا کہ گاندھی کی قیادت ناجائز ہے اس لئے کہ مسلمانوں کو چار امور پر عمل پیرا ہونے کا حکم ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت، اقوال مجتہدین، گاندھی کی اتباع کا

کہیں حکم نہیں آتا، ہندوؤں سے موالات بھی جائز نہیں۔

☆ چوتھے سوال کے جواب میں فرمایا، یہود ونصاریٰ اور مشرکین کی عداوت قرآن میں صراحتہً مذکور ہے۔ پس یہود ونصاریٰ، کافر ومشرک سب سے ترک موالات ہونی چاہیے۔

☆ پانچویں سوال کے بارے میں آپ کا موقف یہ تھا کہ احادیث میں گائے کی قربانی کی خوبیاں اور فضلیت مذکور ہیں اس لئے کسی کی خوشنودی اور تعاون حاصل کرنے کے لئے اس کو ترک کرنا جائز نہیں۔

☆ چھٹے سوال کے بارے میں فرمایا کہ قرآن اور حدیث وفقہ کی کتابوں میں ایسا کوئی حکم نہیں۔ (177)

ڈاکٹر مسعود احمد مظہری تحریک خلافت وترک موالات وہجرت کے نقصانات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ترک موالات کی تحریک چلا کر مسلمانوں کو معاشی طور پر کمزور کر دیا انہوں نے انگریزوں کے خطابات وتمغات واپس کئے، ملازمتیں چھوڑیں، جاگیریں چھوڑیں وغیرہ وغیرہ۔ پھر تحریک ہجرت چلائی، مسلمانوں کے پاس جو کچھ تھا وہ اونے پونے ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کر کے افغانستان جانے لگے۔ تحریک کھدر چلائی، پاک وہند میں جو مسلمان نفیس کپڑا بناتے تھے ان کا کاروبار ختم ہو گیا، تحریک گاؤکشی اور ترک حیوانات چلائی جس سے مسلمان قصابوں کا کاروبار ختم ہوا۔ (178)

ڈاکٹر مسعود احمد مظہری پیر مہر علی شاہ کے موقف کی تائید اور تحریک خلافت کے ازروئے شرع جائز نہ ہونے کی توضیح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"از روئے شرع سلطنت ترکی خلافت اسلامیہ نہ تھی لیکن علماء دیوبند
نے اس یقین کے ساتھ اس کو خلافت اسلامیہ قرار دیا کہ اکابر اہل
سنت ضرور اس خیال کی مخالفت کریں گے بس یہی موڑ ہوگا جہاں سے
ان کیخلاف پروپیگنڈے کا آغاز کیا جائے گا چنانچہ یہی ہوا۔ اکابر اہل
سنت امام احمد رضا خان بریلوی، سلطان العلماء پیر مہر علی شاہ گولڑوی
وغیرہ نے اس خیال کی سخت مخالفت کی، بس پھر کیا تھا ان کیخلاف ایک
طوفان کھڑا کر دیا اور ان کو بدنام کرنے کے لئے ایک بھرپور مہم چلائی
گئی۔ چونکہ عوام جذباتی ہو رہے تھے اور انگریزوں کے سخت خلاف
تھے اس لئے یہ مشہور کیا گیا کہ یہ حضرات انگریزوں کے خیر خواہ
ہیں۔ اس جذباتی دور میں یہ خیر خواہی بدترین جرائم میں تھی اس لئے
یہ حضرات خوب بدنام ہوئے۔"(179)

امام احمد رضا اور تحریک خلافت و ترک موالات:

علامہ عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری نے ڈاکٹر مسعود کی کتاب فاضل بریلوی اور ترک موالات پر عرض حال کے عنوان سے تبصرہ لکھا ہے جس کی ابتداء میں وہ رقم طراز ہیں کہ تحریک ترک موالات جو گاندھی کے اشارے پر چلائی گئی اسی کے متعلق حکم شرع بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے 1920ء میں المحجۃ المؤتمنہ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جو مسلمانوں کے لئے ہدایت کا روشن مینار ثابت ہوئی۔ علامہ اقبال اور جناب محمد علی جناح جیسے لیڈروں کو بھی بعد میں اسی طرف آنا پڑا، اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو دو قومی نظریہ کے اس دور میں اولین

علمبر دار فاضل بریلوی ہی تھے۔[180]

ڈاکٹر مسعود احمد مظہری تحریک ترک موالات وخلافت میں فاضل بریلوی کے نقطہء نظر واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> عرض کیا جاچکا ہے کہ فاضل بریلوی، ترک موالات کے نتیجے میں ہونے والے ہندو مسلم اتحاد کے سخت مخالف تھے۔ ان کی آنکھیں وہ کچھ دیکھ رہی تھیں کہ دوسری آنکھوں نے وہ نہ دیکھا تھا۔ ان کا ذہن صائب وہ کچھ سوچ رہا تھا کہ اس طرف دوسروں نے رخ بھی نہ کیا تھا۔ ہندو مسلم اتحاد کے موید اور ہمارے محترم بزرگ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی جب فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی تو فاضل بریلوی نے صاف صاف فرمادیا۔
>
> مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں۔[181]

بہر کیف اس پر فتن دور میں جب کہ انگریز دشمنی نے علماء کو حد اعتدال سے متجاوز کر دیا تھا فاضل بریلوی نے صراط مستقیم دکھایا، وہ سیاسی جذباتی تحریکوں سے الگ تھلک رہے، کارواں چلتا رہا وہ روشنی دکھاتے رہے۔ جن کی قسمت میں ہدایت تھی انھوں نے ہدایت پائی۔ مگر پھر بھی سائل سوال کر سکتا ہے کہ کارواں سے الگ کیوں رہے؟

ہر سیاسی تحریک کا ایک مقصد ہوتا ہے اور پھر اس مقصد ومنتہا کے حصول کے لئے مختلف ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ مقصد بالعموم ظاہر ہوتا ہے مگر ذرائع ظاہر

بھی ہوتے ہیں اور مخفی بھی مقصد کے تعین میں تقویٰ کا خیال رکھا جا سکتا ہے مگر ذرائع میں اس کا خیال رکھنا دور جدید کی سیاست میں تقریباً ناممکن ہے۔ خصوصاً تحریک کے زمانے میں جو بے احتیاطیاں ہوتی ہیں وہ اہل تقویٰ کے لئے ناقابل برداشت ہیں اس کے علاوہ نظر تقویٰ سے تحریک کی کارگزاریوں کا مطالعہ کیا جائے تو بہت سی خامیاں نظر آسکتی ہیں۔

دور جدید کی سیاست صرف مقاصد سے بحث کرتی ہے اور اس کے تعین میں بھی وہ خلوص وللّٰہیت نہیں ہوتی جو مقتضائے شریعت ہے اور ذرائع کے نیک وبد سے اس کا کوئی تعلق نہیں مگر اسلامی سیاست مقاصد کے ساتھ ذرائع کے نیک وبد سے بھی بحث کرتی ہے مقصد کتنا ہی عالی کیوں نہ ہو، اگر ذرائع نامحمود ومذموم اور ناپسندیدہ وغیر مشروع ہیں تو اس مقصد کو حاصل کرنے سے اس کا ترک کر دینا بہتر ہے اور بعض حالات میں واجب بلکہ فرض ہو جاتا ہے۔[(182)]

تحریک خلافت وترک موالات کو اکبری دور کے ایک قومی نظریہ سے تشبیہ دیتے ہوئے ڈاکٹر مسعود احمد مظہری لکھتے ہیں کہ دیکھیں کہ دور اکبری کے ایک قومی نظریہ کے احیاء کے لئے کی جانے والی اس کوشش کو فاضل بریلوی نے کس طرح ناکام بنایا۔ڈاکٹر مسعود صاحب کا یہ کہنا تحریک خلافت وترک موالات کی حمایت کرنے والے ہزاروں سنی علماء سے انتہا درجے کی بدگمانی کے مرادف ہے۔ دوسری جانب فاضل بریلوی کی مخالفت کو انگریزوں کی حمایت سے تعبیر کیا جا رہا تھا۔ اس کا اظہار فاضل بریلوی سے پوچھے گئے ایک سوال سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ سائل چوہدری عزیز الرحمن نے اپنے استفتاء میں ایک جگہ لکھا

”غرض کہ ایسے وقت جب کہ اعداء اللہ نے اسلام کی عزت و شوکت
کی بیخ کنی میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا کیا ایسے وقت میں
اسلامی حمیت و غیرت یہ چاہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ نکل آئے
جس سے انگریز افسر خوش ہو جائیں اور مسلمان تباہ ہو جائیں۔“(183)

ڈاکٹر مسعود احمد مظہری مزید لکھتے ہیں:

”ترک موالات کے حامی علماء ترکوں کی تائید و حمایت میں انگریزوں
سے جہاد کے قائل تھے۔ فاضل بریلوی اس کا الزامی جواب یہ دیتے
ہیں کہ ترکوں کیخلاف چند انگریزوں نے حصہ لیا۔ پس ان انگریزوں
سے کیوں ترک موالات و ترک معاملت کی جائے۔ جنہوں نے اس
جنگ میں حصہ نہیں لیا۔؟“(184)

فاضل بریلوی نے تحریک ہجرت پر جو نقد کیا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر مسعود احمد
مظہری لکھتے ہیں

فاضل بریلوی مسئلے کے تاریخی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے بعض
قائدین کی کوتاہ اندیشی اور خود غرضی کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں۔
واقعہ یہ ہے کہ بعض قائدین نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر
مسلمانوں کو افغانستان ہجرت کر جانے پر اکسایا تھا، بہت سے لوگ
اس طرح برباد ہوئے مگر قائدین میں کوئی نہ سرکا۔ اس بے وفائی کا
ذکر کرتے ہوئے فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔
ہجرت کا غل مچایا اور اپنے آپ ایک نہ سرکا، جو ابھارنے میں آگئے،
ان مصیبت زدوں پر جو گزری گزری، یہ سب اپنے جورو بچوں میں

چین سے رہے۔ پتر الگانہ پھٹکڑی اور ترک تعاون کیا، کسی لیڈر کے
پاس زمینداری یا کسی قسم کی تجارت نہیں، نہ ان کا کوئی انگریزی
یا ریاست میں ملازم ہے پھر انہیں کیوں نہیں چھوڑتے۔ کیا واحد قہار
نے نہ فرمایا لم تقولون مالا تفعلون؟ (185)

فاضل بریلوی نے جہاں ترک موالات کے مذہبی نقصانات کو بیان کیا وہیں انہوں نے معاشی حوالے سے بھی اسے نادرست قرار دیا۔ اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر مسعود احمد مظہری لکھتے ہیں کہ فاضل بریلوی ترک موالات کے مذہبی، تاریخی اور سیاسی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد اس کے معاشی واقتصادی پہلو بھی اجاگر فرماتے ہیں، چنانچہ ترک موالات کے نتیجے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو اقتصادی عدم توازن متوقع تھا اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

اگر سب مسلمان زمینداریاں، تجارتیں، نوکریاں، تمام تعلقات یکسر
چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیر خواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں
گے؟ اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے؟۔ حاشا ہرگز
نہیں، زنہار نہیں اور جو دعویٰ کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں،
مکار نہیں۔ سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی
ہو تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری، تجارت، زمینداری چھوڑی
ہو کہ یہاں مالی نسبت اتنی یا اس سے بھی کم ہے۔ اگر نہیں دکھا سکتے تو
کھل گیا کہ:

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اقتصادی ومعاشی جائزے کے بعد فاضل بریلوی نفسیاتی تجزیہ بھی فرماتے

ہیں کہ دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے: اول اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو، دوم یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔ سوم یہ بھی نہ ہو سکے تو آخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔ مخالف نے یہ درجے ان پر طے کر دیئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، خیر خواہ ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اولاً جہاد کے اشارے ہوئے، اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔ ثانیاً جب یہ نہ بنی، ہجرت کا بھرا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں، ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے۔ یہ اپنی جائیدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں۔ بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں۔ ان کی مساجد، مزارات اولیاء، ہماری پامالی کو رہ جائیں۔ ثالثاً جب یہ بھی نہ نبھی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے ترک معاملت پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو، مال گزاری ٹیکس کچھ نہ دو، خطابات واپس کر دو، امر اخیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہر نام کا دنیاوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور پہلے تین اس لئے کہ برصغیر اور محکمے میں صرف ہنود رہ جائیں۔[186]

ترک موالات میں فاضل بریلوی، پیر مہر علی شاہ اور مولانا اشرف علی تھانوی کی اکثر علماء ہند سے اختلاف نے جن شکوک و شبہات کو جنم دیا ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر مسعود لکھتے ہیں:

> "یہ وہ جذباتی دور تھا جب کہ انگریز کے حق میں بولنا اس کیخلاف بولنے سے کہیں زیادہ آسان تھا لیکن پھر بھی پاکستان کے ایک قلم کار پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک جگہ پر عجیب اظہار خیال فرمایا ہے: "انگریز نے توڑ کے لئے اپنی تائید میں جوابی فتوے تیار کرائے۔

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اس زمانے میں مولانا اشرف علی
تھانوی (م 1943ء) اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م 1921ء)
ہر دو مختلف الخیال علماء نے ترک موالات کیخلاف علیحدہ علیحدہ
فتوے دیئے جو انگریزوں کے ایماء سے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر
تقسیم کئے گئے۔"(187)

مذکورہ صفحات میں حضرت اعلیٰ گولڑوی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے موقف کو تفصیلاً بیان کرنے کے بعد مجاہد اعظم خواجہ ضیاء الدین سیالوی اور سید العلماء مولانا گانگوی کے نقطہ نظر کو بیان کیا جاتا ہے۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ آستانہ عالیہ سیال شریف پنجاب میں قیادت کے منصب پر فائز تھا۔ خواجہ سیالوی اور مولانا گانگوی نہ صرف انگریزوں کے مخالف تھے بلکہ ہندوؤں کے بھی سخت خلاف تھے۔ انگریزوں کی مخالفت تو تحریک خلافت اور ترک موالات میں شرکت سے عیاں ہے اور ہندوؤں کی مخالفت مولانا گانگوی کے رسائل الشعلۃ الجباریہ لاحراق مسجد آریہ اور ایقاظ الرقود فی اموال الہنود سے ظاہر وباہر ہے۔

تحریک خلافت اور مولانا گانگوی وخواجہ سیالوی:

تحریک خلافت کے زمانے میں بھی مولانا گانگوی خواجہ سیالوی کے ہمراہ رہے۔ میانوالی اور سیاست کے عنوان سے سید نصیر شاہ رقم طراز ہیں:

"تحریک خلافت شروع ہوئی تو یہاں کے عوام نے اس تحریک کا
بھرپور ساتھ دیا، بریلویوں نے جو یہاں اکثریت میں تھے، بھی تحریک

خلافت کا ساتھ دیا۔ یہاں کے بریلویوں کی طرف سے تحریک خلافت
کی پذیرائی اور مکمل حمایت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہاں کی آبادی کی
اکثریت بالواسطہ یابلاواسطہ سیال شریف کے سجادہ نشینوں کے حلقہ
ارادت میں تھی۔"[188]

سید نصیر شاہ خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی مساعی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان دنوں سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ ضیاء الدین مرحوم حق گوئی و بے باکی میں بے مثال تھے اور تحریک آزادی کے بہت بڑے مجاہد تھے۔ انہوں نے تحریک خلافت میں انتہائی جان دار کردار ادا کیا اور ان کے تمام مریدان باصفا انگریز استعمار کیخلاف سینہ سپر ہوگئے اس وقت واں بھچراں کے رئیس اعظم ملک مظفر خان کو انگریزوں کی طرف سے خان بہادر کا خطاب ملا تھا وہ بھی آستانہ سیال شریف سے وابستہ تھے اور خواجہ ضیاء الدین کے عقیدت مند تھے تحریک خلافت کے دوران وہ سیال شریف میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے اور ایک ہزار روپے کی تھیلی نذر کی اس وقت ایک ہزار روپے کی بڑی قدر و قیمت تھی خواجہ صاحب نے تھیلی کو لات ماری اور فرمایا"مظفر! جامیری نظروں سے دور ہو جاتو اس انگریز کا وفادار ہے جس کے ہاتھ ترک مسلمانوں کے لہو سے آلودہ ہیں تو خان بہادری کے خطاب کو چاٹتا رہ آج سے ہمارا تمہارا تعلق ختم"عقیدت مند ملک مظفر کانپنے لگا اس نے اسی وقت لکھا میں خان بہادری کا خطاب واپس کرتا ہوں اور فوج کا جو اعزازی عہدہ مجھے دیا گیا اس سے بھی استعفیٰ دیتا ہوں اس طرح حضرت کی خفگی دور ہوگئی۔ بہر حال میانوالی کی گلیوں میں بولیں اماں محمد علی کی۔ جان، بیٹا خلافت پہ دے دو کا نغمہ گونجتا رہا۔[189]

میانوالی میں تحریک خلافت کی بھرپور حمایت کا اندازہ مولانا محمد علی جوہر کی والدہ کے یہاں آنے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ سید نصیر شاہ لکھتے ہیں:

> ”کرنل الطاف الٰہی ملک کے بیان کے مطابق اسی تحریک کے دوران مولانا محمد علی جوہر کی والدہ جو ”اماں بی“ کے نام سے مشہور تھیں میانوالی تشریف لائی تھیں اور ان کے والد ملک مولا بخش ایڈووکیٹ کے پرانے مکان واقع صدر بازار بالمقابل زنانہ ہسپتال میں قیام کیا تھا۔“(190)

سید نصیر شاہ کا یہ کہنا ”بریلویوں نے جو یہاں اکثریت میں تھے، بھی تحریک خلافت کا ساتھ دیا“ خلاف حقیقت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تحریک خلافت کے زمانے میں بریلوی اور دیوبندی تقسیم واضح نہیں ہوئی تھی اس زمانے میں کوئی بھی بریلوی عالم میانوالی میں موجود نہیں تھا۔ یہاں پر موجود علماء فرنگی محل، خیر آباد سے فارغ التحصیل تھے۔ اور اگر سید نصیر شاہ کا مقصود یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد جن مدارس اور خانقاہوں نے خود کو بریلویت سے منسوب کیا ان کے آباؤاجداد اکثریت میں تھے تو پھر بات بجا ہے۔

یہاں ضمناً اس بات کا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ فاضل بریلوی انگریز حکومت کیخلاف قائم ہونیوالی امارات شرعیہ کے مخالفین میں سے تھے اور ارباب تحقیق یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ مذکورہ امارات دو مقامات پر قائم ہوئیں۔ پہلی صوبہ بہار میں، دوسری صوبہ پنجاب میں امارات شرعیہ کے تحت مفتیان کرام یہ فتاویٰ جاری کر چکے تھے کہ انگریز حکومت کے دیئے ہوئے خطابات اور عہدے ہر مسلمان پر چھوڑنا فرض ہے۔

خواجہ ضیاء الدین سیالوی جو انگریز حکومت کے سخت مخالفین میں شامل تھے انہوں نے پنجاب کی امارت شرعیہ سے نہ صرف ان فتاویٰ کو جاری کروایا بلکہ یہ اعلان بھی کرادیا کہ جو شخص یہ خطابات واپس نہیں کرے گا اس کا خانقاہ سیال شریف سے کسی طرح کا بھی رشتہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ فاضل بریلی نے صوبہ بہار سے جاری ہونے والے اس طرح کے فتاویٰ کیخلاف فتاویٰ دیئے مثلاً جب آپ سے سوال ہوا کہ ترک موالات میں جس خطیب نے گورنمنٹ کا خطاب واپس نہیں کیا کیا اس کا خطبہ سننا جائز ہے تو مولانا بریلوی نے جواب دیا جو زمانہ شاہی سے منصب خطبہ وامامت پر منسوب ہے بلاوجہ شرعی اس کے خطبہ سننے کو ناجائز بتانے والا شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے۔ خطاب واپس نہ کرنا کوئی ایسا جرم نہیں جس کے سبب اس کا خطبہ سننا منع ہو جائے۔ (191)

خواجہ سیالوی انگریزوں سے جہاد کے قائل تھے اور یہی وجہ تھی کہ آپ کے زیر قیادت چلنے والی جملہ تنظیمات خود کو ہمہ وقت حکم جہاد کے لئے تیار رکھتیں۔ اس کا اندازہ انجمن حمایت العرب، انجمن حزب الانصار، انجمن فوج محمدی، حزب اللہ کی جملہ کاروائیوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ جس کی تفصیلات کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔ جبکہ مولانا بریلوی انگریزوں کے خلاف اس طرح کی جہادی کاروائیوں کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ فاضل بریلوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

> ”خصوصاً ہندوستان میں جہاں اگر دس مسلمان ایک مشرک کو قتل کریں تو معاذ اللہ دسوں کو پھانسی ہو، ایسی جگہ مسلمانوں پر جہاد فرض بتانے والا شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے، ہمارا مقصود

اس قدر تھا کہ کریمہ ممتحنہ اگر جملہ مشرکین غیر محاربین کو عام ہے
توضرور منسوخ ہے وہ بحمدہ تعالیٰ بروجہ احسن ثابت ہو گیا۔"(192)

فاضل بریلوی ہندوستان کو دار الاسلام قرار دیتے تھے۔ جبکہ خواجہ سیالوی نے ایک موقع پر دار الحرب قرار دیتے ہوئے افغانستان کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تھااور جملہ تحریکات کو احکامات جاری کر دیئے تھے اور بعض وجوہات پر ارادہ بدل لیا تھا۔ ان تمام مواقع پر مولانا گانگوی خواجہ سیالوی کے ہمراہ تھے۔ فاضل بریلوی ہندوستان کو دار الاسلام قرار دیتے ہوئے اور یہاں سے ہجرت کے دعویداروں پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"الحاصل، ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہیں۔ عجب ان سے جو تحلیل ربا کے لئے (جس کی حرمت نصوص قاطعہ قرآنیہ سے ثابت، اور کیسی کیسی سخت وعیدیں اس پر وارد) اس ملک کو دارالحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت واستطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔"(193)

شاہ بدر الدین پھلواری کے زیر قیادت صوبہ بہار کے مقام پر جو امارت شرعیہ قائم ہوئی تھی اور علامہ پھلواری کو امیر اسلام مقرر کیا گیا تھا اس کے رد میں فاضل بریلوی کا مفصل فتویٰ فتاویٰ رضویہ جلد 14 ص 168 پر موجود ہے۔ جبکہ اربابِ تحقیق کے علم میں ہے کہ پنجاب میں امارت شرعیہ کا قیام خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی زیر قیادت ہوا تھااور یہاں آپ کو امیر اسلام اور مولانا گانگوی کو مفتی اعظم اور قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا تھا۔ لہذا اس سے بھی سیاسیات کے باب میں پنجاب کے سنی علماء سے

فاضل بریلوی کی آراء کا اختلاف ظاہر ہوتا ہے۔ سید گانگوی امارت شرعیہ کے نہ صرف قائل تھے بلکہ آپ نے دلائل سے ثابت بھی کیا اور مسلمانوں کے نظم اجتماعی کے لئے امارت شرعیہ کے قیام پر زور دیا۔ انفرادی کاوشوں پر اجتماعی مساعی کی اہمیت کو ثابت کیا اور اسے ہی حصول آزادی کا طریقہ قرار دیا۔

سید گانگوی لکھتے ہیں کہ جو کچھ زور و قوت ہے وہ وحدت مرکز اور نظم میں ہے اسی کو مسلمانوں نے کھو دیا جس کے وہ مامور تھے۔ شریعت حقہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سب سے زیادہ زور نظم پر دیا ہے یعنی مسلمان کسی وقت اور کسی حالت میں بے نظم نہ رہیں۔ حتیٰ کہ معمولی اور عارضی سفر کے لئے بھی حکم ہے کہ کوئی امیر اپنے لئے انتخاب کرلیں چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے تین شخصوں کے لئے جو ارادہ سفر کا رکھتے تھے، ارشاد فرمایا کہ تم کو چاہیے کہ اپنے سے ایک امیر کو منتخب کرلو۔ جب سفر جیسی عارضی اور معمولی شئے کے لئے اقامت امارت کا حکم ہے اور وہ بھی تین شخصوں کے لئے تو اس پر قانون الٰہی کو قیاس فرمالیجئے کہ اس کے اجراء کے لئے کس قدر وحدت مرکز اور نظم کی ضرورت ہونا چاہیے کہ جس میں اعدائے دین سے مقابلہ بھی کرنا ہے مجاہدین کی امداد کرنا ہے۔ عبادت الٰہی کی اقامت ہے نشر مذہب کے قواعد ہیں۔ بیوہ اور یتیم اور غریب و مسکین کی امداد کے طریقے ہیں۔ ضوابط عدل و انصاف میں ایسا مکمل نظام بغیر وحدت مرکز کیونکر قائم ہو سکتا ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسے معقول نظام کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو اور محض تشتت وافتراق سے اس کی حفاظت ہو جائے یہی وجہ ہے کہ اس نظام کے بقاء اور تحفظ کے لئے وحدت مرکز کو ضروری قرار دیا کہ جو مسئلہ امارت کا ایک عنوان ہے۔[194]

سید گانگوی امارت شرعیہ اور خلافت اسلامیہ کی بقا کا ضامن بیت المال کو قرار دیتے ہیں لہٰذا انہوں نے اولاً اسلامیان ہند کو اجتماعی تصور زکوٰۃ اور قیام بیت المال کی ترغیب دی تاکہ مسلمانوں کی معیشت مستحکم ہو اور جب معیشت مضبوط ہو گی تب ہی آزاد ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔ پھر تحریک آزادی کے لئے کی جانیوالی جملہ جدوجہد کو اعانت فراہم کی جاسکتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں

> "علی ہذا القیاس جوں جوں خلافت کا دور منتقل ہوتا رہا۔ بیت المال کا انتظام بھی زیادہ استحکام پذیر ہوتا گیا۔ خلافت عثمانیہ میں بیت المال میں بھی زیادہ اضافہ ہوا۔ خلافت حیدریہ کے دور میں اس سے اور زیادہ خلافت مروانیہ اور عباسیہ کے ادوار میں بیت المال کا وہ انتظام ہوا جس کے بیان کے واسطے دفتر طویل چاہیے۔ خلافت عثمانیہ نے بیت المال کی ترقی کو اس حد تک پہنچایا کہ جملہ کشوران یورپ وایشیاء نے ان سے سبق حاصل کئے۔"(195)

سید گانگوی فرائض اسلامی کی ادآئیگی میں پائی جانے والی اجتماعیت کو مسلمانوں کی بقاء کا پیش خیمہ قرار دیتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ اکثر احکام اسلامی میں اجتماعیت ہی مرغوب محبوب ہے۔

> "جہاں تک اسلامی فرائض میں نظر غائر ڈالی جاتی ہے تو سوا اس کے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ حالت اجتماعی بہ نسبت انفرادی کے شارع کو نہایت محبوب ہے مثلاً نماز دن رات میں صرف پانچ ہیں لیکن یہ نہیں کہ جس وقت کسی کی مرضی ہو اس وقت پانچوں فرض ادا کرے بلکہ اس کے لئے اوقات مخصوصہ کا تعین ہوا۔ جیسا ارشاد ہوتا

ہے۔ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا۔ "[196]

مزید اجتماعیت کو نہ صرف قیام صلوۃ بلکہ دیگر احکام سے بھی ثابت کرتے ہوئے اور نظم احکام کی افادیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ اس لئے کہ تعین اوقات کئے بغیر اجتماع ناممکن تھا اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ ساتھ ہی جماعت کا حکم ہوا۔ جس میں ایک کو پیشوا بنا کر باقی تمام اہل اسلام اس کی اقتدار میں فریضہ الٰہی سے سبکدوش ہوں۔ اس اجتماع کی ایسی تاکید فرمائی کہ کبھی تو متخلف کو منافق کا خطاب اور کبھی اس کے گھر کو احراق کا وعید و عتاب سنایا جاتا ہے اور اسی طرح ہر ہفتہ میں ایک جامع مسجد میں ہر سال دوبار عید گاہ میں اجتماع کا حکم صادر فرمایا علی ہذا القیاس صیام جو ہر سال میں ایک ماہ کامل مقرر ہے وہ بھی معین ایسا نہیں کہ تیس روزے سال بھر میں پورے کر دیئے جائیں کیونکہ اس میں بھی انفرادی صورت بن جاتی ہے۔ جو قلب الموضوع ہے بلکہ ایک ہی تاریخ سے شروع ہو کر ایک ہی تاریخ پر ختم ہوتے ہیں۔ جس سے ہیئت اجتماعیہ کا پورا تحقق ہوتا ہے اسی طرح ہر سال عرفات میں ایک دفعہ اجتماع ہوتا ہے۔ خواہ کوئی نزدیک کا رہنے والا ہو یا دور سے آنے والا۔ سب کو ایک ہی مقررہ تاریخ پر مناسک ادا کرنے چاہیں۔ ایسا ہی زکوٰۃ کا حکم ہے آیت شریفہ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ، [197]

بالصراحت خاص اس بات پر دال ہے کہ امام الوقت اہل الاموال سے صدقات لے کر اپنے بیت المال میں داخل کرلے اور آیہ مبارکہ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ [198] الایۃ نے اس امر کی ہدایت کی کہ امام اس مال مجتمعہ کو انہیں مصارف پر صرف کرے یہ کہیں معلوم نہیں ہوتا کہ اہل الاموال خود بخود

جہاں جی چاہے صرف کر دیں ورنہ رسول اللہ ایسی تکالیف کا سامنانہ فرماتے کہ محصلین زکوٰۃ کو منتخب کرنا اور پھر ان سے محاسبہ لینا اور اس مال کی حفاظت کرنی اور اس کو چوروں اور ڈاکوؤں سے بچانا۔ اور اگر کوئی چور یا ڈاکو اس مال پر حملہ کرے تو اس کو سلمہ بن اکوع وغیرہ کے ذریعہ روکنا اور پھر ان چوروں کے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنا اور ان کو تپتی دھوپ میں ڈال دینا یہاں تک کہ پانی پانی کرتے مر جائیں اور پھر اس مال کو مستحقین میں تقسیم کر دینا وغیرہ وغیرہ بلکہ صرف یہ فرمایا دینا کافی تھا کہ مسلمانوں تم اپنے مال کی زکوٰۃ مساکین کو دے دیا کرو تو اس تقریر سے صاف ثابت ہوا کہ بیت المال کا ہونا اسلام میں از حد ضروری ہے اور نیز صدقات کے اخذ کا حق صرف امام ہی کو ہے۔ ارباب الاموال خود بخود اس ادآئیگی کے بدون وساطت امام کے متولی نہیں ہیں۔ (199)

سید گانگوی تصور اجتماعیت کے حصول کے لئے تقرر امام کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ تاکہ امام / نائب / قاضی محصلین کا تقرر کرے اور تاکہ حاصل شدہ سرمائے کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جاسکے اور یوں "انفرادیت" کی ذلت سے نجات حاصل کی جاسکے۔

> "یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں نہ بادشاد اسلام ہے اور نہ کوئی محصل پھر زکوٰۃ کی ادائیگی کی کیا صورت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محصل چونکہ نائب امام ہے اس لئے وہ بھی امام کے حکم میں ہوگا اور اس کے تقریر کی تین صورتیں ہیں۔" (200)

ہر سہ صورتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"نص شارع، امام سابق کا انتخاب، اہل حل و عقد کا تقرر، جیسا کہ
شرح مواقف میں مذکور ہے جب پہلی دو صورتیں مفقود ہیں تو تیسری
صورت یعنی اہل اسلام کا اجماع واتفاق کافی ہے۔"(201)

اپنے موقف کو دلائل سے ثابت کرتے ہوئے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے اجتماعی بیت المال کو ضروری قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس طرح باقی امور اسلامیہ میں جو بادشاہ اسلام پر موقوف ہیں اور بوجہ نہ ہونے بادشاہ کے اہل اسلام اپنی طرف سے نائب یا متولی مقرر کرکے سرانجام کررہے ہیں مثلاً قاضی جو منجانب بادشاہ اسلام مقرر ہو جمعہ و عیدین وانفصال احکام اس سے وابستہ ہیں اہل اسلام جمع ہو کر ایک شخص کو قاضی بناسکتے ہیں جس کے ہاتھ میں ان تمام امور کا انصرام ہوتا ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے القاضی قاض بتراض المسلمین اسی طرح اہل اسلام ہر ایک شہر یا علاقہ میں ایک ایک امین و متدین شخص کو زکوٰۃ و عشر کی وصولی کے واسطے منتخب کرسکتے ہیں جو تمام علاقہ میں گشت کرکے تمام ارباب الاموال سے عشر و زکوٰۃ وصول کرکے یکجا جمع کرے۔ جن کا نام بیت المال ہو اور پھر وہاں سے حسب ضرورت شرعیہ مصارف پورے کئے جائیں اور محصل چونکہ مقدمہ اور موقوف علیہ اور مبادی زکوٰۃ کا ہے اور زکوٰۃ منجملہ فرائض اسلامیہ کے ہے۔ لہذا اس کا انتخاب بھی موکدترین فرض ہے جیسا کہ اشباہ والنظائر میں ہے للمبادی حکم المقاصد ومقدمۃ الواجب واجب مسلمانان ہند کو اس ضروری معاملہ میں سستی ہرگز نہیں کرنی چاہیے بلکہ اتفاق و اجماع کرکے اس امر کافی الفور تدارک کریں تاکہ فریضہ الٰہی سے سبکدوشی حاصل ہو اور ندامت اور ذلت سے ابدالآباد تک نجات ہو واللہ علی کل شی قدیر!(202)

انگریزوں کیخلاف تحریکات میں جو علماء گرفتار ہوئے ان کی اعانت کو لازم قرار دیتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

"زمانہ حال میں جو علماء کرام وہادیان اسلام اسلامی اعانت کی وجہ سے اسیر ان فرنگ ہیں وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ "[203] وزدے نہ کردہ اند کسے رانہ گشتہ اند بیت جرمش ہمیں کہ عاشق توحید گشتہ اند"۔ ان کی رہائی کی امداد اور ان کے اہل و عیال کی معاش وغیرہ کا تکفل ہر ایک مسلمان کا اعلیٰ ترین فرض ہے خواہ زکوٰۃ سے یا دیگر صدقات واجبہ ونفلیہ سے جس قدر ہو سکے ان کی اعانت عین اعانت اسلام ہے۔"[204]

غازیان انگورہ کی امداد کے لئے اہل اسلام کو ابھارتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

"بناء علیہ زمانہ حال میں غازیان انگورہ مصرف زکوٰۃ ہیں مسلمانان ہند اس مصرف کو اپنے صدقات سے نہ بھولا دیں بلکہ جس قدر ہو سکے نقد جمع کرکے ان کے اوران کے اہل و عیال کی امداد کے واسطے بھیجتے ہیں۔"[205]

کتب ورسائل بابت خلافت:

تحریک خلافت اور ترک موالات کے زمانے میں مولانا گانگوی سیال شریف میں مقیم تھے اور یہاں سے جاری ہونے والے تمام فتاویٰ آپ ہی کے تحریر کردہ ہوا کرتے یا آپ کی تائید اور تصدیق سے شائع ہوتے۔ اس زمانے میں مجلس خلافت شاہ پور اور آستانہ عالیہ سیال شریف سے جو کتابیں، رسالے، ٹریکٹ، قطعات، رسیدات،

فارم وغیرہ برانچوں کو ارسال کئے گئے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔
☆ دستور اساسی و دستور العمل مجلس خلافت ضلع شاہ پور (سرگودھا) ☆ روئداد آل انڈیا خلافت کانفرنس ناگ پور ☆ پنجابی قومی نظمیں ☆ خطبہء صدارت ☆ اعلان سجادہ نشین سیالوی صاحب ☆ فتویٰ علمائے ہند ☆ خلافت نوٹ بک ☆ رسالہ ترک موالات ☆ خلافت رسیدات ☆ لیڈران قوم کے اعلان ☆ خون حرمین ☆ فطرت فی الاسلام ☆ اتحاد اسلامی ☆ حادثہ نجف اشرف و مظالم عراق ☆ جذبات الصداقت ☆ جذبات حریت حصہ اول ☆ خانقاہ اشرفیہ کے فتویٰ کا جواب ☆ فوٹو عکسی رسیدات سمرنا ☆ فغان خلافت ☆ ترکوں کے ارمنوں پر فرضی مظالم۔ ☆ بیان مولانا محمد علی جوہرؒ ☆ سمرنا کی خونین داستانیں ☆ خلافت اور انگلستان ☆ تاریخ حریت اسلام ☆ روئداد اجلاس ششم آل انڈیا خلافت کانفرنس ☆ کتاب رکنیت فارم ممبری ☆ حوادث سمرنا ☆ جذبات جوہر ☆ بصائر ☆ تقاریر مولانا محمد علی جوہرؒ ☆ اعلان واجب الاذعان ☆ بائیکاٹ ☆ سمرنا میں یونانی ملازم ☆ زبردست تقریر ☆ فتویٰ سیال شریف ☆ رسالہ امر بالمعروف ☆ مقدمہ کراچی ☆ اخبار مسلم آؤٹ لک و اخبار خلافت ☆ فارم رضاکاران جیش انگورہ (ترکی)[206]

خطاب بہ صوفیاء کرام و سجادہ نشینان:

خواجہ ضیاء الدین سیالوی اور آپ کے احباب اور خلفاء کے دردو سوز کا اندازہ حضرت صاحبزادہ سعد اللہ سیالوی کی حسب ذیل نظم سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔[207]

اے طائفہ گوشہ نشینان عبادت — در کنج ریاضت
در گوش کن این قصہ پر دردو شکایت — از راہ عنایت

آن گلشن اسلام کہ خود فخر رسل کاشت — محفوظ و نگاہ داشت
بخشید حسینؓ ابن علیؓ نیز طراوت — باخون شہادت
شد تازہ تنو مند ہمان گلشن اسلام — باحسن انجام
سرشار و معطر شدہ ہر مرز وولایت — از بوئے ہدایت
اکنون ہمہ شد تلف ہمہ باغ وگلستان — صد حسرت و حرمان!
غارت شدہ ہمہ گلشن و گلبن ہمہ غارت — صد حیف و ندامت!
اعدا ہمہ شیر ازہ اسلام گستند — بنیاد شکستند
تاہم نہ ترا ہیچ شد احساس خلافت — اے صاحب خلوت [208]

اس نظم میں زبردست سوز اور دردمندی ہے۔اس کے ملحق، حضرت خواجہ ثالث سیالویؒ کا ایک بیان شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے عقیدت مندان دربار سیال شریف کو سمرنا ترکی میں مسلمانوں کے قتل عام اور ان کے ابتلاء پر توجہ دلائی ہے۔

آپ نے تحریک خلافت کی حمایت کی ہے اور اس کی مرکزی اور ضلعی مجالس خلافت کے توسط سے مسلمانوں کو عام عطیات دینے پر آمادہ کیا ہے۔

خواجہ ضیاء الدین سیالوی کا پیغام، عقیدت مندان سیال شریف کے نام:

برادران ملت وعزیزان طریقت جو مظالم اس مظلم دور میں اسلام اور مسلمانوں پر ٹوٹ رہے ہیں ان کو سن کر ایک سچا مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر انصاف پسند دل لرز جاتا ہے خلافت اسلامیہ جس کا قیام وبقامذہبی نقطہ نظر سے ایسا ہی ضروری ہے جیسے جاندار کے لئے روح، پنجہء عیسائیت میں گرفتار ہے کلمہ حق کی آواز نکالنے والے فدایان ملت و قوم جیل خانوں کی تاریک کوٹھڑیوں میں دست و پابزنجیر ہیں سمرنا میں

ہزاروں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ بیکس بھوکوں جان دے رہے ہیں جن کے مربی اور سرپرست حمایت حق پر نثار ہوگئے اور محض اس جرم میں کہ توحید حق کا نعرہ بلند کرنے والے تھے، تیغ ثلیث کی نظر ہوگئے وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (209)

ان واقعات کو سن کر کس مسلمان کا کلیجہ ہے کہ پانی نہ ہو جائے اور کون سی اسلامی آنکھ ہے جو آنسوؤں کے دریا نہ بہائے۔

حقیقت میں ان واقعات نے مسلمانوں کو اپنے بھولے ہوئے فرائض کا زریں سبق دیا ہے اور خواب غفلت میں سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرنے کے لئے تازیانہ غیبی ہے۔ ہمیشہ سے اور اس نازک وقت میں ہر مسلمان کا مذہبی فرض ہے کہ وہ اپنی ہر ممکن کوشش سے حمایت اسلام اور اپنے مظلوم بھائیوں کی دستگیری کرے۔ اس لئے فقیر اپنے عزیز آشناؤں کو خصوصیت کے ساتھ توجہ دلاتا ہے کہ وہ مطالبات اسلامی پورا کرانے کی طرف اپنا کام عمل تیزی کے ساتھ بڑھائیں اور دنیوی اعزاز و جاہ (جو چند روزہ ہے) کے بدلے خدائے ذوالجلال اور رسول عربی ﷺ فداہ ابی وامی کی خوشنودی کی دائمی عزت حاصل کریں، معاندین اسلام کے ساتھ تمام تعلقات نصرت و حمایت کو ترک کردیں اور علمائے کرام کے متفقہ فتویٰ پر عمل پیرا ہوں۔

2۔ مظلومین سمرناجہاں یتیم بچے، لاوارث عورتیں بھوک کے مارے داعی اجل کو لبیک کہہ رہے ہیں ان کی مالی امداد میں نہایت فراخ دلی سے حصہ لے کر مستحق رحمت ایزدی ہوں۔ کیا عجب ہے کہ اس نیک کام کی بدولت تمہارے سابقہ گناہ محو ہو جائیں اور روسیاہی اور ظلمت قلبی حمایت و نصرت اعدائے دین کی وجہ سے تم پر چھا

چکی ہے دھل جائے۔إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔[210]

میرے عزیزو کیا تمہارے مسلمان دل اس کو گوارہ کرسکتے ہیں کہ تم اونچے اونچے محلات میں اڑاؤ صبح و مسا متعدد کھانے تمارے سامنے چنے جائیں اور تم خوشی سے ان کو نوش جان کرو اور ادھر اسلام کے ننھے بچے اور بیکس عورتیں ایک لقمہ کی حسرت میں جان دیدیں۔ تمہارے گھروں میں غلہ کے انبار اور خزانوں کے خزانے دفن پڑے ہوں لیکن ان اسلامی پودوں کے لئے تم اپنی جیب سے ایک پیسہ صرف نہ کرو۔ اگر واقعی تمہاری یہ حالت ہوگئی ہے تو تف تمہارے اسلام پر، قیامت کے دن حضور اقدس ﷺ کے سامنے جب اسلام اور اس کے مظلوم افراد فریادی ہوں گے کہ یارسول اللہ! کفار نے تو ہم پر ظلم توڑے لیکن ان مدعیان اسلام نے بھی انہیں کا ساتھ دیا اور ہماری کچھ خبر گیری نہیں کی۔ تو اس وقت کیا جواب دوگے؟ اگر آپ حضرات صرف بیجا، اسراف ولایعنی مصارف ہی کو چھوڑ دیں تو ان مظلومین کی کافی امداد ہو سکتی ہے۔ زکوٰۃ وعشر ہی سے اگر امداد کی جائے تو ان کو بس کرتا ہے جس کا اصلی واہم مصرف ایسے ہی مظلومین ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان ہدایات پر میرے عزیز آشنا عملی طور پر کاربند ہوں گے اور سعادت دارین حاصل کریں گے۔ جو صاحب مظلومین سمرنا کے لئے رقم ارسال کرنا چاہیں وہ یا تو فقیر کے پاس بھیج دیں تاکہ یہاں سے مرکزی مجلس خلافت کو روانہ کر دی جائے یا اپنے ضلع کی مجلس خلافت کو یا اس کام پر مامور خدام خلافت میں سے کسی کو باخذ رسید عطا کر دیں۔ لیکن فقیر کو بھی رقم مرسلہ کے متعلق اطلاع دیں تاکہ فقیر بھی ان کے لئے دعائے خیر کرے۔[211]

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے فقیر کو بھی اس کار خیر میں حصہ

لینے کی توفیق عطا فرمائی اور اپنی مختصر امداد اور کچھ عزیز و آشنا کی مدد سے تقریباً چار ہزار روپیہ اس مد میں پیش کئے جا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو صراط مستقیم کی ہدایت کرے اور زبانی شور و فغاں کی بجائے شاہراہ عمل پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللھم امین بحرمۃ سید المرسلین

الداعی: فقیر محمد ضیاء الدین سجادہ نشین سیال شریف [212]

تحریک خلافت کا اصل مقصود:

ڈاکٹر مسعود احمد جنھوں نے فاضل بریلوی اور خواجہ گولڑوی کی آراء کا دفاع کیا وہ خود تحریک خلافت کے مقاصد میں لکھتے ہیں۔ تحریک خلافت کا صل مقصود انگریزوں سے انتقام لینا اور ہندوستان کی آزادی کے لئے ان کو مجبور کرنا تھا اس میں ہندو اور قوم پرست مسلمان دونوں شریک تھے اور اہل سنت اس لئے شریک تھے کہ بظاہر تحریک ایک ایسی سلطنت کی حمایت میں تھی جو عقائد سنت کی پاسدار تھی۔ [213]

سر دست مولانا گانگوی کی قلمی کتب کے بعض حصے یہاں درج کئے جاتے ہیں جس سے ہماری مذکورہ بحث کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔ خواجہ سیالوی کی ہمراہی میں گزرے بیس سالوں کے واقعات کو مولانا گانگوی نے اپنی تالیف ہم رکاب موج ضیاء میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ سینکڑوں صفحات پر مشتمل یہ کتاب دست برد زمانہ سے نہ بچ سکی۔ ہمیں جو سولہ صفحات میسر آئے ان کے مطالعہ سے مولانا گانگوی کے سیاسی رجحانات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ قارئین کے ذوق کے لئے مولانا گانگوی کے بیان کردہ تمام واقعات کو یہاں ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے۔

خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے پادریوں سے مناظروں اور جہاد کا تذکرہ کرتے

ہوئے لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ ہندوؤں نے ہمارا بنہ شکنی کیا ہوا ہے باوا صاحب (گرونانک) بھی مسلمان اور اس کے اتباع سکھ بھی مسلمان تھے لفظ سکھ اصل میں سیکھ تھا۔ کثرت اسلام سے ہی چلی گئی اور سیکھ اصل میں شیخ تھا اور شیخ نو مسلم کو کہتے ہیں تو یہ لوگ اپنے آپ کو شیخ اس لئے کہلاتے کہ پہلے ہندو تھے اور بعد میں باوانانک نے ان کو مسلمان کیا تو شیخ کہلاتے لیکن چونکہ اکثر حصص ہندوستان خصوصاً دائرہ میں شین کو سین اور خے کو کھاف بولتے ہیں مثلاً شکر کو سکر، شہر کو سہر اور خر کو کھر اور خیریت کو کھیریت کہتے لہٰذا شیخ سے سکھ مشہور ہو گیا۔ بعد میں ہندوؤں نے مشہور کر دیا کہ باوانانک ہندو تھا اور اس کے اتباع پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہوا ہے۔ اسی طرح بہت شہرون (شہروں) میں آپ کو سکھوں سے مناظرے ہوئے لیکن بفضلہ تعالیٰ ہر جگہ سکھ لاجواب اور مغلوب ہو کر گئے کامیابی کا منہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ (214)

پادریوں سے مناظروں کا احوال:

سید احمد الدین گانگوی کے پادریوں سے ہونے والے مناظروں میں خواجہ ضیا الدین سیالوی کے ہمراہ ہوتے۔ جن مناظروں میں آپ ساتھ رہے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جملہ مخالفین مذہب اسلام سے زیادہ اہتمام آپ کو عیسائیوں اور پادریوں سے مقابلہ کا تھا اسی بنا پر ایک کتاب ان کی تردید میں تصنیف کرنی شروع کرر کھی تھی جن میں انہیں تورات وانا جیل سے حوالہ بمعہ باب و نمبر آیات دے کر جو جو بشارات پیش کی گئیں حضور سرور عالم ﷺ کی ذات عالی صفات مجمع البرکات کے متعلق کتب سابقہ میں وارد تھیں اور عیسائیوں نے ان کو بے جا تاویلیں اور تحریف لفظی و معنی

کر کے کسی غیر مورد پر وارد کر رکھا تھا جیسا کہ ارشاد عالیٰ ہے۔ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ (215)

تو اس تصنیف میں آپ نے اُن تمام بشارات کو حضور اکرم ﷺ پر ہی صادق و منطبق کر دیا اور ان عیسائیوں کے مکائد و مظالم کا پول کھول کر شیشے کی طرح اس معاملہ کو صاف و شفاف کر کے رکھ دیا۔ مگر افسوس کہ وہ تصنیف تکمیل تک نہ پہنچے تھے اور حضور قبلہ جوار رحمت میں جا مقیم ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ (216)

تمام مشاغل مخصوصہ میں سے اہم ترین مشغلہ آپ کا اہل کتاب سے مناظرہ اور مقابلہ کرنا تھا چنانچہ آپ جس شہر میں تشریف فرما ہوتے تو وہاں کے پادریوں کو مناظرہ کا چیلنج دیدیتے اور وہاں کے پادی سب جمع ہو کر بڑے سامان لے کر آتے اور ڈٹ کر مناظرہ کرتے مگر بفضلہ تعالیٰ بمضمون الاسلام یعلو ولا یعلی تمام پادری منہزم اور شکست فاش حاصل کر کے جاتے۔ میانوالی میں جوزف و دیگر پادریوں سے بارہا منظرے ہوئے اور پادریوں نے ایڑی سے چوٹی تک زور لگائے مگر بفضلہ تعالیٰ ہر دفعہ منہ کی کھا کر گئے۔

جھنگ لگھیانہ میں جس پادری سے مناظرہ ہوا تھا وہ نہایت مغرور اور بڑا پادری تھا پہلے تو بڑے غرور کی باتیں کرتا اور کہتا کہ مجھے کسی کتاب کے کھول کر دیکھنے کی ضرورت نہیں مجھے تمام کتاب سماوی یاد ہیں۔ پہلے تو آپ نے اس کے اس دعویٰ کا امتحان میں آہستہ طریق سے مکالمہ فرمایا جس سے اس کا غرور اور ہی بڑھتا گیا۔ مگر جب حضور خواجی ضیاء الدین نے بڑے جوش سے کتب سماویہ کی آیات دھڑا دھڑ پڑھنی شروع کر دیں تو اس کو ہوش آگیا اور سمجھ گیا کہ کسی شیر کے پنجے میں آگیا ہوں اور

حضور کا خداداد رعب اس کے دل پر ایسا چھایا کہ عمر کا اندوختہ سرمایہ سب رخصت ہو گیا۔ حضور سوال پیش کریں اس کا جواب ندارد حضور اس اپنے سوال کا خود جواب دیں اور اس جواب پر اعتراض کریں اس کے جواب سے بھی جواب۔ پھر وہ معافی مانگنے پر اتر آیا۔ آپ نے اسے خوب جھاڑا اور فرمایا تم نے یہی سمجھا کہ تمام دنیا ایک ہی سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے؟ اپنے کان پکڑو، کان پکڑے اور بہزار خجالت روانہ ہوا۔ (217)

عبدالحق لاٹ پادری کو دعوت مناظرہ:

ایک دفعہ آپ میانوالی میں تشریف فرماہو کر جناب ملک محمد مظفر خان صاحب رئیس اعظم واں بھچراں کے مکان جو میانوالی میں ہے اس میں اقامت فرماتھے اچانک تمام شہر میں یہ خبر عام پھیل گئی کہ عبدالحق جو انڈیا بھر میں لاٹ پادری ہے یہاں آرہاہے۔ آپ نے یہ خبر سن کر فرمایا کہ وہ تونہایت خطرناک آدمی ہے جہاں جاتاہے اپنے فاسد مذہب کی تبلیغ میں سٹیج پر کھڑا ہو کر للکار کر پکارتا ہے کہ کوئی کسی مذہب کا آدمی ہے جو میرے ساتھ مذہبی مناظرہ کرے پھر مذہبی پروپیگنڈہ کر کے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور دنیاوی لالچ بھی دیتا ہے ہمیں خطرہ ہے کہ اس شہر کو خراب نہ کر دے۔ اچھاتو یہ ہے کہ اس شہر کے مسلمان جمع ہو کر کسی عالم مناظر کو جو ان کی کتاب پر نظر وسیع رکھتاہو اس کو مناظرہ کے لئے تیار کر رکھیں تاکہ اس کے آنے میں مناظرہ ہو جس سے اس کے دانت کھٹے ہو جائیں گے اور مسلمان اس کے داؤ پیچ سے بچ جائیں گے۔

مسلمان بے چارے ادھر ادھر دوڑے بھاگے مگر ایسا آدمی کوئی بھی نہ ملا جو

ایسے کام کی استعداد رکھتا ہو۔ آخر سراسیمہ ہو کر حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ ہمیں کوئی آدمی نہیں ملتا، آپ براہ اسلامی ہمدردی کے اس آڑے وقت میں امداد کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ گو میرے مشاغل اور مصارف بہت ضروری ہیں مگر ان سب کو اسلام پر قربان کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ میرے ساتھ ایک آدمی ایسا ہو جو کتب ساویہ پر نظر وسیع رکھتا ہو مناظرہ تو انشاء اللہ تعالیٰ میں ہی کروں گا مگر ایک آدمی کتابیں نکال کر پیش کرنے والا ضرور ہونا چاہیے۔ اب ایسے آدمی کا یہاں ملنا تو دشوار ہے البتہ شاہ پور میں ایک کلرک ہے جو استعداد اچھی رکھتا ہے اگر وہ میرے ساتھ ہو جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ مناظرہ خوب کیا جائے گا اور اس کی طرف خط لکھ دوں گا اور چھٹی مل گئی تو ضرور آ جائے گا۔ چنانچہ آپ کا خط ایک شخص لے کر وہاں گیا مگر قدرۃً اس کو چھٹی نہ مل سکی قاصد واپس آگیا۔ تب حضور نے فرمایا ماشاء اللہ صرف میں ہی مناظرہ کروں گا۔ مگر یاد رکھنا کہ یہ کُل معاملہ راز میں رہے اس کو فاش نہ کرنا ورنہ میرا نام اگر عبد الحق نے سن لیا تو ہرگز نہ آئے گا۔ اس اخفاء کی بہت کوشش اور تاکید کی گئی مگر کہاں تک اخفا ہو سکتا تھا۔

نہاں کے ماند اں رازے کزو سازند محفلہا

آپ تیاری مناظرہ میں مصروف ہو گے۔ ادھر سے میانوالی کے پادریوں نے اس حال سے مطلع ہو کر پادری عبد الحق کو بذریعہ تار مطلع کر دیا کہ حضور سجادہ نشین صاحب سیال شریف یہاں میانوالی میں آکر تمہارے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے تیار ی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت حضور کی پیشن گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی عبد الحق نے یہ خبر سن کر یہاں آنا ملتوی کر دیا۔ چنانچہ عین تاریخ مقررہ کے اس کا نمائندہ ریل

سے اترا اور کہا کہ پادری صاحب نے کسی مجبوری کی وجہ سے فی الحال یہاں آنا ملتوی کر دیا ہے بعد میں دیکھا جائے گا۔ مسلمانوں میں بڑی خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور حضور کو بلا جنگ فتح حاصل ہونے کی مبارکبادی میں جوق در جوق آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور خاتمہ بالخیر ہوا۔ [218]

سید احمد الدین گانگوی کا خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی ہمراہی میں لاہور گرجا گھر کا دورہ:

ایک دفعہ لاہور میں تشریف فرما تھے۔ ٹانگا پر سوار ہو کر لاہور کے باغات کی سیر و سیاحت فرما رہے تھے اچانک گرجا سامنے آ گیا فرمایا چلو گرجا گھر دیکھیں ٹانگا سے اتر کر جب گرجا کے دروازہ پر پہنچے تو وہاں کا پادری دوڑتا ہوا آ گیا اور عرض کیا کہ جناب دستار مبارک کو اپنے سر سے اتار کر میز پر رکھ دیجئے آپ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو تو جوتے اتارنے کا حکم ہوا تھا فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ [219]

اور تم پگڑی اتراتے ہیں اس کا ثبوت !وہ پادری شل ہو گیا اس سے کوئی جواب نہ بن آیا مگر آپ اس کو کب چھوڑتے آپ کو تو اس کے ساتھ مکالمے کا موقع ملا گیا آپ نے فرمایا کہ آخر کوئی وجہ تو ہو گی کیوں نہیں بتاتے جوتے اتارنے کی وجہ تو ظاہر ہے کیوں کہ اس میں نجاست سے تلوث کا احتمال ہے بتائیں پگڑی اور ٹوپی میں کہاں کا تلوث پھر وہ آہستہ سے بولا کہ صاحب لوگ یہاں آیا کرتے ہیں اور ان کے پاؤں میں بوٹ کسّے ہوئے ہوتے ہیں جو ان کے اتارنے اور پھر پہننے میں تکلیف ہوا کرتی ہے اور ٹوپی کے اتارنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی لہٰذا جوتوں کے بجائے پگڑی یا ٹوپی کا اتار دینا مقرر کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے اکابر کا بھی یہی طریقہ تھا کہ

صاحب لوگوں کی مرضی کے مطابق تورات کے احکام کو بدل دیتے اور کہتے کہ تورات کا یہی حکم ہے پھر وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ آپ نے دستار مبارک کو اتار کر میز پر رکھ دیا اور فرمایا کہ ہمیں کیا وجہ سر کو ٹھنڈک پہنچ جائے گی۔ تب اس پادری نے آپ کے ساتھ ہو کر تمام گرجے کے تمام کمرے دکھائے اور ہر موقع کا معائنہ کرایا اور دروازہ تک آپ کے استقبال میں آیا پھر واپس ہو گیا۔ اسی طرح بہت مواقع پر ایسے واقعات گزرے جن کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں لہٰذا اسی مختصر حال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔[220]

سید احمد الدین گانگوی، خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے متعلق اپنے مشاہدات میں لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب انگریز حکومت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے انگریز حکومت کی ملازمت کو حرام سمجھتے تھے۔ آپ لکھتے ہیں:

> حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی دشمن اسلام کو ایک آنکھ بھی گوارا نہیں فرماتے تھے ۔انگریز حکومت کو دل سے تسلیم ہی نہ کیا اور تحریک خلافت میں وہ کارہائے نمایاں سر انجام دیئے جو اظہر من الشمس ہیں۔ انگریز کی نوکری فوج اور پولیس کو حرام قرار دیا ہے اور ایک جابر حکومت سے ٹکر لے کر ثابت کر دیا کہ خدا کے بندے صرف اللہ سے ڈرتے ہیں۔[221]

برکات سیال میں ہے:

> ”آپ کی طبیعت میں استقلال بہت ہے ،خلافت کے معاملہ میں دھمکیوں سے نہیں گھبرائے اور زبردست دنیاوی لالچ کی تحریص کے

پھندے میں نہیں آئے سب سے بڑھ کر آزمائش کا زمانہ وہ آیا کہ
دوست و آشنا، طلباء مکتب بلکہ خود متعلم بھی اور پیارے خلفاء کے
صاحبزادے بھی جیل میں بھیج دیئے گئے ،ادھر والدہ ماجدہ اور
بھائیوں نے بھی زور دیا مگر یہ کوہ وقار استقلال سے ایک انچ بھر بھی
اپنی جگہ سے نہ سرکے۔"(222)

سید احمد الدین گانگوی نے حکومت وقت سے مقابلوں کے چشم دید واقعات قلم بند کیئے ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں

سید گانگوی کا افضل جہاد کو اختیار کرنا:

سید گانگوی حکومت وقت کے ظالمانہ اقدامات کے خلاف جہاد کو افضل سمجھتے تھے اور اسی پر زندگی بھر قائم رہے۔ خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے ہمراہ اسی مقصد کے لئے امارت شرعیہ کا حصہ بنے اور مختلف تحریکات میں ان کے شانہ بشانہ رہے۔ حکومت وقت بھی آپ کے اس رویے سے آگاہ تھی۔ لہٰذا آپ پر خصوصی نظر رکھی جاتی۔ آپ لکھتے ہیں:

میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ امر معروف بھی جہاد ہے اور جہاد کے تین
درجے ہیں ان میں سے تیسرا درجہ نہایت کمزور ہے اس سے تو آپ کو
کبھی واسطہ بھی نہیں پڑا اور پہلے درجہ کے لئے آپ عمر بھر منتظر رہے
مگر قدرت نے آپ کو اس کے اجراء کا موقع بھی نہیں دیا اور اس
طرح درجہ کے اجراء میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ مذکورہ بالا وقائع
میں حکومت کے ساتھ جہاد نہ تھا بلکہ رعایا کے ساتھ مذہبی جہاد تھا۔
اب حکومت کے ساتھ جو آپ نے جہاد کیا وہ بھی اس لئے اور فی

الحقیقت یہی افضل الجہاد ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر، آپ جب ہی حکومت کا کوئی قول یا فعل مخالف شریعت دیکھتے تو اس کی اصلاح کی از حد کوشش فرماتے۔

سید گانگوی پاک پتن کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک بار حضور قبلہؒ پاکپتن شریف تشریف فرما ہوئے وہاں حکومت کی طرف سے دو امر مخالف شریعت آپ نے دیکھے؛

(1) یہ کہ ولایت سے اشتہار کے پرچے موجود تھے جن میں تصاویر تھیں ان کو پولیس نے حکماً تمام درگاہ کے مکانات بلکہ روضہ شریفہ اور مسجد مبارک کے دروازوں پر آویزاں کیا (2) یہ کہ تمام پولیس کو حکماً نکلس یعنی لنگوٹی جس سے زانوں اور کچھ حصہ ران کا برہنہ ہوتا ہے پہن کر دربار شریف میں آنا لازم قرار دیا گیا تھا آپ نے جب ان ہر دو منکرات کا مشاہدہ فرمایا تو نہایت طیش میں آکر جناب حضرت دیوان صاحب بالقابہ کی خدمت اقدس میں عرض کر بھیجا کہ حضرت بابا صاحب کا دربار شریف اسلام کا مرکز ہے اور اب حکومت نے دو امر مخالف شریعت کے یہاں جاری کر رکھے ہیں ہماری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ مرکز اسلام میں حکومت انگریز بے جا مداخلت کرے اب اگر اس کا فوری تدارک نہ کیا گیا تو ممکن ہے کہ بعد میں صلیب کا لٹکانا لازمی قرار دیا جائے گا اس لئے معروض ہے کہ براہ اسلامی ہمدردی کے لئے دونوں نجاسات غلیظہ سے دربار پاک پتن شریف کو پاک کرنے کوشش بلیغ فرمائی جائے اور اگر جناب کو بوجہ کثرت مشاغل کے فرصت نہ ہو تو مجھے اجازت دیدی جائے کہ اس اسلامی خدمت کی ادائی میں سر فروشانہ قربانی کروں اس کے جواب حضرت دیوان صاحب قبلہ نے فرمایا چونکہ یہ کام آپ کے شایان شان ہے۔ لہٰذا بڑی خوشی سے اجازت ہے اللہ تعالیٰ

آپ کو کامیاب کرے[223]

تب آپ نے لائن آفیسر پولیس کو بلایا اور فرمایا کہ تم نے اسلامی دربار میں یہ دو امر خلاف شرع شریف کیوں جاری کر رکھے ہیں تم امن بحال رکھنے کے لئے آئے ہو یا فتنہ برپا کرنے کے لئے؟ یاد رکھو اگر اس شرارت اور فتنے کا تم نے فوری انسداد نہ کیا تو یہ زیارت گاہ بن جائے گا۔ مسلمان زندہ ہیں شیر ہیں انہیں مت چھیڑو۔ یہ اسلام پر جانیں قربان کرنے پر ہر وقت آمادہ ہیں۔ اس افسر نے پہلے تو کچھ پولیسی چال پر ادھر ادھر کی باتیں کرنا شروع کر دیں مگر بعد میں جب آپ کے جوشیلے الفاظ سنے تو مرعوب ہو کر عرض کرنے لگا کہ بہت اچھا جو کچھ میرے اختیار میں ہو گا اصلاح کروں گا اور جو اختیار نہیں تو آپ مجھے مجبور نہ فرمائیں۔

فی الاصل یہ دونوں چیزیں جن پر جناب نے اعتراض فرمایا ہے میرے قائم کردہ نہیں بلکہ اوپر سے حکم آیا ہوا ہے جس کی تعمیل میرے ذمہ لگائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اوپر تو خدا تعالیٰ ہے کیا اس کا حکم تمہیں اس بدکاری کا ملا ہے عرض کیا اگر ہم لوگ خدا تعالیٰ کے حکم کو واجب التعمیل قرار دیتے تو جناب کی جھاڑ کے کیوں سزاوار بنتے۔ یہی تو ہماری بدبختی کے نتائج ہیں کہ اپنے مالک حقیقی کے احکام کو پس پشت ڈال کر حکام بالادست کے احکام کی تعمیل کو لازم قرار دیتے ہیں۔ میں مسلمان ہوں اور اس مسئلہ کا علم رکھتا ہوں کہ جن دو چیزوں پر جناب نے مواخذہ فرمایا ہے واقعی شریعت کے رو سے قابل انکار ہیں مگر کیا کیا جائے۔ حکام کی تعمیل کی جائے تو نوکری جاتی ہے ہم تو مجبور ہیں۔ فرمایا کہ کیا تمہارا رزق اس نوکری پر منحصر ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے؛

وفی السماء رزقکم تمہارا رزق آسمانوں میں ہے اور کیا خدا نے تمہیں رزق دینے

سے جواب دے دیا ہے حالانکہ ارشاد عالی ہے؛ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ (224)

آپ نے فرمایا کہ اس فساد کے اصلاح کی تم نے کیا صورت سوچی ہے عرض کیا کہ اس وقت یہی کر دوں گا کہ اشتہار دربار شریف کے کمروں کے دروازہ پر معلق ہیں اس پر دوسرا طرف سفید ہے ان کو الٹا دینے کا حکم کر دوں گا تا کہ تصاویر چھپ جائیں اور سفید کاغذ نظر آئیگا۔ اور جو پولیس کا آدمی دربار شریف کی ڈیوٹی پر متعین ہو گا وہ نکلس کے اوپر چادر باندھ لے گا جس سے گھٹنے برہنہ نہ ہوں گے۔ براہ مہربانی آپ اس پر اکتفا فرمائیں زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اس میں بھی جواب پرسی تو ہو گی مگر آپ کی دعا سے مخلصی متصور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا یہی کر دو ہمیں منظور ہے۔ چنانچہ فوراً جا کر تمام اشتہارات جو دربار شریف کے مکانوں میں آویزاں تھیں ان کو الٹا کر دیا اور اس کے بعد جو پولیس کے آدمی دربار شریف میں آتے سب کے سب تہبند باندھ کر آتے۔ یہ ہے افضل الجہاد۔ (225)

خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے ہمراہ افضل الجہاد کے راستے پر:

سید گانگوی لکھتے ہیں کہ میرے حضرت غریب نواز نے مدۃ العمر میں حکومت کے آدمی خصوصی پولیس کے ساتھ کبھی نرم کلامی اور مداہنت نہیں فرمائی بلکہ بمضمون ارشاد عالی وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (226) اور وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً (227) کے ان سے گرم پیرایہ میں کلام فرماتے۔

ایک دفعہ آپ بموقعہ عرس حضرت بابا صاحبؒ پاکپتن شریف تشریف فرماتھے اور ہمیشہ آپ کا ڈیرہ بیرون شہر سرائے حضرت تونسویؒ میں ہوا کرتا ہے۔ اور

ہر سال افسران پولیس پہلے ہی سے بہشتی دروازہ گزرنے کے لئے حضرت تونسوی غریب نواز سے تعین وقت وتعداد اشخاص کرالینے کے بعد حضرت غریب نواز سے بھی تعین وقت وتعداد اشخاص مقرر کرالیتے ہیں اس وقت سے پہلے اور پیچھے باقی خلقت بہشتی دروازہ سے گزرتے رہتے ہیں لیکن اس وقت مقرر میں دیگر مخلوقات کا گزرنا بند کردیا جاتا ہے اور آپ کے قیام گاہ تک راستہ صاف کیا جاتا ہے پھر پولیس کے آدمی آکر عرض کرتے ہیں کہ آپ کے لئے راستہ صاف ہے براہ مہربانی آپ بمعہ رفقاء تشریف لے جاکر بہشتی دروازہ سے عبور فرمائیں حضور کا عبور باقی لوگوں کی طرح معمولی نہیں ہوا کرتا تھا جو اس دروازہ سے داخل ہوکر مشرقی دروازہ سے خارج کردیا گیا بلکہ آپ باوضو بڑے آرام سے جنوبی سے اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر باادب تمام بہشتی دروازہ کو بوسہ دے کر داخل ہوتے اور مزار بوسی کے بعد باآرام بیٹھ کر ختم پڑھ کر ایصال ثواب کے بعد تین دفعہ دعائے خیر مطلب دینی ودنیاوی اپنے اور اپنے غلاموں کے لئے کرکے پھر مزار بوسی اور دعاخیر کے بعد باآرام شرقی دروازہ سے نکل کر مسجد نظامی سے ہوتے ہوئے اپنے قیام گاہ میں تشریف لے جاتے تھے۔

اس بناپر آپ نے پولیس کو رات کے گیارہ کا وقت مقرر فرمادیا چنانچہ پولیس وقت مقررہ پر راستہ صاف کرکے عرض کیا کہ آپ تشریف لائیں۔ آپ نے اپنے رفقاء کے ساتھ باوضو شریف ارزانی فرمائی جب بڑے دروازہ پر پہنچے تو اِدھر اُدھر سے جو لوگ بند کھڑے تھے سب کے سب ہمارے ساتھ گھس گئے جس سے مڈ بھیڑ اور ازدحام ہونے کی وجہ سے دروازہ تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔ اس پر پولیس والوں نے ان بے چارے مسلمانوں کو چھڑیوں سے اس طرح مارنا اور پیٹنا شروع کیا جس طرح بیل

اور گدھے کو بے محابا مارا جاتا ہے۔ آپ نے جب مسلمانوں کو پٹتا دیکھا تو نہایت طیش میں آکر فرمانے لگے کہ او بے ایمانو! مسلمانوں کو مارتے ہو تمہارا کیا نقصان کیا بس وہیں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ ہم آگے نہیں جانا چاہتے جب تک پولیس سے ان مسلمانوں کا قصاص نہ لیا جائے گا۔

اس پر تمام لوگ حیران کھڑے ہوئے اور پولیس والے منتیں کرتے کہ ہمارا قصور معاف فرمائیے مگر توبہ آپ کا جوش کہاں ٹھنڈا ہوا۔ پھر پولیس والوں نے جاکر اپنے افسروں سے رپورٹ افسر دوڑتے ہوئے آگئے اور حضور کے دست بستہ عرض کرنے لگے کہ آپ ہمارا قصور معاف فرمائیے اور دروازہ شریف سے گزریئے۔ حضور نے فرمایا کہ تم نے مسلمانوں کو گدھا قرار دے رکھا ہے حالانکہ یہ بنی آدم ہیں اور تمام مخلوقات الٰہی میں سے بنی آدم کی ہستی محترم ہے جیسا کہ ارشاد عالی ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ [228] اور مسلمان بھی ہیں اور مسلمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ترین خلق ہیں جیسا کہ ارشاد ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ [229]۔ اس پر پولیس والے بولے یہ سب کچھ آپ کی خاطر ان سے سرزد ہوا کیونکہ یہ لوگ آپ کے ساتھ گھس گئے اور آپ کو تنگ کرنے لگے اور ان کو روکنے کی یہی صورت تھی۔ یہ لوگ زبانی فہمایش کو کب جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اپنے ارام حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کا پٹنا کب گوارا کر سکتے ہیں المسلم اخو المسلم، المومنين اخوة۔ پھر پولیس نے کہا کہ کسی صورت سے یہ گناہ معاف بھی ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا قصاص یعنی بدلہ لینا۔ تب افسران پولیس نے ان سپاہیوں کو آپ کے پیش کر دیا اور کہا کہ یہی ملزم ہیں چھڑی لے کر جس قدر ان کو مارنا ہے ماریئے تب آپ نے ان مسلمانوں سے

فرمایا کہ چھڑیاں لے لو اور ان کو خوب پیٹو اپنا بدلہ لے لو۔ انہوں نے عرض کیا غریب نواز ہم نے ان کو معاف کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خوشی سے یا خوف سے، خوف ہر گز نہ کرو یہ بھی تمہارے جیسے انسان ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خوشی سے معاف کیا ہے تب آپ نے پولیس والوں سے فرمایا کہ خبر دار پھر ایسا نہ کرنا۔ توبہ کرو اور اپنے کان پکڑو چنانچہ ایسا ہی کیا تب ان کی مخلصی ہوئی۔ یہ ہیں افضل الجہاد کے مراتب۔[230]

خواجہ ضیاء الدین سیالوہ کے ہمراہ سفر دہلی:

خواجہ ضیاء الدین سیالوی دہلی کا سفر اختیار فرماتے ہوئے مولانا گانگوی کو اپنے ہمراہ لے گئے اس سفر کا احوال بھی سید گانگوی نے لکھا ہے۔ جس سے خواجہ صاحب سیالوی کی جرات و شجاعت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حکومت وقت کے متعلق آپ کے افکار و نظریات کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سید گانگوی سفر دہلی کے متعلق لکھتے ہیں کہ اسلامی حمایت و غیرت ملی اور حکومت وقت کے بد دماغیوں کو بچشم حقارت دیکھنے میں آپ ہی اپنی نظیر تھے۔ چنانچہ بموقعہ عرس حضرت محبوب الٰہیؒ جب آپ بمعہ رفقاء دھلی میں تشریف فرما ہوئے تو مرزا نواب بیگ جو کہ حضرت اعلیٰ غریب نوازؒ کے غلاموں میں سے تھا اس کے مکان میں فروکش ہوئے۔ وہاں دو دن ٹھہرنے سے تمام بزرگان دین مدفونان دہلی و نواح دہلی کی زیارت سے مشرف ہو کر حضرت خواجہ محبوب اللہ کے دربار پر انوار پر حاضر ہو کر معلم صاحب کے ہاں اقامت فرمائی موقعہ عرس کا تھا خلقت کا ہجوم بے انداز تھا صبح کے وقت جب بعزم حاضری آستانہ عالیہ و شمولیت مجلس شریف روانہ ہوئے تو کوچہ زائرین کی کثرت سے لبریز تھا مگر آپ بڑی ہمت اور استقامت سے اس مجمع کو چیرتے ہوئے کوچہ کا میانہ (درمیان) لے کر چلے اور

ہم تمام معرکہ آپ کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ اچانک اس کوچہ کے عین وسط میں تین انگریز کھڑے ہوئے نظر آئے جو آپس میں باتیں اور مذاقیں اڑا رہے تھے۔ بے چارے مسلمان آنے جانے والی جب ان کے نزدیک آئے تو ان کے خوف سے ادھر ادھر تنگ ہو کر گزرتے تھے گویا ان تین انگریزوں کا ماحول خالی میدان بنا ہوا تھا وہاں کوئی شخص دم بھی نہ رکھ سکتا تھا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو وہی وسط طریق لے کر سیدھے ان انگریزوں کی طرف اپنی لاٹھی کا رخ کر کے اس طرف چلے جب آپ کا عصا مبارک انگریزوں کے بدن سے قریب ہوا تو انہوں نے تعجب سے پھر کر دیکھا کہ یہ کون شخص ہے جو ہمارے اوپر لاٹھی اٹھا کر آگیا ہے جیسے ہی ان کی نظر آپ پر پڑی تو حضور کے رعب خداداد نے ان کے دلوں پر ایسا اثر کیا کہ یکدم ایک دوسرے سے جدا ہو کر راستہ خالی کر دیا تو آپ ویسے ہی سیدھے گزرے اور ہم بھی آپ کی تبعیت (پیروی) میں وہیں سے گزرے بلکہ جو ہجوم پہلے بند کھڑا تھا اس میدان کو یکایک پر کر دیا اور انگریزوں کے نام و نشان بھی نہ رہے۔[231]

آپ کا ہمیشہ سے یہی طرز عمل رہا ہے جیسا کہ ارشاد ہے ضیّقو ہم فی المسالک یا فی الطریق جب ہی کوئی غیر مسلم خواہ حکومت کا شخص بھی کیوں نہ ہو اگر راستہ پر مل جاتا تو آپ وسط طریق پر چلنا شروع کر دیتے جس سے غیر مسلم کو راستہ کا کنارہ لے کر چلنا پڑتا۔

عرس مبارک سے فارغ ہو کر حضرت چراغ دہلی و حضرت علامہؒ کی پاپیادہ ہو کر نیاز حاصل کرنے کے بعد حضرت خواجہ قطبؒ کی بارگاہ کی طرف تشریف فرما ہوئے وقت قریب المغرب تھا غروب آفتاب سے پہلے حضرت خواجہ قطب الدین

بختیار اوشی کاکی وحضرت مولانافخر جہاںؒ کی زیارات سے مشرف ہو کر واپس دہلی شریف جانے کا عزم مصمم فرمایا۔ موٹر کرایہ پر لے لیا گیا اور فرمایا کہ نماز مغرب یہیں ادا کی جائے گی مگر موٹر والے نے کہا کہ راستہ بالکل پختہ ہے منٹوں میں آپ دہلی کو پہنچ جائیں گے وہاں بخوبی نماز مغرب پڑھ سکتے ہیں۔ آپ کچھ تردد سے ہوئے ادھر دیکھا تو راستہ پر مسجد کھڑی ہے آپ نے فرمایا کہ وضو تو تمام معرکہ کے بحال ہوں گے اس مسجد میں نماز کیوں نہ ادا کرلی جائے مسجد کے مینار بھی تھے منبر اذان بھی تھا محراب بھی تھا اور اس کے صحن کی چار دیواری قد آدم سے اونچی تھی اور شرقی طرف اس چار دیواری کا دروازہ تھا فرمایا دروازہ کھول دو جب دروازہ کے نزدیک گئے اور دیکھا کہ بڑا وزین (وزنی) تالا لگاہوا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مسجد اور اس کے بیرونی دیوار کا دروازہ مقفل اس کا معنی کیا ہے اتنے میں ایک شخص وہیں کا رہنے والا آگیا اور کہا کہ اس مسجد پر سرکار کا قبضہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مسجد اور سرکار کا قبضہ کمال تعجب۔ فرمایا بس یہیں ہی نماز پڑھیں گے۔ فرمایا قفل توڑ دو چنانچہ سب معرکہ اس تالے کے توڑنے میں مصروف ہوئے خصوصاً حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عبد اللہ صاحب مدظلہ جو نہایت طاقتور جوان تھے سارا زور لگایا پتھر مارے مگر نہایت مضبوط تھا ٹوٹ تو نہ سکا اس مسجد کے قریب چوکی پولیس تھی اور اس تالے کی چابی انہیں کے پاس تھی پہلے تو انہوں نے کچھ رعب دیکھایا لیکن بعد میں ان کے دل پر آپ کا خداداد رعب ایسا طاری ہوا کہ جس مسجد کو چالیس سال سے تالا نہ کھلا تھا اس کے کھولنے کے لئے چابی لاکر پیش کر دی اور کہا کہ اپ تالا کھول کر اس مسجد میں آرام سے نماز پڑھ لیں لیکن فارغ ہو کر روانگی کا رادہ فرمائیں تو تالا

بدستور لگا کر چابی ہمارے حوالہ کر دیں۔

تالا کھول کر مسجد میں داخل ہو گئے مسجد کا صحن نا قابل دید تھا حسب الارشاد اس کے صحن کو صاف کیا گیا اور حافظ جلال الدین صاحب اعوان جو رفیق سفر تھا اسے ارشاد ہوا کہ بڑے اونچے اور طویل لہجے سے اذان کہے اذان کہتے وقت ادھر اور ادھر کے لوگ دوڑتے آ گئے اور تعجب سے دست بدندان ہو کر کہتے کہ کیا ہو گیا اس مسجد میں تو چالیس سال سے اذان تو درکنار نماز بھی کبھی کسی کو پڑھنی نصیب نہیں ہوئی۔ اب تو ممبروں پر اذانیں ہو رہی ہیں اور جماعت کی صورت بن رہی ہے کونسا انقلاب آ گیا کیا انگریزی حکومت ختم ہو گئی ہے۔[232]

الغرض مسجد مسلمانوں سے بھرپور ہو گئی کوئی ادھر ادھر کے نمازی تھی اور کوئی تماشائی پھر آپ جائے نماز پر کھڑے ہو گئے اور باقی نمازیوں نے صفیں باندھ کر آپ کی اقتدا کی اور آپ نے طویل قیام ورکوع وسجود سے نماز پڑھائی بعد فراغت حسب العادۃ تین دفعہ دعا خیر کہہ کر وظیفہ مقررہ ادا فرماتے ہوئے سنن ونوافل اوابین وحفظ میں مصروف ہوئے بعد فراغت تامہ پھر دعا خیر کہی اور فرمایا کہ عمر بھر کی اگر کسی نماز میں لذت وسرور حاصل ہوا ہے تو یہی نماز ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ اس مسجد کا خادم بن کر نماز پنجگانہ کی اذانوں اور جماعات کا مکمل انتظام کرنے کے لئے یہیں ٹھہر جایئے مگر کیا کیا جائے مسافر ہوں اور بہت سے تعلقات دینی ودنیوی سے وابستہ ہونے کی وجہ سے محصور ہوں پھر وہاں سے دہلی کی طرف روانگی کا رادہ فرمایا اور فرمایا کہ اس کے دروازہ کو کھلا چھوڑ دیں اور قفل وغیرہ کو کوچہ پر پھینک دیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا پھر موٹر پر سوا ہو کر عشاء کے وقت دہلی پہنچے ارشاہ عالی

وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ، [233] کے آپ مجسم مصداق تھے۔ اور کُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ [234] کے بڑی جرات اور دلیری سے عامل۔ مذکورہ بالا واقعہ قدرے اختصار سے فوزالمقال جلد ثالث میں بھی موجود ہے۔[235]

مجلس خلافت کے جلسہ اجمیر شریف میں خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے ہمراہ شرکت:

خلافت کے ایام میں جبکہ مجلس خلافت سے کانگریس نے چند روز اتحاد کر لیا تھا انہیں اتحاد کے ایام میں ان دونوں مجلسوں کا مشترک جلسہ اجمیر شریف میں منعقد ہونا قرار پایا۔ چنانچہ دونوں مجلسوں کے لیڈر اور رضاکار وغیرہ وہاں جمع ہو رہے تھے اور حضور غریب نوازؒ کو بھی تاکیداً مدعو کیا گیا۔ پہلے تو بوجہ درازی سفر وعلالت جسمانی کے آپ کو چنداں خیال شمولیت نہ تھا بلکہ متردد تھے لیکن بعد میں جب کہ حکومت پنجاب نے آپ کو اس جلسہ کی شمولیت سے روکنے کی بے حد کوشش کی اور گرفتاری کی تخویف بھی سنادی تو آپ نے عزم بالجزم کر کے فرمایا کہ جب مجھے حکومت کی جانب سے روکا گیا ہے تو اب مجھے ہرگز رہنا نہیں چاہیے بلکہ ضرور جانا ہو گا۔ اس پر تمام برادری کے اشخاص ودرویشاں ودیگر خیر اندیشاں خواص وعوام نے بار بار عرض کیا کہ حکومت انگریزی آپ کی مخالفت میں تُلی ہوئی ہے اور اس کا جام صبر لبریز ہو چکا ہے اور اپنے ارادہ سے اس نے آپ کو مطلع بھی کر دیا ہے۔

لہذا اس دفعہ آپ اس سفر کو ملتوی فرمادیں۔ ایسا نہ ہو کہ سفر دور دراز میں

آپ کو کوئی صعوبت پیش آ جائے جس سے مخالفین خوش ہوں اور غلاموں کے سر پر غموم کا پہاڑ گر جائے۔ آپ سے جب بھی ایسی بات کا تذکرہ ہوتا تو عموماً آپ یہی آیت شریفہ پڑھتے تھے۔ قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلاَّ مَا كَتَبَ اللّهُ لَنَا هُوَ مَوْلاَنَا وَعَلَى اللّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُون،[236] آپ نے یہاں بھی یہی آیت پڑھ کر فرمایا کہ صعوبت سے تمہاری مراد گرفتاری یا قید ہوگی سُن لو جب سے میں نے اپنا قدم اس میدان عشق الٰہی جل شانہ و محبت حضور رسالت پناہی ﷺ میں رکھا تو اس تمہاری مزعومہ صعوبت کو سرور للقلب و قرۃ العین سمجھا نہیں نہیں بلکہ اپنی جان و مال اولاد کو قربانی و نثار کر دینا اور رضاء محبوب پر اپنی عزت فنا کر دینا میرا ادنی مقصود و مطلوب ہے اور اسی مقصد کے لئے مدت سے جانبازیاں کر رہا ہوں مگر نامعلوم کہ یہ ظالم حکومت میرے مقصد کے پورا کرنے میں متامل ہے۔ پھر یہ شعر پڑھ کر آنسو گراتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

چو شد منظور قتل من تغافل چیست ای قاتل
کہ سر برکف کفن بردوش گردِ دارمی گردم [237]

تب ناصحین لائمین خاموش ہو کر چلے گئے۔ الغرض سامان سفر کی تیاری کا ارشاد صادر فرمایا۔ اور اوائل ماہ رجب بعد از فراغت عرس محبوب یزدانی حضرت ثانیؒ کے روانگی فرما کر پہلے لاہور کا ٹکٹ اور پھر وہاں سے دہلی کا ٹکٹ حاصل کر کے جب دہلی پہنچے تو اجمیر شریف کے ٹکٹ لینے کا ارشاد ہوا لیکن حکومت وقت نے اجمیر شریف کا ٹکٹ حکماً بند کر دیا تھا لہذا باندی کوئیں جو راستہ میں ہے اس کا لیا گیا اور جب ریل باندی کوئیں میں پہنچی تو آپ نے حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عبد اللہ صاحب کو فرمایا کہ یہاں سے آپ اجمیر شریف کے ٹکٹ اگر مل سکیں تو لے لیں اور گر نہ مل سکیں یہی ٹکٹ

اپنے پاس رکھیں چنانچہ اسٹیشن ماسٹر سے ملے اور ٹکٹ لینے کی نسبت ذکر کیا۔

مگر اس نے کہا کہ اجمیر شریف کا ٹکٹ تمام انڈیا میں حکومت نے اس جلسہ کی خاطر حکماً بند کر دیا ہے۔ تب آپ واپس گاڑی پر سوار ہو گئے تمام رفقاء کیا بلکہ تمام ٹرین کے آدمی بے ٹکٹ ہو گئے اور جب گاڑی اجمیر شریف کے اسٹیشن پر پہنچی تو تمام آدمی اتر پڑے جو سب کے سب بے ٹکٹ تھے بلکہ دیگر اطراف سے بھی گاڑیاں آ گئیں ان کے مسافر بھی بلا ٹکٹ سب اتر پڑے جس سے وہ ٹرینیں بھی خالی ہو گئیں۔ اجمیر شریف کے اسٹیشن کا پلیٹ فارم نہایت طویل و عریض ہے اس کی متعدد پھاٹکیں ہیں۔ اس قدر آدمی اترے تمام پلیٹ فارم ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھرپور ہو گیا اور تمام بے ٹکٹ ادھر حکومت نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ہر ایک پھاٹک پر علیحدہ ٹکٹ ماسٹر اور ٹی ٹی مقرر کر دیئے اور درجنوں گارڈ پولیس بیڑیاں لے کر متعین تھے کہ جو شخص بلا ٹکٹ پکڑا جائے تو اس کو فوراً بیڑی لگا کر جیل خانہ میں داخل کیا جائے اس لئے تمام لوگ سراسیمہ ہو کر ادھر ادھر گھوم رہے تھے کوئی بھی پھاٹک کی طرف رخ نہ کرتا۔ (238)

جب آپ نے یہ معاملہ دیکھا تو فرمایا کہ سامنے کی پھاٹک کی طرف چلو چنانچہ آپ آگے اور باقی معرکہ پیچھے ہجوم کو چیرتے ہوئے چلے اور باقی تمام لوگ ہمارے پیچھے چلے وہاں دیکھا تو گارڈ پولیس مسلح اور ٹی ٹی موجود آپ کے ان سب سے گزر کر ٹکٹ ماسٹر کے پاس پہنچتے ہی ٹکٹ ماسٹر نے پھاٹک کا دروازہ کھولدیا اور آپ سے کہا کہ ٹکٹ اور ساتھ آپ کے ہاتھ سے پکڑ کر باہر کر دیا جب آپ باہر نکلے تو ہم بھی باہر نکل گئے پھر تمام ہجوم اسی پھاٹک میں الٹ پڑی سب ویسے ہی نکل آئے نہ گارڈ نے کچھ کر

سکا اور نہ ہی ٹی ٹی نے۔ یہ آپ کی زندہ کرامت تھی کہ آپ کے دامن پکڑنے سے سب کو اس مصیبت سے نجات حاصل ہوئی۔

آپ بمعہ رفقا بخیر و عافیت حضرت خواجہ بزرگ ہندولی کے دربار عالیہ میں پہلے پہنچے اور حضرت دیوان صاحب کے مکان پر اقامت فرمائی۔ اور جلسہ میں شمولیت فرماتے رہے۔ تین دن جلسہ ہونے کے بعد آپ وہاں سے مراجعت فرما کر اسی راستہ سے واپس دربار میں بخیر و عافیت پہنچے۔[239]

مذکورہ بالا واقعہ قدرے اختلاف اور انتہائی اختصار کے ساتھ فوز المقال میں بھی موجود ہے۔"[240]

تحریک خلافت کے دوران متوسلین سیال شریف نے فوج در فوج گرفتاریاں پیش کیں اور سرگودھا، ملتان، جہلم اور میانوالی کی جیلیں بھر دیں، انگریزی استعماری حکومت نے جب دیکھا کہ معاملہ حد سے بڑھ رہا ہے تو آپ کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا لیکن رؤساء علاقہ نے حکومت کو مشورہ دیا کہ ایسا ہرگز نہ کیا جائے ورنہ پنجاب میں آگ لگ جائے گی اور پھر کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہو گا۔

اکابر تحریک خلافت مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی سیال شریف کے سجادہ نشین کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان کے بغیر اس تحریک کی کامیابی ناممکن ہے، تحریک خلافت میں جس قدر رضاکار سیال شریف کے مریدوں میں سے بھرتی ہوئے شاید اتنے کسی دوسرے علاقے سے بھرتی نہ ہوئے ہوں گے لیکن آج ان مجاہدین خلافت کے نام ڈھونڈے سے نہیں ملتے۔[241]

خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی معیت میں سفر تونسہ کا احوال:

حضرت غریب نوازؒ حکومت کو عموماً اور محکمہ پولیس و فوج کو خصوصاً نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے چنانچہ ایک دفعہ آپ تونسہ شریف کی طرف تشریف فرما ہوئے اور آپ کے پاس بارہ بور کی بندوق بھی تھیں۔ اتفاقاً اس وقت میں غربی علاقہ میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور حکومت کی طرف سے وہاں کے ہر اسٹیشن پر پولیس کی چوکی مقرر تھی جو اسلحہ کی پڑتال اور لائسنس کا ملاحظہ کرتے اور اسلحہ بلا لائسنسی پکڑا جاتا تو اس کو ضبط کر لیتے اور اس کے مالک پر سنگین مقدمہ چلاتے تھے ایسے وقت میں حضور نے اسیشن کوٹ سلطان پر سے نزول فرمایا چونکہ اس وقت اسٹیشن پر کوئی سواری موجود نہ تھی جس پر آپ سوار ہو کر تونسہ شریف کی طرف روانگی فرماتے لہٰذا آپ نے ایک آدمی کو اونٹ کجاوہ کرایہ کرنے کے لئے شہر کوٹ سلطان کی طرف روانہ فرمایا اور آپ پلیٹ فارم پر چہل قدمی فرمانے لگے۔

اچانک ایک سپاہی نے جب بندوق دیکھی تو لائسنس طلب کیا آپ نے ہمیں کہا لائسنس کے دیکھانے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی دیکھاتے ہیں۔ وہ سپاہی دوڑتا ہوا چوکی میں اپنے افسر کے پاس گیا اور اسے کہہ دیا اس افسر پولیس نے جمعدار کو دو سپاہی دے کر بھیج دیا اور کہا کہ اگر لائسنس دیکھا دیں فبہا والا اس کو بمعہ بندوق گرفتار کر کے ہمارے پاس چوکی میں لائیں اتنے میں حافظ نصیر الدین مرحوم نے عرض کر دیا کہ غریب نواز لائسنس ہمارے پاس سامان میں موجود ہے اگر آپ اجازت بخشیں تو ہم سامان کھول کر لائسنس دکھا سکتے ہیں۔

لیکن آپ ان پولیس والوں کو اس قدر وقت دینا کب گوارا فرماتے فرمایا

ہر گز نہیں ہم ان کمینوں کو لائسنس دکھانا نہیں چاہتے کہ سامان کھولیں اور پھر باندھیں۔ ادھر سے وہ جمعدار بھی بڑی جرات سے آپہنچا آتے ہی کہنے لگا کہ یہ بندوق آپ کا ہے آپ نے فرمایا ہاں کہنے لگا اس کا لائسنس ہے فرمایا ہاں کہنے لگا آپ دیکھا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا پہلے تم یہ حکم دیکھا سکتے ہو کہ اگر کوئی لائسنس دار کہیں سفر میں جائے تو جو اسلحہ اس کے پاس ہو اس کا لائسنس ہمراہ رکھنا ضروری ہے یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ پھر فرمایا اگر میرے لائسنس کا دریافت کرنا منظور ہے تو ہمارے ضلع شاہ پور پنجاب سے دریافت کر سکتے ہیں یہ سن کر اس نے بھی واپسی کا راستہ لے لیا۔ تھوڑی دیر بعد خود افسر پولیس جو اک انگریز تھا وہ بڑے تکبر سے آگیا مگر جب کہ آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تو بڑی نیاز سے ٹوپی اتار کر سلام کیا بعدہ آپ کی خیریت دریافت کی تو ہم نے تعارف کرایا پھر کہا کہ سیال شریف کے سجادہ نشین ہیں یہی کہ کر سلام کر کے چلا گیا اور لائسنس کا دیکھنا تو درکنار پوچھنا بھی بھول گیا۔ یہ ہیں آپ کے رعب خداداد کے نتائج(242)

حکومت برطانیہ کی ملازمت کو ناجائز قرار دینا:

سیدنا گانگوی حکومت ہند کی ملازمت کو ناجائز سمجھتے تھے اس کی وجہ تحریک خلافت تھی آستانہ سیال شریف کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا گانگوی رقم طراز ہیں:

> آپ بندہ نواز نے بموجب متفقہ علماء ہند کے فتوی کے ایام خلافت میں اعلان کر دیا تھا کہ ہمارا کوئی مرید پولیس اور فوجی ملازمت نہیں کر سکتا اگر کرے گا تو ہمارا مرید نہ رہ سکے گا چنانچہ یہ اعلان شائع ہو کر ہزاروں مریدوں کے مجمع میں پڑھ کر سنا دیا گیا۔ انہیں ایام میں آپ کسی خاص

مطلب کے لئے لاہور میں تشریف لے جاکر مدرسہ نعمانیہ میں اقامت پذیر تھے اور اوان کاری کے رہنے والے چند اشخاص جو فوجی افسر تھے آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر بڑے کروفر سے نیاز حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے آپ اس وقت اخبار بینی میں مصروف تھے جب وہ نزدیک آئے تو کہا السلام علیکم آپ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا وعلیکم الاسلام پھر وہ قدم بوسی حاصل کرنے کے لئے گرے مگر آپ نے قدم مبارک اپنی طرف کرلیا بعدہ دست بوسی کی غرض سے ہاتھ بڑھائے مگر آپ نے دست بوسی سے بھی انہیں محروم رکھا۔

بعدہ وہ تمام اٹھ کر ذرہ فاصلے پر دست بستہ اور شرمندہ کھڑے ہوگئے اور نذزیں پیش کیں تو آپ نے فرمایا بھوک سے تم جان وایمان کو فروخت کررہے ہیں ہم تمہاری نذریں نہیں لیتے اٹھالو بہت دیر تک ویسے ہی کھڑے رہے نہ آپ نے ان کو بیٹھنے کے لئے فرمایا اور نہ ہی دوسروں سے اسی اثناء میں کسی نے ان کا وطن ان سے دریافت کیا کہنے لگے کہ ہماراوطن اوان کاری ہے اور حضور کے قدیمی غلام ہیں پھر پوچھا گیا کہ تمہارے شہر کا کیانام ہے کہنے لگے کہ بکھی ہمارا گاؤں ہے۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ بکھی کے ہیں جو فوجی ملازمت کرتے اگر رجی کے ہوتے تو کیوں فوجی ملازمت کرتے۔ اس پر وہ نہایت رسواہوئے بعدہ انہیں آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایاجاؤ تب سلام کرکے چلے گئے۔ آپ کی فراست خداداد اس قدر تھی کہ پولیس یافوجی ملازم بھیس بدل کر بالکل سفید کپڑوں میں حاضر ہوکر سلام علیک کرتاتو آپ اس کے جواب میں بجائے وعلیکم السلام کے وعلیکم الاسلام فرماتے۔ عرض کیا جاتا کہ زمیندارہ مسلمان

ہے اس کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا گیا فرماتے کہ یہ فوجی ملازم بھیس بدل کر دھوکہ دینے کے لئے آیا ہے اس سے جب دریافت کیا جاتا تو صاف کہہ دیتا کہ واقعی میں فوجی ملازم حضور کا غلام ہوں یہ ہے فراست اسلامیہ حدیث شریف میں اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ تعالیٰ۔[243]

سید احمد الدین گانگوی، خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے سفر و حضر میں ساتھ ہی ہوتے اور برصغیر میں چلنے والی جملہ تحریکات کا حصہ بھی رہے۔ چند واقعات ذکر کرنے کے بعد اب بعض تنظیمات اور تحریکات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں سید گانگوی خواجہ سیالوی کے شانہ بشانہ رہے

(i) جمیعت ضیاء الاسلام سیال شریف ضلع شاہ پور:

سید احمد الدین گانگوی کے قیام سیال شریف کے زمانے میں خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی زیر قیادت ایک وسیع المقاصد تنظیم جمیعت ضیاء الاسلام قائم کی گئی۔ یہ تنظیم 1926ء میں قائم ہوئی۔ اس تنظیم کے تحت مختلف ادارے قائم کئے گئے اس تنظیم کا صدر دفتر سیال شریف قرار پایا۔ مولانا گانگوی کو "ارالافتاء و دار الفقہاء" کا سرپرست مقرر کیا گیا۔ کیوں کہ مولانا گانگوی پہلے ہی مفتی اعظم اور قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے۔ اس تنظیم کے قیام، مقاصد، مجلس منتظمہ، فرائض صدر و ناظم، نائب ناظم اور فرائض اراکین، جمیعت علماء، دارالفقہاء، دارالتصانیف کی جملہ تفاصیل رسالہ شمس الاسلام بابت ماہ نومبر، دسمبر 1926ء میں مرقوم ہیں۔ مولانا محمد حیات (جمالی) نے جملہ تفاصیل دستور العمل کے عنوان سے ص 13 سے 23 تک بیان کی ہیں۔ یہاں صرف جمیعت کے مقاصد اور دارالفقہاء کے فرائض کو ذکر کیا جاتا ہے۔[244]

مقاصد:

1۔ مسلمانوں میں اتحا واتفاق قائم کرنا۔2۔ مسلمانوں کے معاملات عمومی اور امور مذہبی پر شرعی نقطہ نگاہ سے تبصرہ کرنا۔3۔ مسلمانوں کو نیک مشورہ اور صلاح خیر بوقت ضرورت اور ان کی معاونت کرنا، انفصال مقدمات میں پنچایت اور شرعی طریقہ کے فوائد کو سمجھنا اور ان کی مدد کرنا۔4۔ مسلمانوں کی کسی جماعت میں کوئی امر منکر شائع دیکھ کر حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ ان کو تنبیہ کرنا۔ اور اس کے ازالہ کے لئے سعی بلیغ بجالانا۔5۔ غیر مسلم گروہ یا افراد کے ہر حملہ سے مذہب اسلام کو بچانا۔ اور مدافعت کرنا اور ان کی دل آزار اور توہین آمیز تحریر وتقریر کا حتی الامکان جواب دینا اور مدافعت یاصدائے احتجاج بلند کرنا۔6۔وہ امور خیر جن میں مسلمانوں کے لیے عام مصلحت ہو۔ علمائے کرام کے شرعی مشورہ اور اراکین کی مالی وانتظامی امداد سے ان کی انجام دہی میں پوری کوشش کرنا۔7۔علاقہ جمیعت کے کثیر التعداد مسلمانوں کے انتشار کو دور کر کے تعظیم کرنا اور انفرادی طور پر مذہبی کام کرنے والوں میں ایک ربط پیدا کرنے کی متحدہ قوت بنانا۔8۔علاقہ کار کے ہر شہر وقصبہ ودیہات میں جمیعت ہذا کی شاخیں قائم کرناودیگر اسلامی انجمنوں کو اس جمیعت کے ساتھ (اگر مناسب ہو) مربوط بنانا۔9۔مذہبی ابتدائی تعلیم عام کرکے مسلمانوں کے ہر طبقہ کو مذہب سے باخبر وشائستہ بنانا۔10۔ دیہاتوں میں ایسے اشخاص کی مذہبی تعلیم کا انتظام کرنا جو آئندہ اپنے فرائض مذہبی بآسانی ادا کر سکیں۔11۔ دیہات کے علماء کی واقفیت اور معلومات کو اس قدرر وسیع کرنا کہ اپنی ذمہ داری کو بخوبی ادا کر سکیں۔12۔ مسلمانوں سے قرض کی عادت چھڑانا اور ان کی حوائج کی کفالت کے لیے خود انہیں پوری کرنے کا سبق دینا اور

غیر اقوام کے سامنے قرض کے لئے ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا 13۔ ان مقاصد کی انجام دہی کے لئے مبلغین کا تعین کرنا اور ایسے اشخاص کی خدمات کی حصول کے لئے جو محض حبتہ اللہ کام کر سکیں اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لانا۔14۔ تبلیغی کام کو نظم محکم کے ساتھ وسیع پیمانہ پر جاری کرنا۔ اور اس کام کو خاص اہمیت دے کر حسب منشا خاطر خواہ کام کرنے والے مبلغین تیار کرنا۔15۔ جمیعت کے ہر مبلغ کو سند و تصدیق بقید مدت عطا کرنا جس پر مہر جمیعت اور دستخط ناظم ثبت ہوں گے۔ دارالافتاء و دارالفقہاء کے عنوان کے تحت مولانا محمد حیات لکھتے ہیں۔

دارالافتاء و دارالفقہاء:

مجلس اپنے صدر میں دارالافتاء جس کے (کی) شاخیں متعدد ہو سکتی ہیں، قائم کرے گی۔ جو مسلمانوں کے باہمی تنازعات کو از رائے احکام شرع فیصل کرے گی۔ دارالافتاء جب فتویٰ صادر کرے گی تو مستند علماء کے دستخط ان پر ثبت ہوں گے۔ [(245)]

(ii) انجمن حمایت العرب:

خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی زیر قیادت مولانا گانگوی نے انجمن اسلامیہ اور دارالاطفال جیسی سماجی تنظیمات کی طرح انجمن حمایت العرب کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کی بھی بنیاد رکھی تھی جس کا مقصد مسلمانان عرب کی مالی اعانت کرنا تھا۔ اس کی جملہ تفصیلات گانگوی لائبریری، خواجہ آباد اور کوٹ چاندنہ کے کتب خانوں میں موجود ہے۔ یہاں صرف ایک اعلامیہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اعلامیہ انجمن حمایت العرب:

امین حمایت تمام جمع کردہ مال سید غلام نصیر الدین شاہ صاحب سجادہ نشین خواجہ آباد شریف امین عامہ ضلع میانوالی کی خدمت میں ہر پندرہ دن کے بعد ارسال فرمادیویں (دیں) اور امین عامہ صاحب ہر پندرہ دن کے بعد تمام جمع شدہ مال نواب خان بہادر قریشی محمد حیات صاحب سی آئی ای ایم ایل سی کی خدمت میں روانہ کردیں اور صاحب موصوف تمام ارکان کے متفقہ فیصلہ کی بناءپر مصرف میں لاویں (لائیں)

ذمہ داران حمایت اپنے حلقہ اثر میں کوشش مبلغ فرماکر مال زکوۃ وجملہ صدقات اور شادیوں اور غمیوں کے موقع پر پہنچ کر رسمی صدقات وغیرہ اور بروقت برداشت فصل متعدد غلہ حاصل کریں اور گھر میں ایک ہانڈی رکھیں اور صاحب گھر کو سمجھاویں (سمجھائیں) ہر روز کم از کم ایک مٹھی بھر آٹا ڈال دیں اور پندرہ دن کے بعد تمام جمع کرکے امین عامہ جناب سید غلام نصیر الدین شاہ صاحب سجادہ نشین خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی کی خدمت میں بھیج دیں۔

مہتمم وناظم صاحبان تبلیغی فرض کو انجام دیں اور ذمہ داران کی ذمہ داریاں ہر قسم کی تکلیف دور فرماویں (فرمائیں) اور نواب صاحب کی طرف سے رسیدات اور ہدایات لوگوں تک پہنچائیں۔

دستخط صاحب امین عامہ جناب سید غلام نصیر الدین شاہ صاحب مہتمم وناظم انجمن حمایت العرب

دستخط سجادہ نشین سیال شریف

دستخط مہتمم وناظم جناب امیر محمد صاحب ہیڈماسٹر مڈل سکول، موچھ

دستخط خان صاحب شاہ ولی خان آنریری مجسٹریٹ وتہ خیل و مہتمم وناظم انجمن حمایت العرب شہر میانوالی

دستخط مولانا مولوی احمد دین صاحب گانگوی مہتمم وامین خصوصی انجمن حمایت العرب

دستخط خان بہادر ملک مظفر خان صاحب آنریری مجسٹریٹ میانوالی[246]

(iii) انجمن اسلامیہ میانوالی کا قیام:

مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے مولانا گانگوی نے میانوالی میں انجمن اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ محمد ریاض بھیروی اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

> "برصغیر بھر میں پھیلی ہوئی مسلمانوں کی سماجی تنظیم "انجمن اسلامیہ"، ضلع میانوالی جس کی بنیاد مولانا احمد الدین گانگوی اور مولانا اکبر علی نے ہی رکھی تھی، اس کی صدارت خان محمد اکبر خان خنکی خیل کے پاس تھی۔ اس انجمن میں میانوالی کے دیگر نامی گرامی بزرگ خان سلطان خان سرور خیل، میاں محمد اکبر میانہ، خان جی احمد خان خنکی خیل، حاجی خانزمان خان خنکی خیل، خان غلام محمد خان زادے خیل، مولابخش ایڈووکیٹ، میجر غلام حسن خان وغیرہ بھی شانہ بشانہ ہوا کرتے تھے۔ انتہائی وسیع وعریض یتیم خانہ اور اس سے بڑا دار الاطفال قائم کیا گیا یہ تاریخی عمارتیں آج بھی قابل دید ہیں یہاں سے ہزاروں یتیم طلبا پروان چڑھے، بعد ازاں ایکڑوں پر مشتمل میانوالی کی تاریخی عید گاہ اور جنازہ گاہ بلو خیل بھی قائم ہوئی جس کی تولیت اور خطابت مسلسل خاندان اکبریہ کے پاس چلی آرہی ہے۔"[247]

انجمن اسلامیہ، میانوالی حسب ذیل مقاصد کے تحت قائم کی گئی۔

(1) اسلامی تعلیم اور اسلامی اقتدار کی ترویج وترقی کے لئے کوشاں رہنا (2) اس سلسلہ میں اسلامی مدرسہ ہائے کا قیام و نظم ونسق کرنا (3) اسلام کی تبلیغ اور احیاء کے لیے ہر ممکن اقدامات کرنا (4) عید گاہ و دیگر مساجد جو انجمن کی تحویل میں ہیں ان کا انتظام وانصرام کرنا (5) ایک اسلامی لائبریری اور دارالمطالعہ کا قیام عمل میں لانا (6) یتیم اور لاوارث بچوں کی تعلیم وتربیت، رہائش اور خوراک کا مناسب بندوبست کرنا (7) دیگر ایسے اشخاص کی مدد واعانت جنہیں کفالت کی ضرورت ہے (8) ملازمت کاری اور صنعت کاری کے مراکز کا قیام جہاں یتیم بچے تربیت حاصل کر سکیں (9) غیر اسلامی یا سماج دشمن عناصر کا قلع قمع کرنا اور اس میں حکومت کا ہاتھ بٹانا اور ہر قسم کی اصلاحی اسکیموں اور تعمیراتی پروگراموں کو عملی جامہ پہنانا اور سرکاری ونیم سرکاری محکموں سے تعاون کرنا (10) اپنی مدد آپ کے تحت علاقہ کی سماجی بہبود اور معاشرتی مسائل کا حل تلاش کرنا اور لوگوں میں جذبہ خدمت پیدا کرنا (11) سماجی وبہبود کے پروگراموں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مقامی دیگر وسائل کو بروئے کار لانا اور ایسے دیگر اداروں یا تنظیموں کی حوصلہ افزائی کرنا۔[248]

مولانا غلام فخر الدین گانگوی کی ایک قلمی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ 1926ء میں دارالاطفال میانوالی قائم کیا گیا۔ اس کے پہلے صدر مولانا احمد الدین گانگوی تھے۔ مولانا گانگوی یتیموں کی کفالت کے حوالے سے بہت محتاط تھے۔ ان کے جملہ لوازمات کا خیال آپ خود رکھا کرتے تھے۔ آپ کا ایک خادم میاں سوہنڑاں کے نام سے آپ کے پاس لاوہ سے حصول علم کے لیے آیا تو اس نے بتایا کہ وہ یتیم ہے۔

مولانا گانگوی نے اپنے مکانات میں سے ایک گھر اسے اور اس کی والدہ کو رہنے کے لئے دیا رنگت کے اعتبار سے وہ سیاہ تھا تو مولانا گانگوی نے پیار سے اس کا نام میاں سوہنڑاں رکھ دیا۔ وہ اسی نام سے معروف ہوا اور اصل نام لوگوں کو بھول گیا۔ میاں سوہنڑاں ارکان وواجبات صلوٰۃ میں سستی کرتا تھا ایک مرتبہ مولانا گانگوی نے نماز عشاء کے دوران اسے نماز میں غفلت پر سزا دی۔

مولانا فخر الدین گانگوی کے مطابق آپ رات بھر جاگتے رہے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک سو سال سے متجاوز تھی۔ جب آپ سے بے چینی اور بے قراری کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے آج ایک یتیم کو تھپڑ مارا ہے جب تک میں اس سے معافی نہ مانگ لوں میری بے قراری ختم نہیں ہو گی۔ یہ کہتے ہوئے اور روتے ہوئے چارپائی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مجھے میاں سوہنڑاں کے گھر لے چلو۔ جب دروازے پر پہنچے تو رات کے اس پچھلے پہر مولانا گانگوی کو دیکھ کر میاں سوہنڑاں خوف زدہ ہو گیا آپ اس کے سامنے چارپائی پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جب تک تم مجھے معاف نہیں کرو گے مجھے نیند نہیں آئے گی۔ معافی نامہ لے کر باوجود پیرانہ سالی آپ واپس پلٹے۔

تحریک قیام پاکستان میں سید احمد الدین گانگوی کا کردار:

میانوالی میں تحریک قیام پاکستان کی ابتدا کا تذکرہ کرتے ہوئے محمد ریاض بھیروی رقم طراز ہیں۔

> ”1936ء کا دور قیام پاکستان کی تحریک کا دور تھا۔ میانوالی کے اکثر زمیندار یونینسٹ پارٹی سے وابستہ تھے جو کہ کانگریس کی ہمنواء

تھی، مسلم لیگ کے قیام کے لئے پہلا اجتماع حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ
کے زیر سایہ جامعہ مسجد میانوالی (موجودہ جامعہ اکبریہ) میں ہوا۔
محمد اکبر خان خنکی خیل کو صدر چنا گیا، اسی اجتماع میں مجاہد ملت مولانا
عبدالستار خان نیازی نے پہلی تقریر فرمائی ان دنوں آپ مسلم
سٹوڈنٹس فیڈریشن کے جوائنٹ سیکرٹری تھے اور اس وقت مسلم
لیگ غریب لوگوں کی جماعت تھی۔"(249)

1940ء کا عشرہ مسلمانان برصغیر کی دینی، ملی اور سیاسی بیداری کا عشرہ ثابت ہوا، قیام پاکستان جو کہ سب کا مشترکہ خواب بن گیا تھا، اس کے بڑے مثبت اثرات مرتب ہوئے، مختلف الخیال لوگ ایک پلیٹ فارم پر مجتمع ہو گئے اس دور کے محفوظ رہ جانے والے تاریخی ریکارڈ کے مطالعہ سے یہ منظر نامہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بہت سے لوگوں کی کاوشوں کو ایک اکائی کی صورت میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

مجلس شعبۃ التبلیغ کے پلیٹ فارم سے ہونے والی کاوشیں:

سید احمد الدین گانگوی نے مجلس شعبۃ التبلیغ قائم کی اور اس پلیٹ فارم پر مختلف الخیال اور بااثر افراد کو جمع کیا۔ یہی کاوشیں بعد ازاں تحریک قیام پاکستان کو موثر بنانے میں معاون ثابت ہوئیں۔

اس امر کا تذکرہ کرتے ہوئے محمد ریاض بھیروی لکھتے ہیں۔

"02 اکتوبر 1943ء کو جارج پریس میانوالی سے شائع ہونے والے
مجلس شعبۃ التبلیغ کے ایک تاریخی اشتہار سے پتہ چلتا ہے کہ ملی شیرازہ
بندی کی کوششوں میں سب یکجا تھے اور علاقائی تناظر میں ایسی

کوششوں کو خواجگانِ سیال شریف وسہاگ (سواگ شریف) ضلع مظفر گڑھ (حال ضلع لیہ) کی مکمل سرپرستی بھی حاصل تھی اور ضلع میانوالی میں مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا اکبر علی، مولانا غلام جیلانی، خان محمد اکبر خان خنکی خیل، مولانا سید غلام قاسم شاہ، مخدوم سلطان محمود، میاں اصغر علی اور دوست محمد اسی مجلس اور کونسل کے ایگزیکٹو ارکان تھے۔"(250)

انتظامی امور کے لئے ضلع میانوالی کے موثر سیاسی افراد کو شامل کیا گیا۔ جبکہ مبلغین کے لئے انتہائی قابل علماء کا چناؤ کیا گیا۔ یوں ایک ہی پیغام ایک متفقہ پلیٹ فارم سے ضلع میانوالی کی آواز بن گیا۔

"جبکہ انتظامی ممبران کی تفصیل ایک خوشگوار ترین حیرت کی حامل ہے اس مجلس کے منتظمین میں خان مظفر خان، مولانا عبد الستار خان نیازی، خان محمد امیر عبد اللہ خان روکھڑی، خان محمد برخوردار خان، خان احمد گل خان، خان محمد اکبر خان ثانی، حکیم محمد امیر علی شاہ، حکیم غلام یٰسین، پیر سراج الدین، میاں شیر محمد گانگوی، میاں فضل احمد، ملک مولا بخش وکیل، حافظ حسن الدین، حاجی شمس الدین، صوفی محمد حسن اور شیخ محمد حسین شامل تھے جبکہ اس مجلس کے مبلغین میں مولوی شیخ کلیم اللہ صاحب کوٹلہ جام، مولوی نور محمد صاحب کندیاں، مولوی نور احمد صاحب وتہ خیل، مولوی علی محمد صاحب بلو خیل، مولوی غلام یٰسین صاحب قریشی اور مولوی حافظ احمد الدین علی خیلانوالہ شامل تھے۔"(251)

اس مجلس کے ناظم خان محمد اکبر خان خنکی خیل تھے اور علاقہ بھر میں جابجا اس مجلس کی ذیلی تنظیموں کا جال بچھادیا گیا تھا۔ اس مجلس کی طرف سے مسلمانوں سے اپنے اختلافی مسائل ختم کرنے اور فرقہ بندی کے خاتمے کی اپیل کی گئی۔

مجلس شعبۃ التبلیغ کے اغراض و مقاصد:

اس مجلس کے اغراض و مقاصد بھی بڑے زور دار تھے مثلاً مسلمانوں میں دین کی تعلیم کو بین الاقوامی معیار کے مطابق ترویج دینا، ان کی دینی اخلاقی اور اقتصادی حالت کی اصلاح کرنا، الحاد اور دہریت کا مقابلہ کرنا، لوگوں کو فرقہ بازی سے بچانا، بری رسموں کا خاتمہ کرنا، مرد و خواتین کے لئے دینی مدارس قائم کرنا، خانگی جھگڑوں کے حل کے لئے علماء کی خدمات سے استفادہ کرنا، بری رسومات کے خاتمے کے لئے مبلغوں کو چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں بھیجنا وغیرہ شامل تھے۔ چونکہ اس مجلس کے کارکنان ضلع کے بڑے بڑے علماء اور رؤسا تھے لہٰذا مجلس کی باقاعدہ رسیدات چھپوائیں گئیں اور حاصل شدہ سرمایہ کواپریٹو بنک میانوالی میں جمع کرایا جاتا تھا۔ اس مجلس کے عزائم وارادے اس قدر بلند تھے کہ مستقل آمدن دینے والی جائیدادیں خریدنے کا بھی عندیہ دیا گیا تھا اور بعد ازاں اس مجلس اور اس قبیل کی دیگر مجالس نے واقعتاً قابل فخر کارنامے سر انجام دیئے۔ ایسے ادارے قائم کئے جو آج بھی بھرپور انداز کے ساتھ آباد ہیں۔ یہاں مولانا حسین احمد مدنی بھی مولانا شیر محمد زرگر کی دعوت پر متحدہ قومیت کا علم اٹھائے تشریف لائے تھے اور ہندوؤں کے دھرم شالہ (جہاں آج کل ایم سی ہائی سکول ہے) میں قیام کیا تھا۔ علامہ اقبال کے 1930ء کے الہ آباد والے خطبہ صدارت کی اور مسلم لیگ کی گونج یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں کا دانا ہندو جان گیا تھا کہ ایک روز

پاکستان بن ہی جائے گا اس لئے ہندو مسلم اتحاد میں سرگرم ہو گیا تھا۔ اسی خیر سگالی کے طور پر لالہ ہیم راج نے وہ مسجد بنوائی تھی جسے آج کل موتی مسجد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔(252)

قائداعظم اپنی کوششوں کی عدم پذیرائی پر مایوس ہو کر انگلستان چلے گئے۔ ان کا فیصلہ تھا کہ اب وہ کبھی ہندوستان نہیں آئیں گے پھر علامہ اقبال نے انہیں متواتر خطوط لکھے اور آخر اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ ہندوستان واپس آکر مسلم لیگ کی قیادت سنبھال لیں۔ یوں مسلم لیگ کے تن مردہ میں حیات تازہ کا لہو رواں ہو گیا۔ قاضی دین الحق کراچی کی روایت کے مطابق قائداعظم، مولانا عبد الستار خان نیازی، مرزا عبد الحمید کی کوششوں سے پہلی دفعہ لاہور آنے پر رضامند ہوئے تھے مرزا عبد الحمید ان دنوں آسٹریلیا مسجد نزد ریلوے اسٹیشن میں خطیب تھے قائداعظم نے ایک نماز ان کی امامت میں ادا کی تھی۔(253)

سید احمد الدین گانگوی کا قیام پاکستان کے لئے فتویٰ:

علامہ اقبال نے دو قومی نظریہ کی تحریک شروع کی تو میانوالی کے علماء نے ان کا بھرپور ساتھ دیا مولانا حکیم محمد امیر علی شاہ نے سرائیکی نظموں کے ذریعے نظریہ کی وضاحت کی۔ مولانا غلام محمود صاحب پپلانوی نے مولانا حسین احمد مدنی کو ان کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے انہیں بہت سے خطوط لکھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کو بھی خط لکھے جن میں ان کی صداقت پرستی پر انہیں ہدیہ تحسین و تبریک پیش کیا گیا انہوں نے اپنی تقاریر میں بھی دو قومی نظریہ کو ہی موضوع بنائے رکھا مولانا احمد الدین گانگوی اور مولانا محمد اکبر علی نے قائداعظم کی حمایت کو دینی فریضہ قرار دیتے ہوئے ایک فتویٰ

تحریر کیا جس پر بریلوی مکتب فکر کے دیگر علماء کے بھی دستخط تھے۔[254]

میانوالی میں جب مسلم لیگ کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا تو جابجا مسلم لیگ کے جلسے ہونے لگے یہاں یہ تحریک مولانا عبدالستار خان نیازی کی مساعی جمیلہ کی مرہون احسان تھی۔ پیر شاہ عالم شاہ اور خان محمد اکبر خان خنکی خیل اس تحریک کے متحرک کارکن بن گئے۔

محمد امیر خان سنبل ضلعی جنرل سیکرٹری اور مولانا حکیم محمد امیر علی شاہ سیکرٹری نشرواشاعت مقرر ہوئے بعد میں حکیم محمد عظیم خان خنکی خیل بھی ان صفوں میں شامل ہوگئے جلسوں میں سٹوڈنٹ لیڈر کی حیثیت سے حبیب اللہ خان (مرحوم) آف دھلہ عظمت متعارف ہوئے اور مولانا نیازی کے بعد پرجوش اور شستہ تقریروں کے باعث معروف ہوگئے امان اللہ خان شیر مان خیل بھی سٹوڈنٹ لیڈر تھے اور مسلم لیگ کے جلسوں میں اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔ اب مسلم لیگ کی آواز ہر گھر میں پہنچ گئی اور گلی کوچوں میں بچے تک پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔

میانوالی میں جامعہ اکبریہ میں بہت بڑا جلسہ ہوا۔ امیر عبد اللہ خان روکھڑی اور محمد عظیم خان خنکی خیل نے سول نافرمانی کے آغاز کا علم بلند کیا اور ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے ضلع کچہری پہنچے امیر عبد اللہ خان روکھڑی نے ڈی سی آفس پر چڑھ کر برطانوی جھنڈا اپھاڑ کر پھینک دیا اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا آخر عوامی احتجاج سے مجبور ہو کر خضر حیات ٹوانہ نے مارچ 1947ء میں استعفیٰ دے دیا۔ آخر بے دست وپا ہو کر انگریز نے 14 اگست 1947ء کو آزادی کا اعلان کر دیا اور پاکستان وجود میں آگیا۔[255]

1940ء کے بعد تحریک پاکستان کے زمانہ میں مولانا گانگوی اور آپ کے تمام رفقاء قیام پاکستان کے لئے کوشاں رہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں آپ اور آپ کے رفقاء نے عوام کو ہندوؤں اور انگریزوں کیخلاف اکٹھا ہونے کی ترغیب دی اور تلقین کا یہ فریضہ علماء میانوالی تحریر و تقریر اور نظم و نثر کے پیرائے میں دیتے رہے۔

مولانا گانگوی خود بھی شاعر تھے اور آپ کے تلمیذ رشید سید امیر علی گانگوی بھی شاعری کرتے۔ مولانا گانگوی کا تخلص دلسوز جبکہ مولانا امیر علی کا تخلص مختار گانگوی تھا۔ تادم تحریر تحریک پاکستان کے لئے مولانا گانگوی کا لکھا کلام تو ہمیں میسر نہ اس کا مگر مولانا امیر علی کی شاعری، جو انہوں نے تحریک پاکستان کے زمانے میں لکھی تھی، دستیاب ہے۔ لہذا صرف ان کے بعض اشعار یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

سید نصیر شاہ، تحریک پاکستان میں سرائیکی شعراء کا کردار کے زیر عنوان لکھتے ہیں

مولانا حکیم محمد امیر علی شاہ نصیحت آموز نظمیں لکھتے جنہیں میانوالی کے ایک صاحب دل شخص حیات محمد بزاز زیور طباعت سے آراستہ کرتے تھے والد مرحوم پہلے مختار گانگوی تخلص کرتے تھے پھر غمناک گانگوی لکھنے لگے اس موضوع پر ان کی کتابیں نالہ درد، صدائے غم ناک وغیرہ، مطبوعہ ہو کر لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ گئیں، نالہ درد کے چند اشعار مشت نمونہ از خروار کے مصداق نذر قارئین ہیں۔

ہندو تے انگریز دوہائیں ساڈے دین دے دشمن
دینی دشمن یار بھراؤ کدی نہ بندے سجن
گوریاں ساڈی آزادی تے ول ول ڈاکے مارے
زر، زمین نوں لٹ کے کھاگئے ہندو ساہو کارے

ایہ داتا تے دنیا ساری ہو ویسی محتاج
ہک ڈینہ ہوسی ہر یک جھاتے رب چاڈیسی راج[256]

1902ء میں ایک شاعر پھتا کامری کے نام سے مشہور تھا اس نے سہ حرفی میں یہ جدت پیدا کی کہ ایک حرف تہجی پر دوہڑہ کہنے کی بجائے ایک مصرع کہا اور اس مصرع نظم کی صورت میں ایک ہی موضوع پر مربوط رہے۔ آزادی پر بھی اس کی ایک سہ حرفی ہے جس کے کچھ اشعار درج ذیل ہیں۔

الف اللہ بے نیاز ہیں توں ثبوت کیہ ڈیواں بے پروائیاں دے
ب بہت ظلم انگریز کیتے تختے پٹ کے مغلاں دیاں شاہیاں دے
ت ترس نہ آیا مول ذرا سر کپائے نوکراں توں سائیاں دے
ث ثابت قائم ذات تیڈی ڈٹھے زوال فی شاہاں دیاں جائیاں دے
ج جبر کیتا مجبوراں تے کن کپ چھوڑے سوہنیاں شاہزادیاں دے
ح حق ہے ربا ذات تیڈی حال ڈٹھے دلی دیاں بربادیاں دے
خ خبراں تھی مشہور گیاں بنے قبرستان آبادیاں دے
د دور کتونے ساڈیاں اکھیاں توں اوہ چنگے ڈینہ آزادیاں دے[257]

اے اللہ تو بے نیاز ہے تیری بے نیازیوں کے کون کون سے ثبوت پیش کئے جائیں۔ مغلوں کی سلطنت تباہ کر کے انگریز نے بڑے ظلم کیا انہیں ذرا بھی ترس نہ آئے انہوں نے نوکروں سے آقاؤں کی گردنیں کٹوائیں اے اللہ تیری ذات ثابت اور قائم ہے بادشاہوں کی بیٹیوں پر زوال دیکھا ہے انگریزوں نے مجبوروں پر بڑا جبر کیا خوب صورت شہزادیوں کے کان کاٹ دیئے اے رب تیری ذات برحق ہے دلی کی

بربادی کا حال دیکھ لیا دور دور تک یہ خبریں مشہور ہو گئی ہیں کہ ظالم انگریزوں نے آبادیوں کو قبرستانوں میں بدل دیا اور انہوں نے آزادیوں کے خوبصورت دن ہماری نگاہوں سے چھین لئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ 1902ء میں یہاں آزادی کی لہر بڑے زور و شور سے دھوم مچا رہی تھی۔[258]

استحکام پاکستان کے لئے آپ کی کاوشیں:

قیام پاکستان کے بعد مولانا گانگوی ابتدائی چند سالوں تک مسلم لیگ کے ساتھ وابستہ رہے۔ جب جمعیت علماء پاکستان قائم ہوئی تو آپ کو جمعیت علماء ضلع میانوالی کا پہلا صدر چنا گیا۔ یونس کمال لودھی اپنے مسلم لیگی احباب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نومبر 1947ء میں بھارت سے ہجرت کے بعد ہی میرا ان مسلم لیگی حضرات سے قریبی واسطہ ورابطہ ہو گیا تھا۔ جن میں نواب آف کالاباغ ملک امیر محمد خان، امیر عبد اللہ خان روکھڑی، ڈاکٹر نور محمد خان، ملک اورنگزیب جھمٹ، برخوردار خان ایڈووکیٹ، حکیم عبد الرحیم خان، ملک فتح شیر جھمٹ، ڈاکٹر محمد عظیم خان موصوف بالا، رانا رحمت علی، ولی داد خان عیسیٰ خیل، غلام سرور خان بلوچ، مولوی اکبر علی مخدوم، سردار خان وتہ خیل، میجر غلام شبیر، ڈاکٹر عبد الکریم خان خنکی خیل، حبیب اللہ خان مستی خیل، امیر عبد اللہ خان یارو خیل، میجر غلام حسن خان پنوں خیل ایڈووکیٹ، غلام محمد خان نیازی، محمد اکبر خان میانہ، احمد گل خان، میجر ظفر اللہ خان شیر مان خیل، مولانا احمد الدین گانگوی صاحب، مولانا عبد الستار خان نیازی، محمد افضل خان ڈھانڈلہ وغیرہ شخصیات شامل ہیں۔ ان تمام حضرات نے تحریک پاکستان اور تعمیر پاکستان میں بھرپور

تاریخی کردار ادا کیا ہے۔[259]

مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی(م 2001ء) نے تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات کا اعتراف یوں کیا:

> ”تحریک آزادی کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک ہمارے بزرگوں نے لازوال قربانیاں دی ہیں، تحریک پاکستان کے پچاس سال میرے سامنے میرے ہاتھ کی طرح ہیں جن میں برصغیر کے ہمارے بزرگان علماء مشائخ عظام نے آزادی کی تحریک کی کامیابی کے لئے دن رات ایک کر دیا اور اسی تحریک آزادی میں ہمارے ضلع میانوالی کے اہل سنت بزرگوں حضرت مولانا خواجہ محمد اکبر علیؒ، خواجہ مولانا احمد الدین گانگوی، پیر صاحب آف مبیل شریف، پیر صاحب آف میرا شریف، پیر صاحب بھور شریف اور دیگر بزرگان اہل سنت نے اپنے ہزاروں مریدوں کے ساتھ تحریک پاکستان کے لئے اپنی خدمات وقف کر دیں۔“[260]

بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو سید گانگوی درج ذیل تنظیمات کے موسس اور سرپرست رہے۔

(1) انجمن اصلاح المسلمین میانوالی، بانی (2) انجمن شعبۃ التبلیغ، سرپرست (3) انجمن حمایت العرب، ناظم میانوالی (4) انجمن اسلامیہ میانوالی بانی وصدر (5) صدر جمعیت العلماء میانوالی (6) جامعہ شمس العلوم میانوالی، بانی (7) یتیم خانہ ودارالاطفال، بانی وصدر۔

استحکام پاکستان کے لئے شریعت اسلامیہ کا نفاذ:

قیام پاکستان کے بعد استحکام پاکستان کا مرحلہ درپیش تھا۔ سید احمد الدین گانگوی تحریک پاکستان کے اُن رہنماؤں میں شامل تھے جو اس مملکت خداداد کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم دیکھنا چاہتے تھے۔ اپنے ایک رسالہ ایقاظ الرقود میں لکھتے ہیں۔

"جناب کا فرستادہ گرامی نامہ متضمن سوالات اربعہ پہونچکر (پہنچ کر) باعث مسرت ہوا۔ ان ہر چہار اسولہ کی بناء صرف حکومت پاکستان (ادامہا اللہ تعالیٰ الی القضاء عہد الزمان و حفظہا عن شرور اہل الکفر والطغیان) کی ہمدردی پر ہے۔ اور چاہیے بھی ایسا کیونکہ یہ نعمت عظمیٰ جس کے استحصال کے لئے مدتہا سے قلق واضطراب اور دل بیتاب تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بذریعہ محمد علی جناح رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی عرقریزی وان تھک مساعی جمیلہ کے وہ نعمت غیر مترقبہ جو سیکڑے سالہا سے ہم سے چھن چکی تھی عطا فرمائی۔ الحمد للہ علی احسانہ وحسن امتنانہ "(261)

استحکام پاکستان کے لیے علماء و مشائخ کو ترغیب دلاتے ہوئے آپ نے لکھا۔

"اب ہر ایک مسلمان کا عموماً اور زمرہ علماء کرام و مشائخ عظام کا خصوصاً فرض اویمان (ایمان) ہے کہ اس اسلامی حکومت کی سچی دل سے قدردانی اور ہمدردی کریں اور اس کے استحکام کے لئے ہر ممکن قربانی وجانفشانی مبذول فرمائیں۔ اور حضرت قائداعظم مرحوم ومغفور کے لئے جس کی ہمت عالیہ کے زبردست جذبات سے یہ نعمت ملی ہے ایصال ثواب ودعائے مغفرت کیا کریں۔ "(262)

آپ اس بات کے لیے بھی کوشاں رہے کہ پاکستان کے قوانین شریعت اسلامیہ کے تابع ہوں۔

"اس میں شک نہیں کہ حکومت پاکستان میں جو نہایت محبوب و مرغوب ہے کسی ذاتیات و شخصیات کے لحاظ سے نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ اسلامی حکومت ہے۔ اور پروردگار عالم جل وعلا شانہ کے دین کی سلطنت۔ اور کلمہ توحید کی بادشاہت۔ اور قرآن شریف کی مملکت ہے۔ تو ضرور ہے کہ اس کے ایکٹ و قوانین بھی شریعت اسلامی کے ماتحت ہوں۔"(263)

اسلامی نفاذ کے مطالبے کو آپ نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ خیر خواہانہ مطالبہ، جابرانہ مطالبہ۔ حکومت پاکستان سے نیاز مندانہ اور خیر خواہانہ مطالبہ کرنے کی افادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

"دراصل حکومت پاکستان کے عروج وترقی کا واحد ذریعہ یہی اتباع و قوانین اسلامیہ ہی ہے۔ عہد اقدس کے بعد سلاطین ماضیہ کی حکومتوں کے عروج ونزول کا دارومدار اسی پر رہا۔ اب حکومت پاکستان کی خیر خواہی و بدخواہی کے امتیاز کا یہی معیار ہے یعنی اتباع و قوانین اسلامیہ کا نیازمندانہ مطالبہ اراکین حکومت کے پیش کرنے اور مشورہ دینے میں خیر خواہی۔ اور اس کے برخلاف مشورہ دینے میں بدخواہی مضمر ہے۔"(264)

جابرانہ مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے اور اُسے انتشار وافتراق کا سبب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اور جابرانہ مطالبہ جیسا کہ ملا مودودی اور اوسکی (اس کی) جماعت نے وطیرہ بنا رکھا ہے یہ بھی بدخواہی کے مرادف ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے عام رعایا کو حکومت سے نفرت بلکہ بغاوت کی تخمریزی ہے جو کہ خلاف ارشادات قرآنیہ واحادیث صحیح وتصریحات علماء امت محمدیہ ﷺ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اتباع قوانین اسلامیہ کا یہ معنی نہیں کہ کسی غیر مشروع کا جائز قرار دینے کی خاطر قوانین شرعیہ کی بیجا تاویل کرکے کشاں کشاں اوسکے (اس کے) مطابق کر دیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد عالی ہے وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ۔ بلکہ یہ معنی ہے کہ قوانین شرعیہ کو اپنے حال پر رکھ کر متبوع اور دیگر جملہ امور کو اوسکے (اس کے) ماتحت اور تابع قرار دیا جائے۔"[265]

قرآن و سنت کے نظام کو ہی رائج اور نافذ کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے اور قرآن کو مکمل نصاب قرار دیتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

"اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن شریف مکمل کزٹ ہے جس میں تمام سیاسیات، مذہبیات، تمدنیات واقتصادیات وغیرہ کا بالتفصیل احوال ہے۔ اوسکی (اس کی) تشریحات احادیث ہیں۔ اور ان سب کا لب لباب کتب فقہ میں ہے۔"[266]

تحریک پاکستان کے دور میں کانگریسی علماء کی ضمیر فروشی پر مولانا گانگوی نے نقد کیا ہے۔ اس کا اندازہ بعد میں لکھے گئے ان کے رسائل سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایقاظ الرقود فی اموال الہنود میں ایک مقام پر آپ لکھتے ہیں کہ ہندو موجودہ نہ ذمی ہیں اور نہ مستامن، ذمی نہ ہونا تو مستغنی عن البیان ہے، البتہ مستامن نہ ہونا محتاج بیان ہے بلکہ

حربی معاہد غدار ہیں جیسا کہ عہد اقدس میں قریش مکہ ویہود بنی قریظہ وبنی نضیر وغیرہ تھے، قدیم الایام سے مسلمانوں کے ساتھ عہد کرکے عہد کو توڑتے ہوئے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے چلے آئے ہیں بہ نسبت تمام کفار کے یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے زیادہ خون ریز اور خطرناک دشمن ہیں۔ہمیشہ سے اسلام کے (خاک بدہن ایشاں) مٹانے اور ملیامیٹ کرنے میں مارآستین بن کر سرتوڑ کوشش میں رہے ہیں۔خلافت اسلامیہ کے نابود کرنے میں یہ ڈھنگ کیا کہ کانگریس کو اس سے الحاق کرکے متحد کرلیا۔پھر اتحاد کے پردہ میں قصر خلافت کی نقب زنی شروع کردی۔ چنانچہ چیدہ چیدہ لیڈران خلافت کو دنیاوی لالچ دے کر اپنے ساتھ ملالیا۔ چنانچہ اب تک وہ بے چارے ان کے جال میں پھنسے ہوئے موجود ہیں۔جو شب وروز کانگریس کا کلمہ پڑھتے ہیں جب تک بے اقتدار رہے تو مسلمانوں کی خون ریزی پر جرات نہ کرسکے مگر جب ہی بسر اقتدار ہوئے توالامان باللہ مسلمانوں کے خون کے دریا بہادیئے۔[267]

مولانا گانگوی سے قیام پاکستان کے بعد یہ بھی سوال کیا گیا کہ آیا پارلیمنٹ آف پاکستان اجماع کا حکم رکھتی ہے یا نہیں مولانا گانگوی نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا۔

> ”اس کا جواب نفی میں ہے۔کیونکہ حجج اربعہ شرعیہ کا چوتھا قسم اجماع ہے۔اور اجماع کے اراکین کا مجتہد اور تمام اصول وفروع شرعیہ کا ماہر ہونا شرط اولین ہے جو یہاں کلیۃً مفقود ہے۔صرف انگریزی اٹ بٹ پڑھ لینے سے اجماع کے رکن بن جانیکا مستحق نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ اصول شاشی بحث اجماع ص ۷۹ میں ہے والمعتبر فی ھذا الباب اجماع اھل الرای الاجتھاد فلا یعتبر بقول العوام والمتکلم والمحدث الذی لابصیرۃ لہ فی اصول الفقہ انتھی۔ موجودہ اراکین

اسمبلی اصول فقہ کی بصیرت تو بجاء خود اصول فقہ کا نام بھی نہیں جانتے۔ الاماشاء اللہ تو ان کے پاس کردہ آراء کو اجماع کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ"[268]

(iv) میانوالی میں تجارت کا فروغ اور علماء کا کردار:

تجارت، معیشت اور مواصلات کے عنوان سے کلیم اللہ ملک لکھتے ہیں۔

یہاں کے مسلمانوں کو پدرم سلطان بود کے جھوٹے پندار میں مبتلا کرکے ان سے تجارت کا شعبہ چھین لیا تھا، حتی کہ گاؤں اور بستیوں میں بھی ہندو بنیوں نے چھوٹی اور بڑی دکانیں قائم کرر کھی تھیں اور سارا کاروبار ان کے ہاتھ میں تھا۔ مسلمان زیادہ تر کھیتی باڑی کرتے۔ سارا سال بنیوں سے قرض لیتے اور جب فصل اٹھاتے تو قرض وصول کرنے کے لئے بنیا آخر موجود ہوتا۔ جنس کی کم قیمت لگاکر قرض وصول کرنے میں مسلمانوں کی ناسمجھی سے بھرپور فائدہ اٹھایا جاتا۔ جس کے متعلق کئی لطیفے اب تک بزرگ نسل نئی کو سناتی ہے۔ مسلمانوں سال بھر اپنا خون پسینہ مٹی میں ملاکر بھی بنئے کا پورا قرض نہ چکاسکتے اور یوں ان کی زمینیں آہستہ آہستہ ہندوؤں کے قبضہ میں چلی جارہی تھیں۔ مسلمانوں کی عام ذہنیت تجارت کے خلاف کردی گئی تھی۔ اگر کوئی مسلمان اس طرف توجہ کرتا تو اسے طعنہ دیا جاتا۔

لو فلاں بدبخت کراڑ ہوگیا ہے۔ اب ترازو پکڑ کر بیٹھے گا۔ اور اس طرح فلاں ترازو چھوڑ کر پھر ہل کی ہتھی تھام لیتا۔

اس وقت مسلمان علمانے اپنے طور پر کوشش کی کہ یہ لوگ تجارت کی طرف توجہ کریں۔ اس میدان میں مولانا محمد امیر علی شاہ نے منظوم سرائیکی رسالے لکھے۔ مولانا گل شیر شہیدؒ نے اپنی سحر آفریں خطابت کے ذریعے انقلابی کردار ادا کیا۔ مولانا گل شیر شہید کے دو خاص موضوعات تھے۔ ایک یہ کہ مسلمانوں میں بے روزگاری کے باعث پیدا ہونے والے غنڈوں اور بدمعاشوں کو راہ راست پر لایا جائے اور ان کی باہمی عداوتیں ختم کرائی جائیں۔ دوسرا یہ کہ مسلمانوں کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ تجارت کا پیشہ اپنائیں اور ہندوؤں سے اپنی معیشت کی ڈوری کھینچ لیں۔ (269)

علامہ ریاض بھیروی میانوالی میں فروغ تجارت کے لئے علماء کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عقل و دانش محو حیرت ہے کہ مسجد میں اپنی زندیاں بتا دینے والے اپنے معاشرے سے بھی مکمل طور پر جڑے رہے اور کبھی بھی سماج کے تقاضوں سے غفلت کے مرتکب نہ ہوئے۔ مولانا اکبر علیؒ نے وہ زمانہ پایا جب تمام شعبہ ہائے زندگی پر ہندوؤں کی بالادستی تھی اور مسلمانوں کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ غافل مسلمانوں کی مجموعی زندگی بٹیر بازی، کتابازی، لہو ولعب بازی کا شاخسانہ تھی۔ اگر کوئی کاروبار کرنا بھی چاہتا تو اسے (کراڑ) یعنی ہندو ہونے کا طعنہ ملتا۔ کہا جاتا ہے کہ میانوالی کے مین بازار میں مسلمانوں کی ایک دکان بھی موجود نہ تھی ایک طرف فضول خرچی تھی اور دوسری طرف قرض کا مہلک مرض لاحق تھا چالاک ہندو بنیا قرض کا حساب اپنی ہی مرضی سے لکھتا تھا اور اس پر وہی لطیفہ چلتا تھا کہ سات اڑھایہ ساڑھے سینتیس' اوپر مارے چار، ہوگئے خان صاحب کل ساٹھ روپے صرف" اور خان صاحب کہتے "لکھ دے سیٹھ بہی میں، فصل پر ایک ایک پائی چکا دوں گا۔

جہالت اور پسماندگی کی کوکھ سے جنم والی دیگر سماجی و معاشرتی برائیاں اس پر مستزاد تھیں۔ مسلمان غریب بچوں کا بھی کوئی ولی وارث نہ بنتا۔ یہاں تک کہ مسلمان غریب بچوں کی کفالت سے ہندوؤ بھی نفرتاً انکار کر دیتے، نتیجتاً بالآخر اس محاذ پر بھی انہیں علماء نے لڑنے کا فیصلہ کیا۔ انقلابی اقدامات کئے گئے، مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا اکبر علی اور خان محمد اکبر خان خنکی خیل پر مشتمل ایک بیدار مغزاور شعورِ عصر سے معمور ٹرائیکا نے ٹھیکے کے کام سرانجام دیئے۔

چنانچہ مسلمان تاجروں کو باضابطہ فنڈز اکٹھے کر کے دیئے گئے انہیں دکانیں کھلوا کر دی گئیں مثلاً جامعہ مسجد (جامعہ اکبریہ) کے ساتھ حاجی محمود ڈرہال کو کریانہ، شیر محمد آف ٹھٹھی کو گوشت، قریشی میاں محمد کو دودھ دہی، حاجی صالح محمد شاہ، حاجی محمد امیر شاہ وغیرہ کو سبزی کی دکانات بنوا کر دی گئیں اور عام مسلمانوں کو ان دکانوں سے سودا لینے کا حکم دیا گیا، جامعہ اکبریہ کے ساتھ ہی برلب سڑک دکانات بھی اسی مقصد کے لئے تعمیر کی گئی تھیں۔[270]

(V) مہاجرین کی آبادکاری:

مہاجرین اپنی آبادکاری اور معاونت کے ضمن میں مقامی باشندوں کے حسن سلوک کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ یونس کمال لودھی نے مقامی معاونین کی ایک طویل فہرست مرتب کی ہے جس میں چند نام حسب ذیل ہیں۔

> امیر عبد اللہ خان روکھڑی، مولانا عبد الستار خان نیازی، کرنل عطا اللہ خان سنبل، مولانا محمد اکبر علی مخدوم، میاں محمد اکبر میانہ، مولانا فخر الدین گانگوی، وتہ خیل کے تحصیل دار شاہ ولی خان،

امیر عبد اللہ خان یارو خیل، ڈاکٹر نور محمد خان ختکی خیل، حکیم عبد
الرحیم خان ختکی خیل، ڈاکٹر محمد عظیم خان ختکی خیل، عطااللہ خان
شہباز خیل، میجر غلام حسین خان، میجر ظفر اللہ خان شیرمان
خیل، رب نواز خان موچھ، ایڈووکیٹ میاں قربان صادق،
ایڈووکیٹ برخوردار خان، مظفر خان بھچر (271)

قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی آمد اور آبادکاری ایک مسئلہ تھا۔ مہاجرین کے لئے مختلف جگہوں پر کیمپ بنائے گئے۔ جامعہ مسجد اکبریہ کو بھی مہاجرین کا ایک کیمپ قرار دے دیا گیا۔ حضرت مولانا اکبر علیؒ ضعیف تھے آپ نے اپنے صاحبزادگان حضرت مولانا غلام جیلانیؒ، مخدوم غلام ربانیؒ اور انکے علاوہ غلام قادر خان زادے خیل کو ان کی خدمت اور مکانوں کی الاٹ منٹ پر پر مامور فرمایا آپ کے استغناء کا عالم یہ تھا کہ ایسے وقت میں جب کہ بہت سے لوگ بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے تھے آپ نے اپنے لئے یا لنگر غوثیہ کے لئے نہ تو کوئی جائیداد لی اور نہ ہی کوئی نذرانہ قبول فرمایا، اسی طرح ایک انگریز ڈپٹی کمشنر نے لنگر کے نام پر زمین وقف کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے کئی مربع زمین لینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ یہ غوث اعظم کا لنگر ہے اور انہی کی برکت وعطا سے چلتا ہے اسے زمینوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

سید گانگوی کے معمولاتِ روز و شب:

آپ کو بچپن سے ہی عبادت و ریاضت سے دلی لگاؤ اور انس تھا لیکن مرشد کریم کی توجہ سے تہجد، چاشت، اشراق، اوابین اور حفظ الایمان کی سختی سے پابندی کرنے لگے۔ اس کا اثر مدرسہ کے طلبہ پر بھی ہوا اور وہ بھی شب خیز اور تہجد گزار بن

گئے۔ اکثر بزرگوں کا کہنا ہے کہ طلباء میں جنات بھی شامل تھے۔ ابتدائے شباب سے آخر تک تہجد اور اشراق وغیرہ اور خاندان چشت اہل بہشت کے تمام اوراد و وظائف اور معمولات کے پابند رہے۔ رمضان شریف میں نماز تراویح باجماعت ادا فرماتے تھے۔ تین گھنٹے رات اور دو گھنٹے دن آرام فرماتے تھے۔ دو گھنٹے دن میں تصوف کی کتب کا مطالعہ بھی فرماتے تھے۔ باقی تمام وقت ذکر و عبادت میں صرف ہوتا تھا۔[(272)]

مرض اور کوائف وصال:

زندگی کے آخری ایام شدت بخار اور نقاہت کے باعث بے ہوش رہے۔ آنکھیں بند رہیں مگر ہونٹ حرکت میں رہے۔ انگوٹھا اور شہادت کی انگلی بھی ہلتی رہی، گویا تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ جب نماز کا وقت آتا تو کانوں تک ہاتھ اٹھا کر باندھ لیتے اور رکوع و سجود اشاروں سے ادا فرماتے۔ یہ سب کچھ بے ہوشی میں ہوتا، آنکھیں بند رہتیں، ہر نماز پوری رکعتوں سے ادا ہوتی رہی۔ آخری روز وصال سے چند گھنٹے پہلے آنکھیں کھولیں اور تاریخ اور دن پوچھے۔ جواب پا کر فرمایا۔ کیا میں اپنے گھر میں ہوں۔ عرض کیا گیا کہ آپ اپنے گھر میں ہی تو ہیں۔ فرمایا۔ یہ گھر میں چھوڑنا چاہتا ہوں، اس گھر میں شریعت مطہرہ کا پوری طرح اتباع رہے۔ مجھے اپنے گھر لے چلو اور میرے آقازادہ حضرت سجادہ نشین سیال شریف اگر تشریف لائیں تو عرض کرنا کہ حضور! اگر نماز جنازہ نہیں پڑھائی تو قبر پر دعائے مغفرت فرمائیں۔

بہ جنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

یہ فرماتے ہوئے پھر آنکھیں بند کر لیں ہونٹ پھر ذکر الٰہی سے چلنے شروع ہوئے۔

آپ کا وصال وجنازہ:

28اکتوبر1968ء کو بمطابق 4رجب المرجب1388ھ بروز شنبہ سوا ایک بجے بعد از دوپہر ذکر کرتے ہوئے جان شیریں، جان آفرین کے سپرد کردی۔[273]

حضرت شیخ الاسلام سیالوی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے رات کو ہی سیال شریف سے روانہ ہوگئے لیکن راستے میں موٹر خراب ہو جانے کی وجہ سے دیر سے اس وقت تشریف لائے جب آپ کو نماز جنازہ کے بعد لحد میں اتارا جاچکا تھا چنانچہ حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ نے قبر شریف پر فاتحہ پڑھی اور دعائے مغفرت فرمائی۔ جنازہ میں شرکت کرنے والے مسلمانوں کی اس قدر کثیر تعداد تھی کہ شہر میں جگہ کی قلت کے باعث شہر سے باہر میدان میں نماز جنازہ ادا ہوئی۔[274]

جنازہ کی امامت حضرت خواجہ غلام جیلانی نے فرمائی۔ آپ کا مزار مبارک مدرسہ شمس العلوم جامعہ مسجد گانگی شریف (میانوالی) میں ہے۔ جو آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ مرقد معلیٰ پر خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے۔ جامعہ مسجد کے شمالی گوشہ میں واقع ہے۔

فصل سوم

مؤلفات و مکتوبات: تحقیقی جائزہ

تصنیفات و تالیفات گانگوی، مختصر تحقیقی جائزہ :

سید احمد الدین گانگوی نے عربی، فارسی، اردو، پنجابی اور سرائیکی میں کتابیں تصنیف کیں۔ سرائیکی اور عربی میں شاعری بھی کی، دل سوز تخلص تھا، آپ کی درجنوں کتابیں، حواشی اور سینکڑوں فتاویٰ جات دیمک کی نظر ہو چکے ہیں۔ جن میں سے چند کے صرف نام دستیاب ہیں۔ متعدد کتابیں علماء و مشائخ کی ذاتی لائبریریوں کی زینت ہیں۔ جن کتب اور رسائل تک راقم الحروف کو رسائی مل سکی اور جن کے قلمی مسودات رقم السطور کے پاس محفوظ ہیں، ایسے نو دریافت کتب و رسائل کا ایک مختصر تعارف حسب ذیل ہے:۔

1۔ القبس القامعہ فی جواب الشمس الامعہ:

یہ مبسوط کتاب سید گانگوی نے مولانا رشید احمد گنگوہی کے رسالہ الشمس الامعہ کے جواب میں تحریر کی۔ یہ کتاب 19ویں صدی کے آخری عشرہ میں تحریر کی گئی، جبکہ جو نسخہ راقم الحروف کے پاس ہے اس کے کاتب محمد دین ہیں جنہوں نے مولانا اکبر علی چشتی کی فرمائش پر کتابت کیا، تاریخ کتابت 1325ھ ہے، اس کی کتابت انتہائی

خوبصورت و دل نشیں ہے۔ اس کا موضوع فقہ الصلوٰۃ میں تکرار جماعت ہے۔ اس سے پہلے جماعت ثانیہ کے جواز پر اس قدر دلائل سے بھرپور اور مبسوط کتاب تحریر نہیں کی گئی۔ سید گانگوی نے متعارض روایات میں تطبیق اور آراء فقہاء کی تفصیل، راجح و مرجوح کی تحدید و تعین سے اپنے محد ثانہ ار فقیہانہ جلالت علمی کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ یہ کتاب لائق زیارت و مطالعہ ہے۔

آغاز :

"بدان ای عزیز کہ دریں پر آشوب زمان باوجو آنکہ توجہ والتفات مردمان بسوئے امور دین اصلاً نمانده نزاع واختلافات در مسائل دینیہ از حد تجاوز نموده بناءعلیہ عوام کالانعام ہر قواعد دین صنعیف کہ نوروز پنداشتہ اند گوناگوں تسخر واستہزاء می نمایند وبر علماء اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ زبان طعن دراز نموده اند"(275)

انجام:

"الحمد للہ الذی وفقنی لاختتام ھذہ الرسالۃ کما وفقنی لافتتاحھا وھو الملھم الفیاض: وانا المسکین احمد الدین عفا اللہ عنہ من مقام گانگی"۔(276)

2۔ البرق السانیۃ فی جواز الجماعۃ الثانیۃ:

جماعت ثانیہ کے جواز پر یہ رسالہ بزبان عربی تالیف کیا، اس کے کاتب بھی محمد دین ہیں اور یہ بھی مولانا اکبر علی چشتی کی فرمائش پر تحریر کیا، اس رسالہ کی اہمیت کا اندازہ صرف اس پر تقاریظ، تصدیقات و تائیدات لکھنے والے جلیل القدر علماء کے نام دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے، چند معروف نام یہ ہیں استاذالکل مولانا الٰہی بخش عمرپوری، مولانا محمد شاہ غازی پوری، فقیر اللہ بخش سکنہ شہر سلطان، مولانا اللہ بخش خان گڑھی، مولانا

سراج الدین مظفر گڑھ، مولانا عبد الخالق شیخ پوری، الفاضل الکبیر المولوی غلام دستگیر قصوری، شیخ الکل مولانا لطف اللہ علی گڑھی، شیخ احمد حسن کانپوری وغیرہم

آغاز:

"اعلم ارشدك الله تعالیٰ ان المسجد علی نوعین احدهما مسجد محلة وهو ماله امام وجماعة معلومون كما فی الدرر اوماله امام راتب كذا فی نصب الرايه لاحاديث الهداية والاول اشهر واظهر "[277]

انجام

"فوضع الحق مما سبق ان تكرار الجماعة باالاذن والاقامة فی مسجد الطريق جائز حسن بالاتفاق وفی مسجد المحلة بهما مكروه اتفاقاً وغيرهما جائز بلا كراهةاجماعاً خذمنا وكن من الشاكرين والحمد لله رب العالمين وعنده علم الاولين والاخرين"[278]

3۔ نور الایمان فی تائید مذہب النعمان:

دیگر مذاہب اسلامیہ پر حنفی مذہب کی ترجیح ثابت کرنے کے لئے سید احمد الدین گانگوی نے نور الایمان فی تائید مذہب النعمان کے نام سے عربی زبان میں ایک معرکتہ آراء کتاب تصنیف فرمائی۔ جسکا ایک مخطوط راقم الحروف کی لائبریری میں موجود ہے۔

آغاز:

"الحمد لله الذی نور قلوبنا بنور الايمان واذ هر عيوننا بضوء الاتقان وصرف همنا الی التباع الاحاديث والقرآن وارشدنا الی تقليد مذهب النعمان،نصرنا علی من بغی بالطعنيان العدوان نصرنا للغاوين كالشهاب الثاقب للشيطان

والصلوٰۃ والسلام الایمان الاکملان علی سید الانس والجان وعلی الہ واصحابہ الذین کانو الاحیاء امور الدین کالتریاق العمان وعلی الذین اتبعوھم باحسان علیہم الرحمۃ والرضوان اما بعد فیقول العبد المسکین المعتصم بحبل اللہ المتین احمد الدین ثبت اللہ فی مقام الصدق والیقین وعفاعنہ ما جری من فی امور الدنیا والدین ان بعض اراذل الناس وسفہائم لما وقع فی۔۔۔آہ"[279]

مخطوط چونکہ قدیم اور بوسیدہ ہے اس لئے اس کا اکثر حصہ ناقابل قرات ہے ورق شماری بھی مشکل ہے۔ صفحات الٹنے سے مزید خرابی کا اندیشہ ہے لہٰذا انتہائی حزم واحتیاط سے صرف حسب ذیل مباحث کا تعین کیا جاس کا اس کے مباحث کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

یہ کتاب مقدمہ فنون ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہء کتاب اصطلاحات اصول حدیث کی نفیس شرح پر مشتمل ہے۔ فن اول، مبحث تقلید سے متعلق ہے، جو مقدمہ تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے باب اول، ثبوتِ تقلید مطلق سے متعلق ہے اور یہ تین فصول پر مشتمل ہے۔

فصل اول، عقلاً وجوب تقلید، ثانی نقلاً وجوب تقلید اور ثالث، فیمن یجب علیہ التقلید و من لایجب علیہ سے متعلق ہے۔ باب ثانی، تقلید شخصی کے وجوب پر مشتمل ہے، اس میں ایک مقدمہ اور دو فصول ہیں فصل اول میں ادلہ اربعہ، کتاب و سنت، اجماع و قیاس سے تقلید شخصی کے وجوب کا اثبات ہے فصل ثانی، فی وجوب تعین التقلید سے ہے۔

سید گانگوی نے امام اعظم کے فضائل احادیث واقوال فقہاء سے ثابت کرنے کے بعد یہاں تک لکھا۔

"فاحفظ والحاصل ان ابا حنیفة النعمان من اعظم معجزات المصطفی بعد القرآن" (280)

4۔ زجر الاشقیاء عن اہانۃ الاصفیاء معروف بہ تصویر محبت:

یہ رسالہ مسئلہ توہینِ رسالت ﷺ اور توہین صحابہ و اہل بیت کے موضوع پر آپ کا تحریر کردہ ایک مدلل رسالہ ہے اس میں آپ نے توہین رسالت کے مسئلہ پر شرعی اور قانونی پہلو کے اعتبار سے سیر حاصل گفتگو فرمائی راقم الحروف کی لائبریری میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے اور 2017ء میں راقم الحروف کی تحقیق و تدوین سے مجموعہ حفاظت الایمان میں کتاب محل لاہور سے طبع بھی ہو چکا ہے۔

آغاز:

"اما بعد! عاجز ناچیز ہیچ مدان مسکین احمد الدین سنی حنفی چشتی سیالوی کان اللہ لہ اپنے مسلم بھائیوں کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ محاربین اسلام و اعداء دین نے اسلام کو (خاک بدہن ایشان) ملیامیٹ کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کیے مگر اب کے حربے بہت ہی نرالے اور خطرناک ایجاد ہوئے ہیں بمقتضائے ازماست آنچہ برماست۔"(281)

انجام:

"اگر خدانخواستہ مقدمہ چل نہ سکے مگر اہلِ اسلام میں اتنی جرات نہ ہو کہ اس کو چلائیں تو کم از کم اخیری اور نچلا درجہ امر معروف کا بائیکاٹ اور قطع تعلقات ہے خداوند عالم جل شانہ کا خاص ارشاد ہے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (سورۃ الانعام، 68) ان سے تمام تعلقات قطع کر دیے جائیں اگر امام ہیں تو امامت سے معزول اور اگر کسی مکتب اسلامیہ کے مدرس ہیں تو ان کو اس سے علیحدہ کر دیا جائے نہ اس سے کلام نہ سلام اور نہ

نشست و برخاست غرض کسی مجلس اسلامی میں ان کو ہر گز نہ آنے دیں۔"[282]

5۔لوامع الضیاء فی علوم سید الانبیاء:

یہ بھی غیر مطبوعہ ہے، گانگوی لائبریری جامعہ شمس العلوم میں اس کا ایک مخطوط موجود ہے۔اس مبسوط کتاب کا مرکزی موضوع تو علم نبوت ﷺ ہے مگر ضمناً درجنوں دیگر کلامی مباحث بھی اس میں شامل کر دیئے ہیں۔بیسویں صدی کی ابتداء میں برصغیر میں ہونے والی مذہبی تقسیم کی وجوہات کو جاننے کے لئے اس کتاب کا مقدمہ انتہائی اہم ہے۔

آغاز:

"امابعد مسکین احمد الدین بن الشیخ غلام علی حنفی چشتی سیالوی عرض پرداز ہے کہ مدت سے مسئلہ علم غیب رسول اللہ ﷺ میں علماء کے مابین اختلاف چلا آرہا ہے۔اہل ظواہر جن کو معرفت الٰہی میں سے ہر گز کوئی بہرہ نہیں ہے، وہ تو اس کے منع و انکار پر رہے اور اہل باطن جن کو عشق و محبت سرور عالم ﷺ از حد دامن گیر ہے وہ اس کے اثبات و اقرار پر۔"[283]

انجام:

"تو ایسے شخص سے اسلامی سلوک ہر گز نہ رکھا جائے اور نہ اس سے سلام و کلام اور نہ مخالطت و مجالست و مناکحت اور نہ بیعت و امامت کی جائے واللہ اعلم"[284]

6۔السیوف العتابیہ:

یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔اس کے دو قلمی نسخے گانگوی لائبریری جامعہ شمس العلوم میں موجود ہیں۔اس کے سرورق پر لکھا ہے کہ یہ کتاب صاعقۃ الرحمٰن علی حزب الشیطان کے رد میں لکھی گئی ہے۔صفحات کی تعداد 373 ہے۔

آغاز:

"امابعد مسکین احمد الدین ثبت اللہ تعالیٰ فی مقام الصدق والیقین (گانگوی) حنفی چشتی برادران اسلام متبعان اہل سنت والجماعۃ کی خدمت اقدس میں عرض پرداز ہے کہ بد قسمتی سے خطہ پنجاب مولد الانبیاء ثابت ہوا ہے جو وقتاً فوقتاً حسب الموقعہ کوئی نہ کوئی نیا نبی پیدا ہو جاتا ہے جو انبیاء سابقین وسلف صالحین ومقتدایان دین متین کی تحقیر وتوہین اور متبعین اہل السنۃ والجماعۃ کی تکفیر وتضلیل پر اقدام کرنے کو اپنے مصنوعی دین کی ترقی کا موجب قرار دیتا ہے۔"[285]

انجام:

"بہر کیف مولوی حسین علی ان الزمات سے جو بلغۃ الحیران کے غلط مضامین سے اس کے ذمے لگ چکے ہیں ایسی ویسی باتوں سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و احکم با لصواب"۔[286]

7۔ الشعلۃ الجباریۃ لاحراق مسجد آریہ:

یہ رسالہ ہندو مسلم اتحاد کی علامت کے طور پر قائم کی جانے والی "مسجد آریہ" کے قضیہ پر لکھا، راقم الحروف کے پاس اس کے دو قلمی نسخے ہیں۔ اس تاریخی فتویٰ پر بڑے بڑے علماء معاصرین نے تقاریظ لکھیں۔ اس کا تفصیلی تعارف آئندہ صفحات میں آئے گا۔

آغاز:

"صورت مسئولہ عنھا میں ازروئے قواعد شریعت عزیٰ یہ مسجد ہرگز مسجد اسلام نہیں بن سکتی۔ اس کا بنانا اور اس کی امداد کرنی اور اس کو رونق دینی سب حرام اور بانیان گناہ گار (بچندوجوہ) اس مسجد کے مسجد الاسلام نہ ہونے کی پہلی وجہ: (اولاً) چونکہ جائیداد وقف کردہ

کا مالک آریہ ہے اور اس نے اپنے نام سے وقف کیا ہے اور زمان حال میں تمام کفار معاندین اسلام میں سے آریہ زیادہ مشرک، معاند اور محارب اسلام ہیں "[287]

انجام:

"ہاں اگر تائب ہو جائیں اور توبہ کی صورت یہ ہے کہ زوجین اس نکاح سے متارکہ کا حکم دیں اور آئندہ کے لئے عہد کریں کہ ایسا نہ کریں گے تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ واللہ اعلم بالصواب "[288]

8۔ اسلامی بیت المال:

یہ کتاب بھی مطبوعہ ہے۔ پہلی مرتبہ ہمدرد پریس کوچہ چیلاں دہلی اور دوسری بار راقم الحروف کی تحقیق سے کتاب محل لاہور سے شائع ہوئی۔[289]

9۔ حرمت تعزیہ داری:

یہ کتاب بھی مطبوعہ ہے۔ مگر تا حال راقم السطور کو نہیں مل سکی۔[290]

10۔ القول البشیر فی رد التحریر:

19 ویں صدی کے آخری عشرہ میں یہ رسالہ مولانا عاقل محمد جلالپوری کے رد میں تحریر فرمایا اس کا موضوع بھی فقہ الصلوٰۃ ہے۔ سید گانگوی نے القبس القامعہ میں اس رسالے کا ذکر کیا ہے۔[291]

11۔ ایقاظ الرقود فی اموال الہنود:

یہ رسالہ بھی آپ کی فقاہت کا آئینہ دار ہے۔ اس کے بھی دو قلمی مسودے موجود ہیں۔ مرکزی موضوع تقسیم ہند کے بعد ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے مکانات کی

ملکیت کا شرعی حکم ہے۔[292]

12۔ مجموعۃ الفتاویٰ قلمی:

سید گانگوی نے 1927ء کی ذاتی ڈائری میں مجموعۃ الفتاویٰ کا تذکرہ کیا ہے۔

13۔ مجربات احمدیہ:

یہ کتاب بڑے سائز کے تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے اس کا ایک قلمی نسخہ گانگوی لائبریری میں موجود ہے۔

14۔ فقرات شریف (فارسی):

199 صفحات پر مشتمل یہ رسالہ بزبان فارسی، تصوف کے موضوع پر تحریر فرمایا ہے۔[293]

15۔ مقدمۃ الصرف:

یہ کتاب آپ نے علم الصرف کے موضوع پر بزبان پنجابی تحریر فرمائی۔ اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ اس کی ابتداء کچھ یوں ہے:

> ”عرب والی وچ اصطلاح اپنی دی زبر نوں فتح زیر نوں کسرہ پیش نوں ضمہ اکھدی ہین۔ ایہ نام انہدا خاص ہے عام نام انہاندا حرکت ہے۔ جس حرف اتے زبر ہوے اس نوں مفتوح، جس حرف اتے کسرہ ہوے اس نوں مکسور، جس حرف اتے ضمہ ہوے اس نوں مضموم آکھدے ہیں“۔

134 صفحات پر مشتمل یہ رسالہ بزبان پنجابی سید گانگوی کے شاگرد شیخ غلام محمد،

لاوہ نے آپ سے املاء کیا۔[294]

16۔ علم الصرف:

صرف کے موضوع پر آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ ایک رسالہ بزبان فارسی بھی موجود ہے۔ جس کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بدا اں اسعدک اللہ تعالیٰ فی الدارین کہ کلماتِ لغت عرب بر سہ قسم است۔ اسم است، فعل و حرف است، اسم چوں رجل و فرس و فعل چوں ضرب د حرج و حرف چوں من والی۔"[295]

17۔ نسب نامہ:

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ جس میں حضرت شیخ نے اپنے سلسلہ نسب کا ذکر فرمایا۔ اس کے قلمی نسخے پر تاریخ تحریر جمادی الاول 1340ھ مطابق جولائی 1904ء رقم ہے۔ اس کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب اکتیس واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تک پہنچتا ہے۔[296]

18۔ رسالہ حکمت:

مختلف بیماریوں کے اسباب اور ان کے علاج کے حوالے سے حکمت کے موضوع پر یہ رسالہ بزبان فارسی موجود ہے۔ ابتدائی صفحات نہ ہونے کی وجہ سے اس کا درست نام معلوم نہ ہو سکا۔ یہ رسالہ کم و بیش 90 صفحات پر مشتمل ہے۔[297]

19۔ الحق المبین:

یہ مختصر رسالہ شیخ حسین علی واں بھچروی کے رسالہ اباحتِ انتفاع مرتہن

لمرہون کے رد میں لکھا گیا۔ اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ یہ مختصر رسالہ فقہ البیع سے متعلق ہے۔ [298]

20۔ رسالہ میلاد:

میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر ایک مختصر مگر دلائل سے بھرپور تحریر ہے۔ راقم الحروف کی تدوین و تحقیق سے مجموعہ حفاظت الایمان میں یہ رسالہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ [299]

21۔ مسئلہ قنوت نازلہ:

سید گانگوی نے یہ مختصر رسالہ، مولانا مشتاق احمد خانیوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔

آغاز:

ان لم تکن تعلم فالبلیۃ اھون

وان تکن تعلم فالمصیبۃ اعظم

جاننا چاہیے کہ قنوت متعارف عند الفقہاء تین ہیں، اول قنوت الوتر، یہ قنوت حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک وتر کی تیسری رکعت میں قبل از رکوع بعد رفع یدین تمام سال میں پڑھنا واجب ہے۔

انجام:

"بلکہ صحیح جواب یہ ہے چونکہ سوال میں مطلق قنوت الفجر کا ذکر ہے، مسلمانوں پر تکلیف ہونے کا کوئی ذکر نہیں، لہٰذا یہ قنوت بموجب مذہب حنفیہ بالکل ناجائز اور ممنوع ہے، اگر امام حنفی المذہب ہے تو ہر گز نہ پڑھے، اور اگر شافعی یا مالکی ہے تو حنفی مسلمانان اس کا اتباع ہر گز نہ کریں اور اگر لا مذہب ہے تو اوسکو امامت سے ہٹادیں۔" [300]

22۔ ہم رکاب موج ضیاء:

سید احمد الدین گانگوی نے مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کے بارے میں اپنی معلومات اور ذاتی مشاہدات بھی قلم بند کئے ہیں اور سفر و حضر کے ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے جن میں آپ خواجہ صاحب کے ہمراہ رہے۔

یہ ایک ضخیم کتاب تھی اس کا اکثر حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ دست بردِ زمانہ سے بچ جانے والے سولہ صفحات راقم الحروف کی لائبریری میں موجود ہیں۔ صفحات 41 سے 56 کے مطالعہ سے خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی مجاہدانہ زندگی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

23۔ السیوف القہار علی انوف الاشرار:

یہ کتاب دیمک کی نظر ہو چکی ہے، اس کا صرف سرورق موجود ہے۔[301]

دیگر مختصر رسائل حسب ذیل ہیں۔

24۔ رسالہ طلقات ثلثہ[302]

25۔ فیصلہ نامہ شرعیہ[303]

مذکورہ دونوں رسائل فقہ الطلاق سے متعلق ہیں۔

26۔ العقائد[304]

27۔ احسن الاسلوب فی جواب المکتوب[305]

28۔ تفسیر وما اھل بہ لغیر اللہ[306]

29۔ ندائے غائبانہ [307]

30۔ تکفیر المسلمین کے قوائد فقیہ [308]

31۔ شمس الاسلام بھیرہ کے سوالات اور ان کے جوابات [309]

32۔ ابرام العہود فی تذکیہ الشہود [310]

33۔ زیارت قبور کے آداب [311]

34۔ حیاۃ النبی ﷺ [312]

35۔ مسئلہ حاضر و ناظر [313]

مندرجہ ذیل کتابوں پر مختصر حواشی، تعلیقات، فوائد تفسیر لکھے اور قوائد فقہ کا انتخاب کیا:

36۔ تفسیر صادی

37۔ الاشباہ والنظائر

38۔ حاشیہ البحر الرائق

چند قلمی مکتوبات

☆ سید احمد الدین گانگوی بنام پیر سید عبد الرزاق شاہ

787

باسم سبحانہ بعالی خدمت والا درجت حضرت برادرم پیر عبد الرزاق شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون ودعوات باجابت مقرون ماہو المرام انکہ یہاں بفضلہ تعالیٰ ہر طرح خیریت ہے۔ جناب کی عافیت بارگاہ الٰہی سے مطلوب، عزیز شیر محمد کو بفضلہ تعالیٰ خیریت ہے الحمد اللہ علی ذلک اور عزیز غلام فرید کو بھی بفضلہ تعالیٰ آرام رونما ہے۔ عرصہ دوماہ سے ابھی چھٹی پر ہے۔ دعا فرماویں (فرمائیں) کہ خدا تعالیٰ عافیت کل عنایت فرماوے (فرمائے) آمین آمین۔ اور مجھ پر سردی کے موسم میں زکام و بخار نے دو تین دفعہ حملے کئے ہیں مگر بفضلہ تعالیٰ اب آرام ہے آیندہ اللہ حافظ۔

التماس ہے کہ اپنی خیریت سے اطلاع بخشیں اور سنی جو گذشتہ سال کی تھی یا جو اس سال ہو گی اس سب کو مزارعان کے حوالہ کریں کہ ورہیان بنا کر کسی معتبر کے ذریعہ ارسال فرماویں (فرمادیں) اس کی بہت ضرورت ہے۔ اور بھوسہ جس طرح سے بھی ہو سکے اس کو ضرور فروخت فرمائیں کیونکہ رہا ہوا خراب ہو جاتا ہے اور تمام اجناس فروخت کر کے معاملہ وغیرہ اخراجات کو منہا کر کے سب حساب مکمل و مفصل ارسال

فرما کر مشکور فرمائیں اور میاں دوست محمد قریشی یہاں سے چک بہادر خان والے میں گیاہوا ہے اگر جملہ حساب اوسکے (اس کے) ہمدستی ارسال فرماسکیں تو قرین صلاح ہے۔

آیندہ اختیار ہے اور یہ بھی اطلاع بخشئیں کہ صرف گڑ نکالا گیاہے یا کہ کچھ کھانڈ (چینی) بھی نکلی تھی۔ اور فصل گندم وغیرہ کے حالات سے اطلاع بخشئیں کہ کیسی ہے۔ اور گڑ اور کپاس کس قدر آیاہے۔ آج میراسی (میراثی) کا خط آیاہے کہ ایک ہفتہ تک آجاوے گا (آجائے گا)

اگر حساب مکمل ہو گیا تو اوسکے (اس کے) ہمدستی ارسال فرمادیں تو عین عنایت ہو گی۔ فقط والسلام عزیز غلام محی الدین شاہ صاحب واحمد شاہ صاحب کی خدمت میں سلام ودعا از عزیزان میاں شیر محمد ولد غلام فخر الدین وغلام فرید وبرادران تسلیمات (314)

☆ سید احمد الدین گانگوی بنام خواجہ قمر الدین سیالوی:

از غلامِ قدیم میانوالی بمورخہ ۱۴ ذی قعد بروز خمیس (315)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونشکرہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم

تو از مکارم اخلاق عالم دگری

وفاء عہد من از خاطرت بدر نرونہ

(عرضی نیاز)

قبلہ عالم حضور غریب نواز دامت سحاب فیوضاتکم ماطراً علی روسنا ابداً

دست بستہ آداب تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ عزیز شیر محمد تاحال بدستور علیل ہونے کے علاوہ اوس (اس) کا چھوٹا بھائی غلام فرید الدین بھی عرصہ چار ماہ سے صاحب فراش ہے ازینوجہ نہایت پریشانی گلوگیر ہے۔ براہ بندہ نوازی دونوں غلام زادگان کے حق میں خاص توجہ دعا فرماویں (فرمائیں) کہ شافی مطلق شفاء عاجلہ عنایت فرماوے (فرمائے)۔ آمین ثم وثم آمین۔

ثانیاً معروض انکہ حضور غریب نواز کی خواہش تھی کہ میانوالی میں زیر سرپرستی حضور کے ایک عام جلسہ منعقد کیا جاوے (جائے) جس کا اہتمام ملک مظفر صاحب[316] کے ذمہ لگایا گیا۔ مگر اوس (اس) وقت قرب ایام رمضان شریف اور کثرت مصروفیات کے ارشاد عالی کی تعمیل نہ ہو سکی۔

عالیجاہ! میں تو بوڑھا اور بیکار ہو چکا ہوں۔ لیکن حضور کے غلام زادہ غلام فخر الدین نے ارشاد عالی کی تعمیل کے لئے کمر ہمت باندھ لی ہے۔ بیٹھے ہوئے ملک صاحب مذکور کو کھڑا کر کے اس مہم کے سرانجام کرنے پر تیار ہو چکا ہے۔ صرف حضور غریب نواز کے توجہ اور امداد کی ضرورت ہے۔

تو میرا دل دہ و دلیری بیں
روبہء خویش خواں وشبیری بیں

اب معروضات ذیلہ قابل غور ہیں۔

(1) اشتہار کا مسودہ تحریر فرما کر حامل نیاز نامہ کے ہمدستی ارسال فرمایا جاوے (جائے) تاکہ شائع کیا جاوے گا (جائے گا)۔

(2) خود حضور غریب نواز تشریف شریف لاکر جلسے کو رونق بخشنے کا مصمم وعدہ فرماویں (فرمائیں)۔

به تشریف قدوم خود زمانے
مشرف کن خراب آباد مارا

(3) تاریخ انعقاد جلسہ حضور ہی کے رائے حال پر منحصر ہے۔ حسب صواب دید جو تاریخ مقرر فرماویں (فرمائیں) وہی اشتہار میں لکھی جائے گی۔ البتہ اس قدر عرض کیا جاتا ہے کہ اب گرمیوں کا بھی زور ہے اور جلسہ کے لئے تیاری کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے فلہذا اگر ان امور کو مد نظر رکھا جائے تو آواخر ماہ ذوالحجہ نہایت موزون (موزوں) معلوم ہوتا ہے۔ آیندہ اختیار بدست مختیار یا اوائل ماہ محرم

(4) علماء کرام قابل خاص دعوت حسب ذیل ہیں

☆ مولانا شاہ احمد سعید صاحب ملتانی ☆ مولانا مفتی احمد یار خان صاحب گجرات پنجاب ☆ مولانا محمد مسلم صاحب بی اے، لاہور

☆ مولانا ابو الحسنات صاحب صدر جمعیت العلماء پاکستان لاہور ☆ مولانا ابو البرکات صاحب لاہور

عالی جاہ چونکہ وہابیوں اور احراریوں نے یہاں متعدد جلسے کر کے یہاں کی ہوا مکدر کر دی ہے۔ لہذا مذہبی اور سیاسی دونوں قسموں کے علماء کا ہونا ضروری نظر آتا ہے۔ آیندہ حضور مالک و مختار ہیں۔

(5) کپتان پولیس کی طرف حکم نامہ تحریر فرما کر ہمدستی حامل عریضہ کے ارسال فرمایا جاوے (جائے)۔ تاکہ اس میں تعاون کرے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی بدخواہ کے کہنے سے

جلسہ روک دے اور ہمارا کیا کرایا سب ضائع ہو جاوے۔

(6) ملک مظفر صاحب کی طرف بھی ارشاد نامہ دوبارہ صادر فرمایا جاوے (جائے) کہ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے اور عزیز غلام فخر الدین جو نو آموز ہے اس سے مکمل تعاون کرے۔ علماء کرام مذکورین میں سے انتخاب یا ان کے بجائے کسی دوسرے عالم کا تقرر حضور ہی کے اختیار میں ہے۔ جو ہی خیال مبارک میں آوے (آئے) اسی طرح کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ غرض یہ جلسہ حضور ہی زیر سرپرستی ہے اور حضور ہی اس کے تمام کاروبار کے خود مختار ہوں گے اور تمام جلسات میں جو انشاء اللہ تعالیٰ سہ روزہ منعقد ہوا کریں گے حضور ہی کی صدارت ہوا کرے گی۔

واجباً عرض ہے آیندہ اختیار بدست مختار

بخدمت اقدس حضرات پیرزادگان دست بستہ نیاز و تسلیمات معروض

بخدمت جملہ حاشیہ نشیناں بارگاہ عالیہ تسلیمات

عرضے مسکین غلام قدیم احمد الدین عفاعنہ از میانوالی بقلم خود (317)

☆ مکتوب میاں اصغر علی بنام سید گانگوی

بگرامی صد جناب مولوی صاحب سلمکم ربکم

آپ کی جماعت کے رسائل مشتہرہ (تحقیق لاریب وغیرہ) مین (میں) ہمارے حضرات کی طرف منسوب کیا گیا کہ یہ لوگ رسول خدا ﷺ کے علم کلی وجزی ہر قسم کے منکر ہیں اور آن حضور فداابی وامی کو بے علم کہتے ہیں جو ہمارے حضرات کے متعلق غلط پروپیگنڈا اور بے حقیقت الزام ہے۔ اور اپنا عقیدہ یون (یوں) ظاہر کیا گیا ہے کہ

آنجناب ہر وقت حاضر اور عالم الغیب ہین (ہیں) وغیرہ وغیرھا، جس کی وجہ سے ہر دو جماعتوں میں جن کو حنفی اہل سنت ہونے کا دعویٰ ہے ایک نزاع قائم ہو گیا۔ چونکہ آپ کی ایسے رسائل پر تصدیق موجود ہے اور سنا ہے کہ کل جمعہ کے وعظ میں آپ نے ایسے دعاوی کے اثبات کی آمادگی بھی ظاہر فرمائی ہیں، لہٰذا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ تحقیق لاریب میں جو اس قسم کے مسائل ہیں ان کے تصفیہ کے لئے ایک مجلس عامہ میں تبادلہ خیالات ہو جائے کہ عام اہل اسلام کی تشویش رفع ہو براہ کرم ہماری اس درخواست کے جواب باصواب سے ممنون فرمادیں۔

مکرر عرض ہے کہ آج ہی آپ ایک مجلس عامہ میں ان مسائل کے اثبات کے لئے آمادہ ہون (ہوں) تو ہم حاضر اور اگر کوئی تاریخ مقرر کرنا ہو تو بھی مطلع فرمادیں۔

میاں اصغر علی[318]

30-08-30

☆ مکتوب میاں فلک شیر بنام سید گانگوی

بگرامی صد جناب مولوی صاحب سلمکم ربکم

آپ کی جماعت کے رسائل مشتہرہ (تحقیق لاریب وغیرہ) مین (میں) ہمارے حضرات کی طرف منسوب کیا گیا کہ یہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی وجزی ہر قسم کے منکر ہیں اور آن حضور فدا ابی وامی کو بے علم کہتے ہیں جو ہمارے حضرات کے متعلق غلط پروپیگنڈا اور بے حقیقت الزام ہے۔ اور اپنا عقیدہ یون (یوں) ظاہر کیا گیا ہے کہ آنجناب ہر وقت حاضر اور عالم الغیب ہین (ہیں) وغیرہ وغیرھا، جس کی وجہ سے ہر دو

جماعتوں میں جن کو حنفی اہل سنت ہونے کا دعویٰ ہے ایک نزاع قائم ہوگیا۔ چونکہ آپ کی ایسے رسائل پر تصدیق موجود ہے اور سنا ہے کہ کل جمعہ کے وعظ میں آپ نے ایسے دعاوی کے اثبات کی آمادگی بھی ظاہر فرمائی ہیں، لہٰذا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ تحقیق لاریب میں جو اس قسم کے مسائل ہیں ان کے تصفیہ کے لئے ایک مجلس عامہ میں تبادلہ خیالات ہو جائے کہ عام اہل اسلام کی تشویش رفع ہو براہ کرم ہمارے اس درخواست کے جواب باصواب سے ممنون فرمادیں۔ (319)

فقط فلک شیر بقلم خود

30-08-30

☆ مکتوب سید گانگوی بنام میاں فلک شیر و میاں اصغر علی

جناب میاں صاحب میاں فلک شیر و میاں اصغر علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ ہر دو صاحبان کے رقعے پہنچے ان کا مضمون واحد ہے۔ چونکہ آپ صاحبان علم دین نہیں رکھتے۔ اس لئے قابل مناظرہ ومباحثہ نہیں۔ البتہ آپ کے ہادی میاں حسین علی صاحب سکنہ واں بھچراں اگر اپنے دستخطی دعوت مناظرہ دیویں (دیں) تو دعوت منظور آنے کو ہر وقت تیار ہیں۔ کیوں کہ جس قدر فتنہ وفساد عقائد میں پڑا ہوا ہے وہ انہی کی طرف سے ہے۔ گو قبل ازیں کئی بار میاں حسین علی صاحب بحث کر کے ناکام ہو چکے ہیں۔ تاہم ان کا دعوت نامہ پوہنچیگا (پہنچے گا) ہم اسی وقت لبیک کہنے کو تیار ہیں۔ البتہ مناظرہ کے ہر قسم کے انتظام کے ذمہ دار آپ صاحبان ہوں گے۔ دیگر شرائط بعد میں طے کئے جائیں گے۔ (320)

احمد الدین گانگوی

30-08-30

☆ مکتوب مولانا فضلِ کریم بندیالوی بنامِ مولانا احمد الدین گانگوی (321)

بخدمت جناب مولوی احمد الدین صاحب

احقر فضل کریم بعد اسلام علیکم و رحمتہ اللہ عارض ہے کہ فقیر اور مولوی شمس الدین صاحب یہاں اتفاقاً آج موجود ہو گئے۔ لہذا عرض ہے کہ تقریری مناظرہ کے لئے کل صبح ۹ بجے عید گاہ میں جلسہ منعقد کیا گیا ہے۔ اور شرط مناظرہ یہ ہے کہ فریقین کو بغیر نصوص قرآنیہ کے استدلال مسموع نہ ہو گا۔ آپ صاحبان کو چاہیے کہ وقت موعود پر عید گاہ تشریف لائیں۔ جو فریق حاضر نہ ہو گا جھوٹا تصور ہو گا۔

عبدہ فضل کریم

☆ مولانا احمد الدین گانگوی کا جواب (322)

۷۸۶

بخدمت مولوی فضل کریم صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ

1۔ کل شام آپ کا قلمی رقعہ پہنچا۔ آپ نصوص قرآنیہ کے علاوہ باقی تین دلائل شرعیہ (یعنی حدیث شریف اجماع امت و قیاس مجتہد) کے مسموع کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اس تحریر کا جواب خداوند تعالیٰ کی کلام پاک میں موجود ہے۔ اور وہ فیصلہ قطعی ہے۔
قال اللہ تبارك و تعالیٰفَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِيْ أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيماً (323) ایضاً وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ

مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (324)

2۔ مناظرہ کے متعلق میری سابقہ تحریر یہ تھی کہ: مد مقابل مولوی حسین علی صاحب (صاحب بلغۃ الحیران) اپنی دستخطی دعوت نامہ بھیجیں اور شرائط کا تصفیہ قبل از مناظرہ ہو اور انتظام امن عامہ کی ذمہ داری اپنے ذمہ لیں تو ہم ہر وقت لبیک کرنے کو تیار ہیں۔ کیونکہ بانیء فتنہ و فساد وہی واقع ہوئے ہیں۔ مگر وہ گریز کر رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے میرے شاگرد کافی ہوں گے اس حالت میں جبکہ آپ سچ کے متلاشی ہوتے۔

3۔ اب بھی اگر آپ اپنے عقیدہ سے تائب ہو کر تمام ادلہ شرعیہ کے قائل ہو جائیں تو آپ کے ساتھ مناظرہ کے لئے میرے شاگردان تیار ہیں۔

4 ستمبر 1930

مسکین احمد الدین بقلم خود

☆ مکتوب مولانا فضلِ کریم بندیالوی بنامِ مولانا احمد الدین گانگوی

بخدمت مولوی احمد الدین صاحب (گانگوی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مہربانی فرما کر بروقت موعودہ عید گاہ پہنچیں کہ جناب کی انتظار کی جارہی ہے۔ تشریف لاویں

احقر، فضل کریم (بندیالوی)[325]

☆ بنام قاضی محمد عبد الحق

مہربان من

جناب قاضی محمد عبد الحق صاحب دام مجدہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف

آپ کے موضع میں عزیز شیر محمد بغرض پرتال رجسٹرات کے حاضر ہوا تھا مگر آپ کی غیر حاضری کی وجہ سے آپکا رجسٹر نکاح خوانی پرتال سے رہ گیاہے چونکہ اوس (اس) رجسٹر کی پرتال ضروری ہے لہٰذا مکلف ہوں کہ براہ مہربانی کل اوس (اس) رجسٹر کو اپنے ہمراہ دفتر میں لاکر ممنون فرماویں۔ تاکہ کل ہم کوئی آدمی یہاں سے بھیجیں گے جو دفتر سے رجسٹر یہاں لاوے گا (لائے گا)۔ بعد پرتال واپس ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور فیس بھی ہمراہ لانی ہوگی۔ کیونکہ پرسوں انشاء اللہ تعالیٰ فیس بمعہ روزنامچہ داخل کرایا جاوے گا (جائے گا)۔ نہایت تاکید ہے۔[326]

فقط والسلام۔ دعاگو مسکین احمد الدین 03-12-1934

☆ مکتوب قاضی محمد عبد الحق

مکرم و معظم بندہ جناب مولوی صاحب

السلام علیکم! عزیز نور محمد کو رجسٹر نکاح خوانی بمعہ مبلغ -/5 روپے فیس دے کر ارسال خدمت بحضور انور ہے باقی مبلغ -3/7 میرے ذمہ ہیں ماہ نومبر 34ء کی تنخواہ ابھی نہیں ملی ہے کل پرسوں ملنے پر بقایا فیس حاضر خدمت ہوگی۔ معاف فرماویں

(فرمائیں)۔ کتاب ختم ہو چکی ہے درخواست ہمراہ رجسٹر بھیج کر عرض بحضور انور ہے۔ رجسٹر نکاح خوانی کی بعد پر تال تصدیق فرمادیں۔ نیز درخواست کی بھی تصدیق فرمادیں۔ کم ترین خود حاضر خدمت ہو گا۔ معاف فرمادیں۔ [327]

العارض بندہ محمد عبدالحق بقلم خود 05-12-1934

☆ مکتوب صاحبزادہ غلام فخر الدین سیالوی بنام سید گانگوی

مکرمی مولانا احمد الدین صاحب گانگوی میانوالی خاص

29-12-1944

محترم و مکرم جناب مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! دارالعلوم سیال شریف کی تعلیمی کمیٹی کا ایک اہم جلسہ مورخہ 12 محرم الحرام کو بمقام سیال شریف منعقد ہونا قرار پایا ہے اس میں آپ کی شرکت نہایت ضروری ہے۔

ایجنڈا:

(1) دارالعلوم کی تعمیری ضرورت اور اس کا محل وقوع (2) دارالعلوم کا کتب خانہ اور دیگر سامان متعلقہ کی حفاظت (3) فراہمی سرمایہ کے ذرائع پر غور و خوض (4) باقی امور باجازت صدر جلسہ [328]

صاحبزادہ غلام فخر الدین ناظم مدرسہ سیال شریف

☆ مکتوب علی محمد بلوخیلوی بنام سید احمد الدین گانگوی

786

بخدمت جناب استاذیم صاحب

بعد دریافت خیر الایام کے معروض آنکہ شامی کتاب الشہادت وجوہرہ نیرہ حامل رقعہ کو عنایت فرمادیں۔ بندہ کل حاضر خدمت کردیگا۔[329]

نیاز مند

علی محمد بلوخیلوی عفی عنہ

☆ مکتوب مولانا احمد الدین گانگوی

787

باسم عزاسمہ

بعالی خدمت جناب مولانا المکرم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

المرام آنکہ آج بوقت بارہ بجے دن کے جناب کا ارسال کردہ استفتا بمعہ فتویٰ مولوی فیض اللہ میرے پاس پہونچا (پہنچا) چونکہ وہ وقت میرے آرام کا تھا مکمل تحقیق نہو سکی لہٰذا اب مکمل تحقیق کے بعد لکھا جاتا ہے کہ چاند دیکھنے والے اگر بیرون از شہر چاند دیکھنا بیان کریں یا شہر ہی میں کسی بلند مکان پر کھڑا ہو کر دیکھنا ظاہر کریں تو اس میں جمع غفیر کی حسب تصریح فقہاء ضروری نہیں۔ بلکہ صرف ایک یا دو کسی کی گواہی بھی منظور

ہو گی اور اگر ایسا نہیں تو جمع غفیر کا ہونا ضروری۔ آپ کے اطمینان کے لئے رسالہ جامع القوال کا رویت الہلال جس پر تمام علماء ہند و سیال کے فتاویٰ ہیں ارسال خدمت ہیں۔ اس کو دیکھ کر تسلی کر سکتے ہیں خصوصاً ص9،10، 11 پر اس کی خوب تشریح ہے۔ لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ اس رسالہ کے صفحات کو چھاپہ خانہ والوں نے خلط ملط کر دیا ہے۔ لہذا کام کے نہیں۔[330]

☆ مکتوب مولانا احمد الدین گانگوی بنام مولوی احمد الدین کیلوی

خط بجانب مولوی احمد الدین صاحب کیلوی[331]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

من المسکین احمد الدین ثبتہ اللہ تعالیٰ فی مقام الصدق والیقین الی مولانا المکرم المعظم المحترم اخی الاعزفی الدین المولوی احمد الدین اوصلہ اللہ تعالیٰ الیٰ اعلیٰ مراتب الدنیا والدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعدفیا اخی قدوصل الی مکتوبك الذی ارسلۃ الی مولانا محمدا کبرعلی، فیہ الخطاب والعتاب علی تنبیھی ایاك بمسا محات فصل الخصومات التی تصور عنك کثیرا۔ والا غلوطات التی تجرء علیھا وفیرا۔ غضبت من بطشی ولم تخف من بطش شدید البطش،اطلت لسان الغضب الی والطلقت عنان الغیظ علی۔ اھذہ عادۃ السادات۔ کلا واللہ ان عادات السادات سادات العادات۔ اھذہ طریقۃ ارباب النجابات۔ کلا واللہ ان ھذہ الطریقہ

منبع المزخرفات۔ اھذا منھاج ذوی الھدایۃ والاھتداء، کلا واللہ ان ھذا المنھاج اصحاب السعایۃ والارتشاء، اما علمت ان الاطلاع علی العیوب مفید لاصحاب العیوب۔ لیتنبھوا علیہ ویزیلو ا عن انفسھم العیوب۔ اما عرفت ان تعقب المصلح الناصح اذا کان صحیحاً لایستحق ھو بہ العقاب۔ ولایستوجب العتاب۔ بل یجب ادا شکرہ فمن لم یشکر الناس لم یشکر نعمۃ ربہ وازالۃ مابہ التعقب۔ واصللع مابہ تُعقب والغیظ علیہ اول دلیل علی البغضۃ والحقد۔ والمحاسدۃ والکد۔ والتبختر والتفخر۔ وابتجر والتکبر۔ فرحم اللہ من اذا نبیہ علی المسامحۃ شکر منبہ وازال مغالطاتہ وحفظ الخلیقۃ من سیئاتہ۔ وعد تعقب من رتعقب من حسناتہ۔ وویل ثم ویل لمن تجبر وطغی وتفخر وغوی وغضب من اصلاح مصلحیہ و کرب من تبیان مساحات مالدیہ۔

وما احسن قول عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاغیر فیھم ان لم یقولو النا ولا خیر فینا ان لم تقبل اخرجہ ابو یوسف فی کتاب الخراج۔

واحسرتاہ حسبتنی بذلک عدواً بینا۔ کلا واللہ انی کنت لک ناصحاً امیناً۔ ھل تنقم منی الا ان اخرجتک من قعر النکال واوصلتک الی ذروۃ الکمال۔

امتثلت فیہ بامر الامیر الکبیر علیہ وعلیٰ آلہ افضل صلوات العلیم الخبیر انصر اخاک ظالماً اومظلوماً فقال رجل یارسول اللہ انصرہ مظلوماً فکیف انصرہ ظالماً فقال تمنعہ من الظلم فذلک نصرک ایاہ بخاری ومسلم[332]

ولعمر ابیک ان المراۃ اذا زوجت بغیر زوجھا فقد وضعت فی غیر محلھا وھذا ھوا الظلم وشناعۃ الظلم غنیۃ عن البیان فعیت فی ابطلالہ وبرات ذمتک عن وبالہ۔

وعلمت بقول عز من قائل علیه الصلوٰۃ والسلام الدین النصیحۃ ثلاثاً قلنا لمن قال للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتهم مسلم [333] فیا اخی قد نصحت لك ولكن لا تحبون الناصحین واقتفیت بارشاد المرشد الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم ان احد کم مراۃ اخیہ فان رای بہ اذی فلیمط عنہ۔ وفیما صنعۃ اباطۃ اذاك وازالہ زراك۔ الان انبهك بقول باب مدینۃ العلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غرك غرك ذلك ذلك فاخش فاخش فعلك فعلك تهدا بهذا والسلام فلنشرع بجواب المکتوب بالاختصار لیست شعری کیف کتبت فی مکتوبك (کیفما فعلتم فی رستاق جهانوالہ منفردین من غیر محضر هذا الراقم الاثم) مع انك قائل بجواز القضاء علی الغائب کما عملت بہ فی هذہ المعاملۃ بل فی اکثر النوائب۔ افتلو منی علی امر ابدعۃ وشرع شرعۃ وحکم افتیت ومعهذا انك دعیت هناك حین اجتمع العلماء لتردید فتواك لكنك اعرضت وتولیت وابیت ماحضرت وما اتیت فلا تاس علی ما جنیت ولا تلو من الا نفسك۔

ثم کتبت (والا فحورقۃ العلوم المنقولۃ بفضلہ عندنا ومقلاع الفنون المعقولۃ ومقالید هالدنیا) الی آخر ما کتبت من الافتخارات واخرجت من بطنك البخارات۔ قد اشتهر بین الانام من الخواص والعوام ان لکیلو یین لغات مخصوصۃ بهم یتکلمون بها فیما بینهم ولا یفهمها غیر هم لعل اکثر الفاظ هذا المکتوب منها۔ فلهذا الوجہ کتبت فی مکتوبك (انی علی یقین بانك لا تقدر علی فهم ما کتبت الیك آہ) ظنا منك بانی لم اعرف بلغاتکم وحسن عاداتکم۔ لیکن وهمك هذا فاسد لانی مارسکیم مدۃ یسیرۃ فی اوائل عمری فانی اعرف بحالکم وکید کم وحبالکم۔

فمن عاداتك القدیمۃ المتعارفۃ انك ترهب الناس وترعبهم باطوار شتے۔

تارة بذکر اسماء الکتب الکثیرة فی مسئلة حتی یقع الرعب المخاطب فینتهی عن مخالفتك وتارة بکون الکتب الکثیرة موجودة فی حانوتك وتارة بکتا بته مکتوب بلغات غریبة کیلویة وغیر ھا وتارة بتشھیر تصنیف کتاب فی مسئلة متنازعة الذی کتب بقلم دقیق علی اربعة عشر اوراق بالھندسة الانگریزیه لیقع الرعب فی قلوب المتخاصمین فینتھو عن المخاصمة ویسلمو اتسلیما

فاقول وبالله احول وبه اصول بالفارسیة

بهر انگی که خواهی جامه می پوش

من انداز قدت را می شناسم

لو کان کثرة الکتب موجبة للاھتداء لکان گلاب سنگه اشد الناس ابتداءً لانه مامن کتاب من کتب العلوم والفنون الاوعنده نسخ متعددة منه و کذا لو کان مھارة العربیة باعثة للصداقة لکان المسیلمة الکذاب اصدق الناس جمیعاً لکونه ماھر افصیحاً فی العرب و کذلك تصنیف کتاب کبیر لا یستلزم ولا یدل عن حقیقة المصنف فضلاً عن فضله۔[334]

وانی اعظك یا اخی ان تقدر علی ترك ھذہ العادة المدنیة فاترکه لان الناس یستھزؤن ویضحکون فی عقبك علی ھذا ثم کتبت ایھا الاخ الاعز ما کتبت وما کان ینبغی لك ان تکتب ما کتبت (وھل انتم ایھا المخاطبون الا القلغون ولا ملاذ ولا ماوی) الی اخر ما کتبت عفاك الله ھل سمعت من عالم یقول مثل ذلك۔ اوسلك احد من اھل العلم ھذہ المسالك۔

کلا والله لایرك فی ھذہ المبارك الاالموصوف بالولوح فی المعالك۔ولایتکلم بمثل ھذہ المزخرفات الاانھالك۔ السا لك بغیر

بصيرة فى الليل الحالك كبرت كلمة خرجت من فيك وعظمت جملة برزت من يتك. مالك تبتجر فى العلوم وتبختر فى الفهوم مبلغ علمك ليس كما ترى ومنتهى مقالك فما لا يخفى. ثم كتبت (انا لاندع اياكم ومعديكم ومعاوينكم الى ان كتبت لاجرم ان بنا حثكم فى دين الله الخ

اقول الان وقد ابيت من قبل و كنت من القاعدين وفى قعر البيت من الناعسين حين ناداك العلماء فى ساحة المقابلة ودعوك دعوة عامة للبحث

والمناظرة فجنبت عن الحرب وقعدت فى الكرب. فلما رايت ان الحرب قد وضع اوزارها وانطفأ نارها وشرارها وثبت ان توقد نار الفتنة التى خمدت وتيقظ اعين الظلمة التى رقدت. يااسفايا حملك على هذا اوايش بعثك بكذا ان الله لا يصلح عمل المفسدين.

ثم كتبت يا اخى (لاندعكم سدى والانترككم مهمين) اقول فى الجواب نعوذ بالله من شروركم، ونجعله فى نحوركم[335]

جواب الهندية بالهندية

جناب کو یاد ہو گا کہ اس سے پہلے بھی آپ نے مجھے مناظرہ کا چیلنج دیا تھا جو کہ بصورت اشتہار مسمی بازاحتہ الانغلاق شائع کر کے ایک پرچہ اب کی طرح مولانا مولوی محمد اکبر علی صاحب کی طرف بھیجا اور مجھے محروم رکھا گیا جو بہت عرصہ کے بعد ملا۔ اس کے جواب یا تردید میں، میں نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ” ابرام العہود فی اکرام الشہود“ تھا۔ اب اس مسئلہ نکاح میں دوسرا اعلان مناظرہ بذریعہ مولوی محمد اکبر علی صاحب مجھے موصول ہوا۔ ان دونوں اعلانوں کا ایک ہی جواب ہے وہ یہ کہ دونوں

مسئلہ متنازعہ کی بابت جناب کی دستخطی تحریریں ہمارے پاس موجود ہیں یعنی ازاحۃ الانغلاق اور فیصلہ نامہ نکاح حجاماں جہان والہ اور ان دونوں تحریروں کی تردید جو اس عاجز نے کی ہے وہ بھی موجود ہیں اعنی ابرام العہود وتردید فیصلہ بس یہی مناظرہ تھا جو ہوچکا صرف تصفیہ کی ضرورت باقی ہے جس عالم متبحر متدین کو آپ منتخب کریں مجھے اطلاع بخشیں اگر مجھے پسند ہوا تو ہر چہار تحریر اونکی (ان کی) خدمت میں ارسال کردی جائے گی۔

جس کو وہ صحیح قرار دیں وہ صحیح اور جسکو غلط قرار دیں وہ غلط متصور ہو گی۔

بس یہی فیصلہ ہے اور یہی مناظرہ، باقی زبانی للھرچی نے کی ضرورت کیا ہے اگر اس طریق کو آپ پسند نہ کریں تو معلوم ہوا کہ آپ مناظرہ کرنا نہیں چاہتے بلکہ خالی دھمکیاں دیتے ہیں۔ آپ نے کھیل بنا رکھی ہے کوئی معاملہ ہوا تو مناظرہ مناظرہ پکارتے ہیں میں پوچھتا ہوں کہ عمر بھر میں کبھی کسی عالم کے ساتھ مناظرہ کرنے کا اتفاق بھی ہوا ہے یا کہ صرف مناظرہ کا نام سنکر مستی میں آجاتے ہیں۔ تقریری مناظرہ کا اب نشان بھی نہیں رہا بلکہ جو ہو رہے ہیں سب مجادلے یا مکابرے فریقین میں سے جس سے پوچھیئے یہی کہتے ہیں کہ ہم جِت (جیت) گئے اور خصم ہَر (ہار) گئے۔ آپ کو بھی شاید یہی سوجھی ہو کہ زبانی مناظرہ میں فیصلہ تو کبھی ہوا نہیں البتہ رام رولا مچنے میں بچت ہو گی۔

مگر یاد رکھیئے کہ اگر تقریری مناظرہ کرنا پڑا بھی تو جدید طریق پر ہرگز نہ ہو گا قدماء کے طریق پر ہو گا اور با قاعدہ وبشرائط مجوزہ علم مناظرہ کے ہو گا اور ثالث مقبولہ فریقین ہو گا الحاصل مناظرہ تقریری کا امکان بھی نظر نہیں آتا کیونکہ جو جو شرائط میں پیش کروں گا ان کو آپ منظور نہ کریں گے جو جو شرائط آپ پیش کریں گے وہ مجھے

ناپسند ہونگی علی ہذا القیاس ثالث کی تعیین تو اس کے بجائے جو مناظرہ تحریری قبل ازیں ہو چکا اوسی (اسی) پر اکتفاء کیوں نہ کیا جائے صرف تعیین ثالث کی ضرورت ہے سو اگر مولوی محمد اکبر علی جو کہ آپ کے دوست اور عالم متدین مسلم الکل ہیں اور آپ کی ان کے ساتھ خط و کتابت بھی ہے اگر ان کو اس تصفیہ کے لئے منتخب کریں تو مجھے کوئی انکار نہیں ہر چہار تحریرات ان کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی جو فیصلہ کریں وہی فیصلہ ہو گا اب اگر آپ اس طریق مناظرہ و فیصلہ کو ناپسند کریں اور جدید مناظرہ کرنے کی خواہش پیش کریں تو معلوم ہوا کہ آپ کو احقاق حق منظور نہیں بلکہ کھیل کو دیا دھمکی منظور ہے اگر کھیلنا ہے تو کسی دوسرے ہم پلہ کے ساتھ کھیلئے، میں آپ کے ساتھ کھیلنے کو دنے کے لئے ہرگز طیار (تیار) نہیں ہوں۔

نوٹ خوب یاد رہے کہ آپ کی وہی تحریر زیر بحث ہو گی جو پہلے آپ کی دستخطی ہماری پاس موجود ہے جس کا تعقب ہوا اس کے بجائے نہ کوئی نئی بات مسموع ہو گی اور نہ ہی جدید تحریر رہا مقدمہ کینالانوالہ فریقین یہاں آئے اور دوران بیان حالات کے انہوں نے آپ کا نام صرف اس طریقہ پر لیا کہ پہلے مولانا کیلوی صاحب کو اس فیصلہ کے لئے یہاں طلب کیا گیا اور وہ تین بار آئے بھی مگر مدعی ان کے فیصلہ کو نا منظور کرتا جس وجہ سے وہاں فیصلہ نہ ہوا، اب ہم دونوں تجھ کو حکم قرار دے کر اقرار نامہ لکھ دیتے ہیں ہمیں تیرا فیصلہ منظور ہے۔ ان میں سے کسی فریق نے یہ نہ کہا کہ ایک فریق مولانا کیلوی صاحب کو اور دوسرا تجھ کو حکم مقرر کرتے ہیں۔ جب ان کی تقریر سے معلوم کہ مدعا علیہا کے متولیان کا خاص خیال ہے کہ گو شرعاً مدعی کا نکاح ثابت بھی ہو جائے تو ہم بدون وصولی معاوضہ کے تبدیل پارچات ہرگز نہ کر دیں گے جیسے پہلے وہ

عورت بیٹھی ہے بعد میں بھی ویسی بیٹھی رہے گی۔

تو میں نے کہا کہ واپس جا کر مشورہ کرو کہ اگر شرعی فیصلہ کے اجراء کی کوئی رکاوٹ نہ کریں تو اس عورت کو بھی ہمراہ لانا اور تحکیم نامہ کے علاوہ فریقین اجراء فیصلہ کا حلفی عہد کریں بلکہ تحریر کر دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دونگا اور اجراء کا انکار کریں تو میں بے مطلب جھگڑے میں نہیں پڑتا۔ چنانچہ وہ چلے گئے اور پھر آکر اجراء فیصلہ کا انکار کر دیا تب میں نے ان کو واپس کر دیا یہ معاملہ ہے اس جھگڑے کا۔[336]

فقط والسلام وبہ تم المرام

☆ سید احمد الدین گانگوی بنام حاجی محمد مظفر علی[337]

787 باسمہ عزاسمہ

بعالی خدمت والا درجت جناب حضرت حاجی محمد مظفر علی صاحب دام الطافہ واعزازہ واقبالہ۔

از مسکین دعا گو احمد الدین بعد سلام مسنون ودعوات ترقی درجات ماہوا المرام انکہ جناب کی مہربانی وایثار و قربانی جو اس ناچیز پر صادر فرمائی ہے اس کے شکریہ سے زبان تقریر اور قلم تحریر (سے) قاصر ہے۔ مجھے وہ لفظ بھی نہیں ملتا جس سے شکریہ ادا کیا جائے۔ جناب نے ہم عاجزوں سے غم جان گداز کا پہاڑ ہٹایا ہے گویا آپ نے صحابہ کبارؓ کے عہد مقدس کا مجسم تازہ کر دکھایا ہے جزاکم خیرا۔

اس کے پاداش میں میری زبان کام کرنے سے عاجز ہے ہر وقت صبح وشام بلکہ اوقات خاصہ تہ دل سے سر بسجدہ ہو کر دست بدعا ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد

امجاد کو دنیا میں بصحت عافیت وعزت و وقار وبہ بخت واقبال بفرقت وسر دار تابقیامت خورشند وشاداب رکھے اور آخرت میں جنت الفردوس عطا فرمائے آمین آمین

اب معروض یہ ہے کہ اس خیال کو دل میں نہ لائیں کہ اپنا مطلب نکال کر ہم مطمئن ہو کر بیٹھ گئے ہیں کلاوحاشا بلکہ شب وروز اس بار گراں سے سبکدوش کے فکر میں بیتاب وسرگرداں ہیں۔ ایک دفعہ عزیز شیر محمد لائلپور (فیصل آباد) کے مربعہ سے ہو کر بوجہ اجناس نہ فروخت ہونے کے واپس لایا ہے اب دوبارہ تیار ہے کل پرسوں انشاء اللہ تعالیٰ پھر روانہ ہو جائے گا۔ آپ بزرگ اور بزرگوں کی اولاد اور نیک اعمال اور پیشوائے خلق ہیں۔ دعا فرمائیں کہ کارساز حقیقی جل شانہ بہت جلد ہمیں اتنی توفیق عنایت فرمادے کہ آپ کا حق یکمشت ادا کریں اور اس بار گراں سے اللہ تعالیٰ نجات بخشے۔

علاوہ ازیں ملک محمد خان بندیال کو یہاں بلایا گیا اس نے بندیال کے رقبہ میں ایک مربعہ نہری ہمارے ہمیں پیش کیا ہے ہم نے اس کو اس زمین کو فروخت کر کے رقم جس قدر ہو دینے کو کہا غرض وہ بھی اسی کام میں مصروف۔ آپ کی دعا کی ضرورت ہے۔ جب تک آپ کا حق پورا نہ کریں گے۔ چین وارام سے نہ بیٹھیں گے۔ (338)

☆ پیر غلام زین الدین مکھڈوی بنام مولانا احمد الدین گانگوی

ازترگ فقیر غلام زین الدین سلمہ ربہ (339)

بخدمت مخدومیم جناب مولانا احمد دین صاحب

السلام علیکم! معروض ہوں کہ تین استفتاء روانہ ہیں از راہ کرم ان کے جواب سے خود سند فرمادیں۔ اگر عشر والے مسئلے پر علماء کا اتفاق ہو جائے تو پھر میرے خیال

سے مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کو عرض کر کے ان سے اعلان کروایا جائے کہ اس سال لگان والی رقم عشر میں شمار ہو گی اور بقایا عشر انفرادی طور پر صحیح مصرفوں پر خرچ کرے نیز استفتاء نمبر دو جو اجارہ عام لوگ کرتے ہیں میرے خیال میں تو ناجائز ہے اس کا نعم البدل کوئی اچھا سوچا جائے کیونکہ مزدور طبقہ کو دستی معاوضہ کی ضرورت ہے۔ رقم یادانہ زمیندار دستی ہر گز نہ دے سکے گا جس کی وجہ سے مزدور بے چارا سخت تکلیف میں آجائے گا نیز عرض ہے کہ سنا ہے کہ مولوی شبیر احمد صاحب، غلام خان عین حسین علی کے مدرسہ کی تقویت کے لئے راولپنڈی تشریف لا رہے ہیں۔ یہ موقع تھا کہ اس موقع پر سجادہ نشین حضرات ہر جگہ مکمل کوشش فرما کر مرکزی جگہوں پر صحیح العقیدہ علماء رکھ کر مدارس کھولتے لیکن ان کی سستی سے یہ لوگ فائدہ اٹھا کر ہر جگہ دھڑا دھڑ مدرسے بنا رہے ہیں ملتان زبردست مدرسہ بن گیا ہے۔ اس طرح سرگودھا اور راولپنڈی غلام خان بنا رہا ہے اگرچہ مولوی خیر محمد بہت متشدد نہیں ہے لیکن غلام خان تو بڑا متشدد دیوبندی ہے۔ لہذا عرض ہے کہ آپ حضرت صاحب سیالوی کو توجہ دلاویں (دلائیں) کہ وہ مرکزی مدرسہ علاقہ سرگودھا میں قائم کریں اور نیز میانوالی میں آپ اپنی سرپرستی میں ایک زبردست مدرسہ قائم کریں نیز عرض ہے کہ اب جبکہ حکومت پاکستان نے اعلان حکومت الٰہیہ کا کر دیا ہے تو ضرورت ہے کہ لوگوں کی اصلاح اور درستگی اخلاق کے لئے جمعیت علماء کو پھر اس سر نو تنظیم کر کے مضبوط کیا جائے تا کہ وہ صحیح انداز سے تبلیغ شروع کریں۔

(آپ کوئی بڑا جلسہ کر کے مولوی شبیر احمد صاحب اور سجادہ نشین سیالوی کو بلا کر جلسہ کرا دیں۔) (صاحبزادہ مولانا فخر الدین صاحب کو السلام علیکم اور انہیں کہیں

کہ کتاب خرید کر روانہ فرمادیں۔)(جواب ہفتے تک ضرور ازراہ کرم بھیجیں، سخت انتظار ہے)[340]

☆ مولانا محمد اکبر علی چشتی بنام سید احمد دین گانگوی

786

بخدمت جناب حضرت مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

کافیہ کے دو نسخے موجود ہیں اور طلبا پڑھنے والے تین ہیں اگر کتب خانہ حضور والا میں کافیہ موجود ہو تو بدست حامل عریضہ عطا فرما کر مشکور فرمائیں۔

نیاز مند، محمد اکبر علی از جامع مسجد میانوالی[341]

23 محرم الحرام 1357ھ

☆ مولانا محمد اکبر علی چشتی بنام سید احمد دین گانگوی

786

حضرت مولانا و مخدومنا

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

محمد اکبر خان حامل عریضہ ہذہ کو "نور الانوار" کی ضرورت ہے۔ اگر درس میں موجود ہو اس کے حوالے فرمائیں اور انشاء اللہ بعد فراغت حاضر کرے گا۔[342]

محمد اکبر علی

14-6-39

☆ مولانا نور محمد ہاشمی بنام سید احمد الدین گانگوی

عزاسمہ 03-09-45

قبلہ۔ السلام علیکم۔ آداب۔ آپ محقق اور تجربہ کار علماء و فضلاء متبحرین سے ہیں موجودہ دور میں مسئلہ مذکورہ نہایت کثیر الوقوع ہے لہذا عرض ہے کہ براہ مہربانی اپنی تحقیق سے جلد سرفراز فرمادیں۔[343]

والسلام مع الاکرام

آپکا نیاز مند، نور محمد بقلم خود[344]

☆ پیر ارشد پناہوی قادری بنام سید غلام فخر الدین گانگوی

786/ 27-4-63

محترم المقام واجب الاحترام حضرت قبلہ علامہ مولانا غلام فخر الدین صاحب زیدہ مجدہ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ خیریت ہر دو طرف مطلوب ہے۔ عرض یہ ہے کہ میں اکثر باہر دورہ پر رہا، لاہور رہنے کا کم اتفاق ہوتا ہے سلسلہ طریقت زیادہ وسیع ہو جانے کی وجہ سے عدیم الفرصت ہو گیا ہوں۔

والد صاحبؒ کے روضہ شریف کے ارد گرد کے مکانات کچے تھے جو گر گئے ہیں ان کی تعمیر میں مصروف ہوں صرف جمعہ کو لاہور آتا ہوں۔ آج ایک خط سے جو ملک عبد الستار صاحب نے داؤد خیل سے لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے برادر حقیقی جو گر داور تھے دنیائے فانی سے رحلت کر گئے ہیں بہت ہی افسوس ہوا وہ تو بالکل ابھی نوجوان تھے اور انتہائی ملنسار، شریف، نیک طبع اور خلیق تھے اللہ تعالیٰ ان کو غریق

رحمت فرمائے اور آپ لوگوں کو صبر و جمیل سے نوازے۔
مجھے یہ خبر سن کر قلبی افسوس ہوا ہے موت تو بہر حال آنی ہے لیکن اس آغاز جوانی میں بے وقت موت کا آنا سخت پریشانی کا باعث ہوا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا سوائے صبر کے چارہ نہیں۔ آج فاتحہ شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا ہے حاضر ہو کر اظہار افسوس اور فاتحہ خوانی کی رسم ادا کرتا مگر انتہائی مصروفیت ہے۔اس عریضہ کو ہی حاضری میں شمار کریں فقط والسلام۔
والد صاحب قبلہ گانگوی مد ظلہ العالی کی خدمت میں سلام مسنون۔[345]

فقیر ارشد پناہوی القادری

41 حق نواز روڈ باغبان پورہ لاہور۔

☆ پیر عبد الرزاق شاہ بنام سید احمد الدین گانگوی

چک نمبر 564 46-4-22

بحضور جناب برادرم صاحب قبلہ

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ جناب کے مربع کی کپاس بہت اچھی ہو گئی ہے سابقہ تمام فروخت ہو چکا ہے بھوسہ فروخت کرنا ہے

جناب کی آمدنی سابقہ فصل وغیرہ کی آج تک کل میزان مبلغ تقریباً 690/- کے آس پاس ہے جس میں کل خرچ معاملہ وغیرہ آج تک کیا گیا ہے تقریباً 544/- کے آس پاس کیا گیا ہے بقایا غیر وصول تقریباً 179/- کے بقایا غیر وصول ہے تمام حساب اجیر روزنامچہ میں درج ہے اگر جناب کو روپیہ کی ضرورت ہے تو بقایا رقم جس

قدر وصول ہو سکی وصول کر کے آپ صاحب کی خدمت میں روانہ کی جائے گی۔

اس علاقہ میں سیم بہت ہوگئی ہے کاشت کے قابل بہت تھوڑی زمین باقی ہے۔ دعا فرمائیں کہ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے یہ بیماری ہٹا دیوے (دے) زیادہ خیریت ہے۔[346]

آپ اپنی خیریت سے اطلاع دیا کریں

عبدالرزاق

☆ مکتوب خواجہ محمد اکبر علی بنام سید احمد الدین گانگوی

786/787

المخدوم المطاع السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے کہ جناب عالیہ سہ روز سے تکلیف ہے اس لئے آج حاضری سے معذوری ہے بشرط تخفیف انشاء اللہ کل یکشنبہ یا دوشنبہ حاضر ہوں گا۔ فتویٰ کی نقل ارسال جناب عالیہ ہے مولوی عبدالعزیز نے متعدد فتاویٰ سے قبل اس کے چند فتاویٰ کی نقل شدہ صاحبزادہ مولوی زین الدین صاحب برائے مطالعہ لے گئے تھے مگر انہوں نے واپس نہیں کی ہے۔ مبادا جناب سے بھی کوئی برائے مطالعہ لے جائے اور پھر واپس نہ کرے خیال مبارک فرمائیں گے۔ نقل کرنی مشکل ہوتی ہے۔ 14 ربیع الاول 1360ھ[347]

رقیمہ نیازیہ محمد اکبر علی عفاعنہ

☆ خواجہ قمرالدین سیالوی بنام مولانا غلام فخرالدین گانگوی

ازسیال شریف باسمہ سبحانہ عم امتنانہ بتاریخ 15 رجب المرجب 1398ھ

787/792

مجی مخلصی جناب مولانا غلام فخرالدین صاحب گانگوی سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! حامل رقعہ ہذا محمد الیاس نہایت مخلص اور عقیدت مند ہیں الیکشن میں جناب کے فرمان کے مطابق انہوں نے عمل کیا ہے مخالف لوگ انہیں تنگ کرتے ہیں لہذا آپ ان کی ہر قسم کی اخلاقی امداد فرمائیں اور ان سے راضی رہیں۔ فقیر ممنون ہو گا۔[348]

والسلام فقط

فقیر محمد قمرالدین سجادہ نشین سیال شریف

☆ علامہ محمود احمد رضوی بنام خواجہ غلام فخرالدین گانگوی

دفتر مرکزی جمعیت العلماء پاکستان غربی

لال کوٹھی بیرون بھاٹی دروازہ لاہور فون نمبر 66959

حوالہ نمبر .... مورخہ 26 دسمبر

حضرت محترم مولانا قبلہ غلام فخرالدین صاحب

السلام علیکم! نوازش نامہ ملا۔ جن خیالات وجذبات کا جناب نے اظہار فرمایا ہے لائق صد تحسین وآفرین ہے آپ کے گوش گزار کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ضلع میانوالی کے لئے صرف آپ ہی ضلعی کنوینئر مقرر ہوئے ہیں آپ کے علاوہ اور کوئی صاحب

کنوینئر مقرر نہیں ہوئے اگر جناب مولانا اللہ بخش کا اسم گرامی آگیا ہے تو وہ تحصیل میانوالی کے لئے کنوینئر مقرر کئے گئے ہیں آپ اپنی سعی بھر کے مطابق جمعیت کا کام کرتے رہیں۔ قرطاس رکنیت کی کاپیاں چھپ رہی ہیں جونہی کاپیاں مرکز میں آجائیں گی، آپ کے حسب فرمان سب کو کاپیاں روانہ کی جائیں گی اور آپ کو بھی کاپی بھجوائی جائے گی۔ اس سے قبل بھی آپ کی تقرری کا فارم بھجوادیا گیا تھا۔ اب دوبارہ روانہ خدمت عالیہ ہے۔ اور اپنے نیک مشوروں سے جمعیت کو آگاہ فرمائیں پیکٹ ملنے پر جواب سے آگاہ فرماویں۔

نوٹ: جناب کے منتخب کردہ کنوینئروں کو تقرری کا اطلاع نامہ روانہ کردیا گیا ہے۔ (349)

والسلام

ناظم اعلیٰ محمود احمد رضوی

جمعیت العلمائے پاکستان غربی لاہور

☆ مکتوب مولانا غلام فخر الدین گانگوی

786/92 میانوالی شہر

محترم المقام والاشان حضرت قبلہ دامت برکاتکم

السلام علیکم۔ مزاج اقدس۔ قبل ازیں محرم الحرام میں بھی جلسہ میلاد کے متعلق عرض کیا تھا۔ جناب نے یہاں میانوالی تشریف لاکر طے کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ لیکن افسوس کہ کافی انتظار کے باوجود بھی زیارت سے محرومی رہی۔ اب عرض یہ ہے کہ یہاں اپنی مسجد میں حسب سابق میلاد شریف کی نورانی تقریب 12 ربیع الاول کی شب

کو جلسہ کا ارادہ ہے جناب کے بغیر دوسرے کسی صاحب کو دعوت نہیں دی گئی اور نہ دینے کا ارادہ ہے۔ لہٰذا براہ نوازش اس موقع پر تشریف لا کر اپنے مواعظ حسنہ سے ہمیں سرفراز فرمایا جائے، نہایت ہی ضروری ہے۔ اور ابھی اپنی تشریف آوری کے مژدہ سے بذریعہ سرفرازنامہ بدست حامل ہذا خودسند فرمایاجاوے (جائے) تاکہ اطمینان ہو اور پھر وعدہ کے مطابق 11 ربیع الاول کے دن کو یہاں اپنے قدوم میمنت لزوم سے بھی سرفراز فرمایاجاوے (جائے) تاکہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ نہایت ہی ضروری ہے۔(350)

والسلام

طالب دعا: مسکین غلام فخر الدین گانگوی غفرلہ، میانوالی

☆ مولانا عبد الستار خان نیازی بنام مولانا غلام فخر الدین گانگوی

مکان نمبر F-145 گلی وکیلاں والی، میانوالی شہر

مورخہ 9 ستمبر 1970ء

مجی جناب مولانا فخر الدین صاحب گانگوی صدر جمعیت علماء پاکستان ضلع میانوالی

السلام علیکم! آپ کو بخوبی یاد ہوگا کہ مورخہ 25 جولائی 1970ء کو آپ کے انتخابی بورڈ نے خاکسار راقم الحروف کو مرکزی اسمبلی کے لئے میانوالی کی شمالی نشست پر اپنا نمائندہ تجویز کیا تھا۔ اور صدر جمعیت علماء پاکستان محترم المقام عالی جناب خواجہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف سے درخواست کی تھی کہ وہ ضلعی بورڈ کے حسن انتخاب کی توثیق فرمادیں۔ چنانچہ آنجناب نے ضلعی بورڈ کی سفارش کو منظور کرتے

ہوئے تائید وتوثیق فرمادی اور باضابطہ اپنے برادر خورد حضرت خواجہ غلام فخر الدین صاحب سیالوی کی معرفت مورخہ 8اگست 1970ء کو کمیٹی باغ کے جلسہ عام میں اس تائید وتوثیق کا باضابطہ اعلان کر دیا۔ اور صاحب صدر کا تحریری بیان ہزار ہاسامعین کو پڑھ کر سنایا۔

ضلعی بورڈ کی تجویز اور صاحب صدر کی توثیق باضابطہ اخبارات میں اشاعت پذیر ہوئی اور بعد میں اگست کے آخری ہفتہ میں جناب نے اپنے زیر صدارت جامع مسجد میاں علی احمد صاحب مرحوم ومغفور منعقدہ جلسہ بعد نماز عشاء میں صدارتی تقریر میں خاکسار وراقم الحروف کی تائید وحمایت کا اعلان کر دیا۔ نیز مورخہ 05-7 ندائے ملت میں آپ کے علاوہ صاحبزادہ جمال الدین کی طرف سے بیان شائع ہوا ہے جس میں اپنے سابقہ تائید کا اعادہ کیا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جمعیت علماء پاکستان نے مرکزی وصوبائی اسمبلیوں میں کھڑے ہونے والے امیدواران سے درخواستیں طلب کرنے کا اعلان کیاہے۔ جہاں تک خاکسارراقم الحروف کی نمائندگی کا تعلق ہے وہ ایک طے شدہ مسئلہ ہے اگر آپ چاہیں تو اپنی سفارش اور تائید بیانات مرکزی بورڈ کے پاس بھجواسکتے ہیں۔ میں ضلعی بورڈ کی نامزدگی کو بصد فخر واشتیاق قبول کرتاہوں اور یقین دلاتاہوں کہ جمعیت علماء پاکستان کے آئین ومنشور کی تائید وحمایت کرتے ہوئے جماعت کے مفاد کو ہر شے پر مقدم رکھوں گا۔ آپ مناسب سمجھیں تو میرا خط مرکزی بورڈ کو ارسال کرسکتے ہیں۔ میں نے ضلعی بورڈ کی سفارش (اس کی نقل) ارسال کر دی ہے۔ چونکہ اصل جناب صدر جمعیت علماء پاستان کے پاس ہے اس لئے صرف نقل بھیجی جاسکتی ہے۔ فقط والسلام مع الاکرام[351]

مخلص عبد الستار خان نیازی

بملاحظہ گرامی، جناب مولانا غلام فخر الدین صاحب گانگوی، سجادہ نشین وصدر جمعیت علماء پاکستان، ضلع میانوالی ورکن ضلع انتخابی بورڈ

☆ مکتوب مولانا غلام فخر الدین گانگوی

میانوالی مئی 64 باسمہ سبحانہ 92 فون 549

عزیزی المکرم والمحترم حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم۔ مزاج ہمایوں۔ آپ (نے) بھکر کے لئے یکم جون کی تاریخ عطا فرمائی تھی۔ حضرت صاحبزادہ نور سلطان صاحب نے منظور فرمائی ہے۔ امید کہ انہوں نے کرایہ بذریعہ تار ارسال فرمادیا ہوگا۔ بہر صورت آپ اس تاریخ کو ضرور بھکر میں تشریف لائیں آپ نے اپنا تشریف آوری کا پروگرام عطا اللہ ایکسپریس پر تشریف لانے کا بیان فرمایا تھا۔ یہی پروگرام نہایت ہی موزوں ومناسب ہے۔ بہر حال اپنی تشریف آوری کے حتمی پروگرام سے حضرت صاحبزادہ صاحب کو ضرور مطلع فرمائیں۔ واپسی جواب کے لئے صاحبزادہ صاحب کے نام کا لفافہ ارسال ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اشتہارات چھپوا لئے ہیں۔ آپ کی تقریر کا پروگرام اشتہارات میں چھپ چکا ہے۔[352]

والسلام مع الدعا

دعا گو فقیر غلام فخر الدین گانگوی غفرلہ، میانوالی

☆ مکتوب مولانا غلام فخر الدین گانگوی

میانوالی مئی 64 ہفتہ باسمہ سبحانہ 92 فون 549

حضرت مفکر اسلام۔ مفتی اعظم پاکستان دامت برکاتہم العالی

السلام علیکم۔ مزاج ہمایوں۔ جناب مولانا صاحبزادہ نور سلطان صاحب کے ساتھ حضرت نے بھکر کے لئے یکم جون کو تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اور ملتان کے راستہ کا پروگرام بنایا تھا۔ لیکن حضرت والا کے تشریف لے جانے کے بعد سوچ بچار ہوئی تو یہ راستہ لمبا ہونے کی وجہ سے موزوں و مناسب نظر نہ آیا۔ اور فیصلہ کیا کہ ملتان کی بجائے کندیاں کا راستہ نہایت مناسب رہے گا۔ اگر حضرت یکم جون کو صبح پانچ بجکر بیس منٹ پر لاہور سے میانوالی ایکسپریس پر بیٹھیں تو یہ گاڑی سہ پہر دو بجے کندیاں پہنچ جائے گی۔ پھر کندیاں میں بھکر جانے کے لئے ریل گاڑی تین بجے مل جائے گی جو سات بجے انشاء اللہ تعالیٰ بھکر پہنچ جائے گی۔ اس راستہ سے سفر مناسب اور بہ آرام رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ گذشتہ شب صاحبزادہ نور سلطان صاحب کا فون آیا تھا۔ انہوں نے یہی گزارش کی ہے۔ کہ حضرت والا کے لئے یہی کندیاں کے راستہ سے سفر نہایت ہی موزوں رہے گا۔ امید کہ جواب باصواب سے بہت جلد مطلع فرمائیں گے۔[353]

والسلام والاکرام

نیاز کیش طالب دعا

غلام فخر الدین گیلانی گانگوی نعیمی غفرلہ، میانوالی

☆ محمد عبد الستار بنام مولانا غلام فخر الدین گانگوی

داؤد خیل 24-4-60 92/786

میرے محسن و مربی قبلہ مولانا صاحب گرامی قدر سلمہ الرحمان

السلام علیکم۔ آپ کا گرامی نامہ آج موصول ہو کر باعث صدر افتخار ہوا۔ جملہ اراکین انجمن جن کو اپنا جلسہ انوار العلوم کے دیکھنے کا اشتیاق ہے اور پہلی دفعہ بیرونی جلسہ کو سننے اور دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ مزید براں پھر آپ کی معیت سفر ہمارے لئے سونا پر سہاگہ ہے۔ لیکن وہ سب بہت دنوں سے جمعرات کی شام کو تیاری کئے بیٹھے تھے۔ آج ریلوے اسٹیشن پر ان کو خط دکھلایا گیا کیونکہ ڈاکیہ نے بہت دیر سے آج یوم اقبال کی چھٹی ہونے سے دیر سے خط پہنچایا۔ اب مجبوراً ان کے جذبات کو دیکھتے ہوئے ان کو نہ روک سکا۔ لہذا آپ کی اطلاع کے لئے لکھ رہا ہوں۔ انشاء اللہ بروز سنیچر وار جامعہ انوار العلوم میں بشرط زندگی صبح سویرے زیارت سے مشرف ہوں گے۔ ہم آٹھ افراد بحکم ربی آج شام کی گاڑی پر جا رہے ہیں۔(354) لہذا آپ کا وہاں سخت انتظار رہے گا۔ سب ہم سفر نیاز مندوں سے سلام مسنون۔ حاضرین مجلس کی خدمت میں سلام۔

نیاز مند خادم

محمد عبد الستار

☆ خواجہ قمر الدین سیالوی بنام خواجہ غلام فخر الدین گانگوی(355)

جناب خواجہ سید غلام فخر الدین شاہ گانگوی (میانوالی) کے نام

(اصل مکتوب شریف عربی میں ہے یہاں اردو ترجمہ لکھا جاتا ہے)

حمد و صلوٰۃ کے بعد۔ بعض طلباء نے تکبیر (اقامۃ) کے وقت بیٹھ جانا اختراع کیا ہے خواہ وہ پہلے کھڑے ہی کیوں نہ ہوں اور ہمیشہ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح پر کھڑے ہوتے ہیں۔ سند میں فقہا کا قول ویوم الامام والموتم بقوله حی علی الفلاح پیش کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ حکم تو اس شخص کے لئے ہے جو تکبیر شروع ہونے سے قبل بیٹھا ہو نیز یہ حکم نہ تو اس شخص کے لئے ہے جو تکبیر کے وقت مسجد میں داخل ہو رہا اور نہ ہی اس کے لئے جو شروع تکبیر سے پہلے ہی کھڑا ہو جب اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نوافل و عبادات اور مساجد میں انتظار کے لئے بیٹھنے میں انتہائی حریص تھے تو حی علیٰ کے وقت کھڑا ہونے کا حکم دے دیا گیا تا کہ صفیں سیدھی کی جا سکیں لیکن موجودہ دور اسلاف کرام کے دور اور لوگوں میں انتہائی بعد ہے۔ یہ لوگ تو سستی اور کاہلی میں تیز پانی کی طرح بہتے ہیں۔ نہ تو رکعات نماز کے رہ جانے کا خیال کرتے ہیں اور نہ تکبیر تحریمہ کے ثواب کا کوئی پتہ۔ نماز کے آخری وقتوں میں آتے ہیں۔ ان میں افضل وہی (سمجھا جاتا) ہے جس کو ایک یا دو رکعتیں مل جائیں۔ سست لوگوں کے لئے وہ حکم نہیں ہے جو اللہ کی طرف بھاگنے، طاعت کی طرف سبقت کرنے اور نیکی کی طرف تیزی سے جانے والوں کا ہے۔ الحاصل مکبر کے حی علی الصلوٰۃ کہتے وقت قیام تو مندوب ہے۔ شروع تکبیر کے وقت بیٹھ جانا نہیں اور نہ یہ ثابت ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

حررہ الفقیر قمر الدین غفر اللہ لہ

14 ذی القعد 1377ھ

☆ خواجہ غلام کمال الدین خواجہ آبادی بنام مولانا غلام فخر الدین گانگوی

بحضور مصدر فیوض قبلہ ام حضرت علامہ اخی المکرم

بعد تسلیمات و تکریمات نیاز مندانہ المعروض آنکہ جناب الحاج خان زمان خان فقیر کا مخلص سے مخلص اور حقیقی بھائی ہے۔ حاجی صاحب کے ساتھ خانہ واحدی سلسلہ ہے۔ یہ فقیر کا ذاتی کام ہے اور اور اس عریضہ کو فقیر کا ذاتی حاضر خدمت اقدس ہونا تصور فرمایا جائے جناب سے پوشیدہ نہیں کہ حد سے زیادہ مصروفیت ہے ورنہ خود حاضر ہو کر نیاز حاصل کرتا براہ کرم بفضل خدا اس کام کو خاص توجہ سے سر انجام بالخیر فرما کر سرفراز فرمائیں۔

(فرمادیں) واجباً عرض ہے بندہ اس کام میں رات دن پریشان ہے اور حد سے زیادہ مجبور ہوں۔ للہ اس کام میں بفضل خدا میری خاص امداد فرمائی جاوے (جائے)۔

حاضرین محفل کی خدمت نیاز مندانہ تسلیمات[356]

طالب دعا غلام کمال الدین خواجہ آبادی بقلم خود

☆ خواجہ سید غلام فخر الدین گیلانی بنام خواجہ غلام فخر الدین گانگوی

787/797

1946

محترم المقام حضرت مولانا گانگوی صاحب، دامت برکاتکم

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ آپ کا تحریر کردہ گرامی نامہ کاشانہ غریباں میں بصورت ہلال عید سعید طلوع ہو کر باعث صد عزت وافتخار ہوا۔

یاد آوری کا شکریہ۔ یاد آوری کا نہیں بلکہ اس محبت کا جو آپ کو اس ہیچ میرز سے ہے وگرنہ من آنم کہ من می دانم۔ عرس مبارک کے اختتام پر آنجناب نے تاریخ سے مطلع نہیں فرمایا تھا خیال یہی رہا کہ 12 ربیع الاول کو ہی جلسہ کی تاریخ رکھی جائے گی۔ بناء علیہ فقیر الی اللہ الغنی 12 ربیع کو بھی تیار تھا۔ رات کو ہی گھر آیا ہوں آج کا دن حجامت و کپڑے وغیرہ دھلانے میں و دیگر گھر کے ضروری کاروبار میں صرف ہو گا۔ اس لئے کل انشاء اللہ بروز منگل حاضر خدمت ہو کر بدھ کی رات کے اجلاس میں انشاء اللہ العزیز شریک ہو جاؤں گا۔ بالکل مطمئن رہیں۔ محترم برادرم قبلہ غلام ربانی شاہ صاحب یہاں موجود نہیں۔ بخدمت حضرت قبلہ مولانا
استاذنا المکرم دعوات و تسلیمات عرض کریں دیگر مخلص احباب و سامعین حضرات کی خدمت میں تسلیمات۔[357]

احقر العباد غلام فخر الدین
غفرلہ از مقام وڑچھہ شریف،
10 ربیع الاول 1374ھ

نوٹ: آنجناب کے فرمان کے مطابق آج ہی حاضر ہو جاتا لیکن گھر میں بچوں کو تکلیف ہے۔ کسی حکیم کو ان کی طبیعت دکھانا اور ادویات کا انتظام بہت ضروری ہے۔ فکر نہ کریں اور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کو صحت دے۔ کل انشاء اللہ حاضر ہوں گا۔

خلاصہ:

باب اول کی مذکورہ تین فصول میں سید احمد الدین گانگوی کے احوال و آثار ،واقعات حیات اور تالیفات وغیرہ کا تفصیلی تذکرہ کیا گیاہے۔ سید احمد الدین گانگوی کا تعلق ساداتِ گیلانی کے ایک روحانی اور علمی خانوادے سے تھا۔ میانوالی کی بستی آپ ہی کے جد امجد میاں علی سے منسوب ہوئی۔ سید احمد الدین گانگوی نے برصغیر کے افاضل علماء سے اکتساب فیض کیا۔ دہلی اور لکھنو سے فارغ التحصیل ہوئے۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد وطن واپس آئے تو والد ماجد نے آپکو اپنی مسند علم وروحانیت پر بٹھادیا اور دارالعلوم گانگوی کے جملہ امور آپ کے سپرد فرمادیئے،والد ماجد ایک ہفتہ بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

سید گانگوی کم وبیش 85 سال تک،درس وتدریس خطابت،فتوی نویسی،جیسی خدمات دینیہ میں مصروف رہے۔ آپ نے تین مقامات پر تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔مدرسہ گانگی، گانگی شریف،جامعہ شمس العلوم، میانوالی،مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام۔1867ء سے 1909ء تک مولانا گانگوی دار الافتاء گانگی شریف سے منسلک رہے۔یہ درس گاہ آپ کے آباؤاجداد کی تعمیر کردہ تھی۔ قیام گانگی کے دور میں کثیر طلبا کو تعلیم دی۔کابل اور قندھار تک سے طالبان علم آپ کی خدمت میں آتے رہے۔ 1903ء کی ایک قلمی یاداشت کے مطابق یہاں مقیم طلباء کی تعداد تین سو سے زائد تھی۔

1909ء میں مجاہد اعظم خواجہ ضیاء الدین سیالوی (م 1929ء)نے مدرسہ اسلامیہ کی تاسیس جدید کی تو مولانا گانگوی کو مفتی اعظم مقرر کیا۔ سید گانگوی 40سال

سے زائد عرصہ تک سیال شریف کے مفتی اعظم کے منصب پر فائز رہے۔ آپ ایک چلتا پھرتا مدرسہ تھے، کچھ دن گانگی قیام کرتے اور کچھ دن سیال شریف، یوں طلباء بھی آپ کے ہمرکاب سفر میں رہتے۔ خواجہ ضیاء الدین سیالوی سے آپ کو والہانہ عقیدت تھی اور یہی سبب ہے کہ 1909ء سے 1929ء تک کے بیس سالہ عرصہ میں آپ نے اکثر حصہ سیال شریف بسر کیا۔ سفر وحضر میں مجاہد اعظم کے ہمراہ رہے۔ خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے پنجاب میں امارت شرعیہ قائم کی تو آپ کو قاضی القضاۃ مقرر کر دیا آپ نے نہایت محنت اور کامیابی سے اس منصب جلیلہ کو نبھایا۔ اگر سیاسی اعتبار سے برصغیر میں رونما ہونے والے انقلابات اور ابھرنے والی تحریکات کے تناظر میں دیکھا جائے تو وہ عہد مسلمانان ہند کے زوال کا زمانہ تھا۔

گانگوی کے قیام دہلی کے زمانہ میں جو سیاسی اور مذہبی حالات تھے ان سے کوئی بھی دانشور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور قدرتاً اس کے سیاسی رجحانات اور مذہبی نظریات پر اس کا اثر ظاہر ہوتا۔ سیاسی اعتبار سے گانگوی کا عہد مسلمانان برصغیر کے انحطاط کا زمانہ تھا۔ مذہبی اعتبار سے مسلمانوں کے زوال کا سبب آپ کے پیش نظر شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کی تشدد زدہ تحریک جہاد تھی۔ جس نے برصغیر کے سنی مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور سیاسی انحطاط کا سبب بعض نام نہاد مسلمانوں کی انگریزوں کے ہاتھوں ضمیر فروشی تھی آپ سمجھتے تھے کہ انگریزوں سے آزادی کے لئے مسلمانوں کے شعور کو بیدار کرنا ضروری ہے اور بیداری شعور کا ذریعہ مدارس علمی کا قیام ہے۔

سید احمد الدین گانگوی برصغیر کی موثر تحریکات آزادی کا حصہ رہے۔ تحریک

قیام پاکستان میں آپ کا کردار مثالی رہا۔ قیام پاکستان کے بعد نفاذ شریعت کے مطالبے کے ساتھ آپ جمعیت علماء میں شامل ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد استحکام پاکستان کے لیے کی جانے والی کاوشوں کو آپ سراہتے رہے۔ سید احمد الدین گانگوی نے مختلف تعلیمی اور سماجی اداروں کی بنیاد بھی رکھی۔ آپ سے استفادہ کرنے والوں میں بنوں سے کابل اور قندھار تک کے افاضل علماء شامل ہوئے۔ آپ نے فقہی اور اعتقادی موضوعات پر کتب اور رسائل تحریر کئے۔

حوالہ جات

1۔ نیازی، ڈاکٹر لیاقت علی خان، تاریخ میانوالی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2015ء، ص 51
2۔ گیلانی، محمد عالمگیر شاہ، مراتب سلطانی، میانوالی: انجمن تنظیم الخادمین، س ن، ص 19
3۔ محمد عالمگیر شاہ گیلانی، مراتب سلطانی، ص 21
4۔ کاظمی، سید طارق مسعود، تاریخ اولیاء میانوالی، لاہور: یو اینڈ می پرنٹرز، 2008ء، ص 84-85
5۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص 47
6۔ رزق اللہ بن یوسف، مجاني الأدب في حدائق العرب، بیروت: مطبعة الآباء اليسوعيين، 1913ء، ج 1، ص 22
7۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی،، تاریخ میانوالی، ص 48
8۔ ایضاً
9۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، لاہور: نیا زمانہ پبلی کیشن، س ن، ص 13
10- ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص 49
11۔ ایضاً، ص 48
12۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص 13
13۔ ایضاً
14۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص 48
15۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص 13
16۔ مولانا نور محمد، صاعقۃ الرحمٰن علیٰ حزب الشیطان، میانوالی: خانقاہ حسینیہ، س ن، ص 51
17۔ گانگوی، سید احمد الدین، السیوف العتابیہ، قلمی، میانوالی: گنج بخش لائبریری، ش 104، ص 177
18- سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص 82
19۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص 209
20۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص 67
21- سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص 73

22۔ ایضاً
23۔ ایضاً، ص74
24۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص52
25۔ ایضاً، ص53
26۔ ایضاً، ص57-58
27۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص59
28۔ ایضاً، ص61-62
29۔ ملتانی، ملا نظام الدین، القول الجلی فی رد حسین علی، لاہور: اقبال سٹیم پریس، 1927ء، ص32
30۔ جمیل احمد رانا، مشاہیر میانوالی بھکر، ص416
31۔ سید نصیر شاہ، اسلام میں خواتین کے حقوق، لاہور: بدر پبلی کیشنز، ص14
32۔ ڈاکٹر محمد اجمل نیازی، بازگشت، ص183-182
33۔ بخاری، سید ضمیر، میانوالی میں اردو نثر کا ارتقاء، فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2006ء ص74
34۔ جمیل احمد رانا، مشاہیر میانوالی بھکر، ص416-417
35۔ قلمی تحریر، سید نصیر شاہ بنام محمد ریاض بھیروی، مملوکہ، راقم الحروف
36۔ ایضاً
37۔ قلمی تحریر، سید نصیر شاہ بنام محمد ریاض بھیروی، مملوکہ، راقم الحروف
38۔ جمیل احمد رانا، مشاہیر میانوالی بھکر، ص417
39۔ سمیع نوید، محمد فیروز شاہ کی علمی وادبی خدمات، ص15
40۔ ایضاً، ص9
41۔ جمیل احمد رانا، مشاہیر میانوالی بھکر، ص366
42۔ جمیل احمد رانا، مشاہیر میانوالی بھکر، ص366
43۔ محمد فیروز شاہ، دریچہ، میانوالی: میانوالی اکادمی، 1984ء، ص12
44۔ محمد فیروز شاہ، دریچہ، ص12
45۔ ایضاً، ص13
46۔ محمد فیروز شاہ، دریچہ، ص4
47۔ سید ضمیر بخاری، میانوالی میں اردو نثر کا ارتقاء، ص188-189
48۔ محمد فیروز شاہ، سحر ستارہ، ص20
49۔ محمد فیروز شاہ، پینگھ، راولپنڈی: پنڈی اسلام آباد ادبی سوسائٹی (پیاس)، 2005ء ص7

50۔ محمد فیروز شاہ، پینگھ، ص9
51۔ سمیع نوید، محمد فیروز شاہ کی علمی وادبی خدمات، ص9
52۔ ایضاً، ص26
53۔ ایضاً، ص31-30
54۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص50
55۔ ایضاً
56۔ بھیروی، محمد ریاض، "رود بار یقین، مولانا احمد الدین گانگوی کا مختصر ذکر دلنشیں"، (مضمون) مشمولہ ششماہی، قندیل سلیمان، جولائی تا دسمبر 2019ء، ص63-64
57۔ گانگوی، سید احمد الدین، نسب نامہ، قلمی، گانگوی لائبریری، میانوالی: جامعہ شمس العلوم، ش130، ص1
58۔ جالندھری، غلام دستگیر بے خود، برکات سیال، کراچی، انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ، 2011ء، ص5
59۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص4
60۔ گولڑوی، غلام مہر علی، الیواقیت المہریہ، المکتبۃ المہریہ، ص140-141
61۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص67
62۔ نیازی، ڈاکٹر لیاقت علی خان، تاریخ میانوالی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2015ء
63۔ جمیل احمد رانا، مشاہیر میانوالی، بھکر، ص13-14
64۔ ایضاً
65۔ ایضاً، ص86
66۔ فاروقی، مولانا سلطان احمد، تذکرہ اولیاء چشت، لاہور: ادارہ قمر الاسلام، س ن، ص 257۔263
67۔ چشتی، حاجی مرید احمد، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، کراچی: انجمن قمر الاسلام، 2010ء، ج2، ص327-340
68۔ شرف قادری، علامہ عبد الحکیم، تذکرہ اکابر اہل سنت، لاہور: نوری کتب خانہ، 2005ء، ص 47-49
69۔ سید طارق مسعود، تاریخ اولیاء میانوالی، ص37-42
70۔ مولانا سلطان احمد فاروقی، تذکرہ اولیاء چشت، ص752
71۔ گانگوی، سید احمد الدین، نسب نامہ، قلمی، گانگوی لائبریری، میانوالی: جامعہ شمس العلوم ،

ش132

72۔ ان کا اصل نام بہاؤالدین درج ہے

73۔ ان کا اصل نام محمد شاہ درج ہے

74۔ ان کا اصل نام سید سلیمان شاہ درج ہے

75۔ سید احمد الدین گانگوی، نسب نامہ، قلمی، ش132

76۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص31

77۔ سمیع نوید، محمد فیروز شاہ کی علمی وادبی خدمات، ص12

78۔ گانگوی، سید احمد الدین، اسلامی بیت المال،(تحقیق، عطا المصطفیٰ مظہری)،لاہور: کتاب محل،2018ء، ص9

79۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص17

80۔ ایضاً، ص17۔18

81۔ سید طارق مسعود شاہ، سرزمین اولیاء میانوالی، ص37

82۔ مولانا سلطان احمد فاروقی، تذکرہ اولیاء چشت، ص257

83۔ گانگوی، سید احمد الدین، البرق السانیۃ فی جواز الجماعۃ الثانیۃ، قلمی، میانوالی: اکبریہ لائبریری، ش301، ورق9

84۔ محمد ریاض بھیروی، رودبار یقیں، مولانا احمد الدین گانگوی کا مختصر ذکر دلنشیں، ص65

85۔ مولانا سلطان احمد فاروقی، تذکرہ اولیاء چشت، ص285

86۔ چشتی، مرید احمد، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، کراچی: انجمن قمر الاسلام، ج2، ص330

87۔ محمد ریاض بھیروی، رودبار یقیں، مولانا احمد الدین گانگوی کا مختصر ذکر دلنشیں، ص65

88۔ عبد الحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت، ص47 / محمد ریاض بھیروی، مولانا احمد الدین گانگوی کا مختصر ذکر دلنشیں، ص65

89۔ چوتھی سالانہ رپورٹ، مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام،1338ھ، قلمی،(محررہ: سید احمد الدین گانگوی) میانوالی: گانگوی لائبریری جامع شمس العلوم، ش22، ورق6-7

90۔ کوہاٹی، ڈاکٹر صحبت خان، فروغ علم میں خانوادہ سیال شریف اور ان کے خلفاء کا کردار، کراچی: دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ،2010ء، ص230

91۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص111

92۔ ایضاً

93۔ جالندھری، غلام دستگیر بے خود، برکات سیال، کراچی: انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ، 2011ء،

ص24 / مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص111

94۔ سورۃ الصف، 14
95۔ چوتھی سالانہ رپورٹ، مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام، 1338ھ، قلمی، (محررہ: سید احمد الدین گانگوی) گانگوی لائبریری جامع شمس العلوم، میانوالی، ش22، ورق1
96۔ چوتھی سالانہ رپورٹ، مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام، 1338ھ، قلمی، (محررہ: سید احمد الدین گانگوی) گانگوی لائبریری جامع شمس العلوم، میانوالی، ش22، ورق2
97۔ چوتھی سالانہ رپورٹ، مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام، 1338ھ، قلمی، (محررہ: سید احمد الدین گانگوی) گانگوی لائبریری جامع شمس العلوم، میانوالی، ش22، ورق3
98۔ ایضاً
99۔ ایضاً ورق4
100۔ سجستانی، امام ابو داوٗد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داوٗد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم الحدیث، 4607
101۔ چوتھی سالانہ رپورٹ، مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام، 1338ھ، قلمی، (محررہ: سید احمد الدین گانگوی)، ورق5
102۔ ایضاً، ورق6
103۔ ترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء: الدال علی الخیر کفاعلہ، رقم الحدیث 2670
104۔ چوتھی سالانہ رپورٹ، مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام، 1338ھ، قلمی، (محررہ: سید احمد الدین گانگوی)، ورق7
105۔ ایضاً، ورق8
106۔ ایضاً
107۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال ج2، ص114-116
108۔ ایضاً
109۔ ایضاً
110۔ ڈاکٹر انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، ج2، ص444
111۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص119-120
112۔ ایضاً
113۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص119-120

114۔ ڈاکٹر صحبت خان کوہاٹی، فروغ علم میں خانوادہ سیال شریف اور ان کے خلفاء کا کردار، ص240
115۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص119-120
116۔ ایضاً
117۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص119-120
118۔ غلام دستگیر بے خود جالندھری، برکات سیال، ص54
119۔ سید طارق مسعود شاہ، سرزمین اولیاء میانوالی، ص37
120۔ ایضاً، ص396
121۔ شبلی، غلام نصیر الدین، شیخ الاسلام محدث گھوٹویؒ، ملتان: حضرت شیخ الاسلام اکیڈمی، 2016ء، ص23
122۔ محمد ریاض بھیروی، ریگزاروں سے لالہ زاروں تک، ص32
123۔ چشتی، محمد عبد المالک، جمال فقر، اسلام آباد: میثاق انٹرپرائز، 2013ء ص87
124۔ محمد ریاض بھیروی، ریگزاروں سے لالہ زاروں تک، ص40
125۔ ایضاً، ص42
126۔ محمد عبد المالک چشتی، جمال فقر، ص182
127۔ ایضاً، ص208
128۔ محمد عبد المالک چشتی، جمال فقر، ص214
129۔ مولانا مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج8، ص285۔287
130۔ ایضاً
131۔ مولانا مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج8، ص257۔260
132۔ مظہری، عطا المصطفیٰ، التحفۃ الروحانیہ فی الشجرۃ المظہریہ، اسلام آباد: میثاق انٹرپرائز، ص66-67
133۔ عطا المصطفیٰ مظہری، تحفۃ الروحانیہ، ص66-67
134- ایضاً
135۔ چشتی، مرید احمد، انوار سیال، جہلم: مکتبہ وارثیہ سنگھوئی، 2008ء، ص44-45
136۔ مرید احمد چشتی، انوار سیال، ص45
137۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص48
138۔ گانگوی، سید احمد الدین، السیوف العتابیہ، میانوالی: گنج بخش لائبریری، ش104، ص177
139۔ چشتی، مرید احمد، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، کراچی: انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ،

2007ء، ج4، ص45
140۔ سورۃ الحجر: 9
141۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج4، ص45
142۔ ایضاً، ص138
143۔ سید طارق مسعود شاہ، سرزمین اولیاء میانوالی، ص167
144۔ ایضاً، ص167۔168
145۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص317
146۔ سید طارق مسعود شاہ، سرزمین اولیاء میانوالی، ص171۔172
147۔ سید طارق مسعود شاہ، سرزمین اولیاء میانوالی، ص404
148۔ ایضاً، ص405
149۔ ایضاً، ص408
150۔ جمیل احمد رانا، مشاہیر میانوالی بھکر، ص38
151۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص266 / جمیل احمد رانا، مشاہیر میانوالی بھکر، ص 38
152۔ گانگوی، سید احمد الدین، الشعلۃ الجباریۃ لاحراق مسجد آریہ، گانگوی لائبریری، قلمی، میانوالی: جامعہ شمس العلوم، ش105
153۔ حاجی محمد مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج6، ص162
154۔ ایضاً، ص167
155۔ ایضاً، ص175
156۔ حاجی محمد مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج6، ص191
157۔ ایضاً، ص193
158۔ ایضاً، ص196
159۔ ایضاً، ص200
160۔ عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہلسنت، ص48
161۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج2، ص328 / سلطان احمد فاروقی، تذکرہ مشائخ چشت، ص258
162۔ عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہلسنت، ص48
163۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص49

164۔ ایضاً، ص49-50
165۔ سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال، ص14-15
166۔ ایضاً، ص17-18
167۔ ایضاً، ص21
168۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص63
169۔ ڈاکٹر انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، ج1، ص808
170۔ ایضاً
171۔ ایضاً، ص128
172۔ محمد ریاض بھیروی، ریگزاروں سے لالہ زاروں تک، ص9-10
173۔ انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، ج1، ص449-450
174۔ ایضاً
175۔ مظہری، ڈاکٹر مسعود احمد، سلطان العلماء پیر مہر علی شاہ اور تحریک خلافت، لاہور: ادارہ مظہر اسلام، ص11
176۔ ڈاکٹر مسعود احمد مظہری،، سلطان العلماء پیر مہر علی شاہ اور تحریک خلافت، ص14-15
177۔ ایضاً، ص18-19
178۔ ایضاً، ص23
179۔ ڈاکٹر مسعود احمد مظہری،، سلطان العلماء پیر مہر علی شاہ اور تحریک خلافت، ص23
180۔ مظہری، ڈاکٹر مسعود احمد، فاضل بریلوی اور ترک موالات، کراچی، ادارہ مسعودیہ، ص4
181۔ ڈاکٹر مسعود احمد مظہری، فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص44-45
182۔ ایضاً، ص47-48
183۔ ایضاً، ص59
184۔ ایضاً، ص66
185۔ ایضاً، ص68
186۔ ڈاکٹر مسعود احمد مظہری، فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص70-71
187۔ ایضاً، ص75
188۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی ص206-209
189۔ ایضاً
190۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی ص206-209

191۔ قادری، مولانا احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، لاہور، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، 2006ء ج8، ص468

192۔ مولانا احمد رضا خان قادری، فتاویٰ رضویہ، ج14، ص444

193۔ ایضاً، ص114

194۔ سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال کتاب محل لاہور، ص16-15

195۔ ایضاً، ص26

196۔ سورہ النساء:103 / سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال، ص59

197۔ سورہ توبہ:103

198۔ سورۃ التوبۃ:60

199۔ سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال، ص59

200۔ ایضاً، ص61-62

201۔ ایضاً، ص62

202۔ سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال، ص62

203۔ سورۃ البروج:8

204۔ سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال، ص113

205۔ ایضاً، ص114

206۔ انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، ص455-456

207۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص274-275

208۔ ایضاً

209۔ سورۃ البروج:8 / صاحبزادہ انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، ج1، ص580-582

210۔ سورۃ ہود:114

211۔ انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، ج1، ص580-582 / مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص272-273

212۔ ایضاً

213۔ ڈاکٹر مسعود احمد مظہری، سلطان العلماء پیر مہر علی شاہ اور تحریک خلافت، ص16

214۔ گانگوی، سید احمد الدین، ہم رکاب موج ضیاء، قلمی، میانوالی: گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، ش134، ص41

215۔ سورۃ المائدۃ:13

216۔ سید احمد الدین گانگوی، ہم رکاب موج ضیاء، قلمی، ش134، ص42
217۔ ایضاً
218۔ سید احمد الدین گانگوی، ہم رکاب موج ضیاء، قلمی، ش134، ص43
219۔ سورۃ طہٰ:12
220۔ سید احمد الدین گانگوی، ہم رکاب موج ضیاء، قلمی، ش134، ص44
221۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص225
222۔ غلام دستگیر بے خود جالندھری، برکات سیال، ص24 / مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص227-228
223۔ سید احمد الدین گانگوی، ہم رکاب موج ضیاء، قلمی، ش134، ص44
224۔ سورۃ ہود:6
225۔ سید احمد الدین گانگوی، ہم رکاب موج ضیاء، قلمی، ش134، ص46
226۔ سورہ توبہ:73
227۔ سورہ توبہ:123
228۔ سورۃ الإسراء:70
229۔ سورہ المنافقون:8
230۔ سید احمد الدین گانگوی، ہم رکاب موج ضیاء، قلمی، ش134، ص49
231۔ سید احمد الدین گانگوی، ہم رکاب موج ضیاء، قلمی، ش134، ص49
232۔ سید احمد الدین گانگوی، ہم رکاب موج ضیاء، قلمی، ش134، ص51
233۔ سورہ الحج:32
234۔ سورہ آل عمران:110
235۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص249
236۔ سورہ توبہ:51
237۔ سید احمد الدین گانگوی، ہم رکاب موج ضیاء، قلمی، ش134، ص52
238۔ ایضاً، ص53
239۔ سید احمد الدین گانگوی، ہم رکاب موج ضیاء، قلمی، ش134، ص54
240۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص253
241۔ ایضاً، ص232
242۔ سید احمد الدین گانگوی، ہم رکاب موج ضیاء، قلمی، ش134، ص55

243۔ ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الحجر، رقم الحدیث 3127

244۔ جمالی، مولانا محمد حیات، دستور العمل، رسالہ شمس الاسلام، اختر پریس سرگودھا، ج 3، بابت ماہ نومبر دسمبر 1926، ص 13-20

245۔ ایضاً

246۔ لائحہ عمل ارکان انجمن حمایت العرب ضلع میانوالی (قلمی روئے داد)، میانوالی: گانگوی لائبریری، ش 150

247۔ محمد ریاض بھیروی، ریگزاروں سے لالہ زاروں تک، ص 27-28

248۔ انجمن اسلامیہ، تاریخ و مقاصد، مطبوعہ 1964ء

249۔ محمد ریاض بھیروی، ریگزاروں سے لالہ زاروں تک، ص 7

250۔ محمد ریاض بھیروی، ریگزاروں سے لالہ زاروں تک، ص 7

251۔ ایضاً، ص 9

252۔ ڈاکٹر محمد لیاقت علی خان، تاریخ میانوالی، ص 207

253۔ ایضاً

254۔ ایضاً

255۔ ڈاکٹر محمد لیاقت علی خان، تاریخ میانوالی، ص 209

256۔ ایضاً، ص 219-220

257۔ ڈاکٹر لیاقت علی، تاریخ میانوالی، ص 219

258۔ ایضاً

259۔ ڈاکٹر محمد لیاقت علی خان، تاریخ میانوالی،، ص 223-224

260۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج 2، ص 332

261۔ گانگوی، سید احمد الدین، احسن الاسلوب فی جواب المکتوب، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش 121، ص 1-2

262۔ سید احمد الدین گانگوی، احسن الاسلوب فی جواب المکتوب، قلمی، ص 1-2

263۔ ایضاً، قلمی، ص 2

264۔ ایضاً

265۔ سورۃ المؤمنون: 71 / ایضاً

266۔ سید احمد الدین گانگوی، احسن الاسلوب فی جواب المکتوب، قلمی، ص 2

267۔ گانگوی، سید احمد الدین، ایقاظ الرقود فی اموال الہنود، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش107

268۔ سورۃ الشوری:21

269۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص277

270۔ محمد ریاض بھیروی، ریگزاروں سے لالہ زاروں تک، ص24-25

271۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص78-79

272۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج2، ص331

273۔ مولانا سلطان احمد فاروقی، تذکرہ اولیاء چشت، ص263

274۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج2، ص335

275۔ گانگوی، سید احمد الدین، القبس القامعہ فی جواب الشمس الامعہ، قلمی، اکبریہ لائبریری میانوالی، ش102

276۔ ایضاً

277۔ گانگوی، سید احمد الدین، البرق السانیۃ فی جواز الجماعۃ الثانیۃ، قلمی، اکبریہ لائبریری میانوالی، ش103

278۔ ایضاً

279۔ گانگوی، سید احمد الدین، نور الایمان فی تائید مذہب النعمان، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش101

280۔ سید احمد الدین گانگوی، نور الایمان فی تائید مذہب النعمان، قلمی، ش101

281۔ گانگوی، سید احمد الدین، زجر الاشقیاء عن اہانۃ الاصفیاء معروف بہ تصویر محبت، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش102

282۔ سید احمد الدین گانگوی، زجر الاشقیاء عن اہانۃ الاصفیاء معروف بہ تصویر محبت، قلمی، ش102

283۔ گانگوی، سید احمد الدین، لوامع الضیاء فی علوم سید الانبیاء، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش103

284۔ ایضاً

285۔ گانگوی، سید احمد الدین، السیوف العتابیہ علی انوف الوہابیہ، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش104

286۔ سید احمد الدین گانگوی، السیوف العتابیہ علی انوف الوہابیہ، قلمی، ش104

287۔ سید احمد الدین گانگوی، الشعلۃ الجباریۃ لاحراق مسجد آریہ، ش10

288۔ ایضاً
289۔ گانگوی، سید احمد الدین، اسلامی بیت المال، دہلی، ہمدرد پریس، کوچہ چیلاں، س ن
290۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج2، ص332
291۔ سید احمد الدین گانگوی، القبس القامعہ فی جواب الشمس الامعہ، قلمی، ش201، ورق
292۔ سید احمد الدین گانگوی، ایقاظ الرقود فی اموال الہنود، قلمی، ش107
293۔ گانگوی، سید احمد الدین، فقرات شریف (فارسی)، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش108
294۔ گانگوی، سید احمد الدین، حفاظت الایمان (تحقیق: عطا المصطفیٰ مظہری)، لاہور، کتاب محل، 2017ء، ص14
295۔ ایضاً
296۔ سید احمد الدین گانگوی، حفاظت الایمان (تحقیق: عطا المصطفیٰ مظہری)، ص14
297۔ ایضاً
298۔ سید احمد الدین گانگوی، حفاظت الایمان (تحقیق: عطا المصطفیٰ مظہری)، ص14
299۔ ایضاً
300۔ گانگوی، سید احمد الدین، مسئلہ قنوت نازلہ، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش115
301۔ گانگوی، سید احمد الدین، السیوف القہار علی انوف الاشرار، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش117
302۔ گانگوی، سید احمد الدین، رسالہ طلقات ثلثہ، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش119
303۔ گانگوی، سید احمد الدین، فیصلہ نامہ شرعیہ، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش120
304۔ گانگوی، سید احمد الدین، العقائد، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش118
305۔ گانگوی، سید احمد الدین، احسن الاسلوب فی جواب المکتوب، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش121
306۔ گانگوی، سید احمد الدین، تفسیر وما اھل بہ لغیر اللہ قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش122
307۔ گانگوی، سید احمد الدین، ندائے غائبانہ، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش123
308۔ گانگوی، سید احمد الدین، تکفیر المسلمین کے قوائد فقہیہ، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش124

309۔ گانگوی، سید احمد الدین، شمس الاسلام بھیرہ کے سوالات اور ان کے جوابات، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش125
310۔ گانگوی، سید احمد الدین، ابرام العہود فی تذکیہ الشہود، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش126
311۔ گانگوی، سید احمد الدین، زیارت قبور کے آداب، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش127
312۔ گانگوی، سید احمد الدین، حیاۃ النبی ﷺ، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش128
313۔ گانگوی، سید احمد الدین، مسئلہ حاضر وناظر، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش129
314۔ گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش11، م ن 101
315۔ سید احمد الدین گانگوی نے آستانہ عالیہ سیال شریف کے چار خلفاء کا زمانہ گزارا اور ہر سجادہ نشین سے آپ کا نیاز مندانہ رابطہ بعد والوں کے لئے مثال بنا۔ اگرچہ خواجہ قمر الدین سیالوی، مولانا گانگوی کے ارشد تلامذہ میں شامل تھے مگر جب مسند سیال کے سجادہ نشین قرار پائے تو مولانا گانگوی انہیں بھی وہی احترام دیا کرتے جو خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے ساتھ رہا۔
316۔ نواب ملک مظفر، واں بھچراں، تحریک پاکستان کے نامور رہنماؤں میں شامل تھے۔
317۔ گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش12، م ن 102
318۔ گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش13، م ن 103
میاں اصغر علی، مولانا گانگوی کے شاگرد تھے، مگر بعد میں مولانا حسین علی واں بھچروی کی جماعت میں شامل ہو گئے، جماعت اسلامی کا حصہ بھی رہے، (جمیل احمد رانا، مشاہیر میانوالی، بھکر، ص38)
319۔ گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش14، م ن 104
320۔ انگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش15، م ن 105
321۔ سید احمد الدین گانگوی، حفاظت الایمان، ص 21
322۔ ایضاً، ص22
323۔ سورۃ النساء:65
324۔ سورۃ النساء:115
325۔ گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش16، م ن 106

مسئلہ علم غیب پر عید گاہ میانوالی میں ہونے والے مناظرے کے لئے مولانا فضل کریم بندیالوی نے یہ خط مولانا گانگوی کے نام ارسال کیا۔

326- گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش17، م ن 107

327- ایضاً، ش18، م ن 108

328- گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش19، م ن 109

329- ایضاً، ش20، م ن 110

330- (قلمی مکتوب کا خط بوسیدہ ہے لہٰذا بعض الفاظ ناقابل قرآت ہیں)، گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش21، م ن 111

331- مولانا کیلوی معروف عالم اور مولانا احمد خان کے خلفاء میں شامل تھے، ان کے دو قلمی رسائل (البراہین القاطعۃ، اتفاق البررۃ التقی) کتب خانہ سعدیہ، خانقاہ سراجیہ میں موجود ہیں۔

332- بخاری، ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الاکراہ، رقم الحدیث، 6586

333- سجستانی، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی النصیحہ، رقم الحدیث، 4944

334- گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش22، م ن 112

335- ایضاً

336- گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش22، م ن 112

337- نواب ملک مظفر واں بھچراں، آستانہ عالیہ سیال شریف سے بیعت تھے۔ مولانا گانگوی کی خواہش پر اور خواجہ ضیاالدین سیالوی کے حکم پر جامعہ مظفریہ واں بھچراں کی بنیاد رکھی۔ جہاں سے افاضل علماء نے استفادہ کیا۔

338- گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش23، م ن 113

339- خواجہ غلام زین الدین، کھوڑ میں پیدا ہوئے، تکمیل علم کے بعد 1933ء میں ترگ ہجرت فرمائی، تحریک پاکستان کے لئے مولانا گانگوی کے شانہ بشانہ رہے۔ 1978ء میں وصال فرمایا۔ مولانا غلام فخر الدین گانگوی نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ (طارق مسعود، تذکرہ اولیاء میانوالی، ص 191)

340- گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش24، م ن 114

341- مولانا اکبر علی، مولانا گانگوی کے ارشد تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ تحریک خلافت سے تحریک پاکستان تک، جملہ تحریکات میں مولانا گانگوی کے ہمراہ رہے۔

342- گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش25، م ن 115

343- ایضاً، ش26، م ن 116

344۔ مولانا نور محمد ہاشمی، سید احمد الدین گانگوی کے تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ موچھ (میانوالی) مقیم رہے، وہاں سے کندیاں (میانوالی) منتقل ہوئے۔ مولانا عطا محمد بندیالوی جیسے اکابر علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔
345۔ گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش27، م ن117
346۔ ایضاً، ش28، م ن118
347۔ ایضاً، ش29، م ن119
348۔ گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش30، م ن120
349۔ ایضاً، ش31، م ن121
350۔ گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش31، م ن121
351۔ ایضاً، ش33، م ن123
352۔ ایضاً، ش34، م ن124
353۔ گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش35، م ن125
354۔ ایضاً، ش36، م ن126
355۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج8، ص391
356۔ گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش37، م ن127
357۔ گانگوی مجموعہ مکاتیب، قلمی، میانوالی، شمس العلوم لائبریری، ش38، م ن128

باب دوم

سید احمد الدین گانگوی کی فقہی تعبیرات

فصل اوّل

میانوالی کے معروف قدیم و جدید مدارس

شیخ جلال الدین قادری بغدادی کے عظیم فرزندِ جلیل، میاں علیؒ جو کہ عظیم صوفی بزرگ اور مجاہد تھے، کے نام سے میانوالی منسوب ہے۔ پختہ نسبتوں والی میانوالی گانگوی، چکڑالوی، بندیالوی، پپلانوی اور واں بھچروی طبقاتُ العلماء اور سلاسلُ العلم کی بنا پر بھی معروفِ جہاں ہے۔ اہل العلم اِن علمی دھاروں کے پسِ منظر سے بخوبی واقف ہیں۔ جن کے بانیان میں سید احمد الدین گانگوی فرنگی محلی، مولانا غلام فخر الدین گانگوی، قاضی قمر الدین سہارن پوری محدث چکڑالوی، مولانا عبد اللہ چکڑالوی، علامہ یار محمد بندیالوی خیر آبادی، علامہ عطا محمد بندیالوی، علامہ غلام محمود پپلانوی اور مولانا حسین علی واں بھچروی، مولانا ابو الفتح اللہ بخش واں بھچروی شامل ہیں، حتیٰ کہ چکڑالہ اورواں بھچراں ایسی علمی آراء کی جنم بھومیاں بھی ہیں۔ جن کی ایک علمی تاریخ ہے اور جن سے نزاعات کے ایک نہ ختم ہونے والے سلسلے نے بھی جنم لیا۔ جس سے ان علاقوں کی طبعی زرخیزیت اور علمی معرکہ آرائیت کے رجحان کا بھی پتہ چلتاہے۔ بہر حال! گانگی، بندیال، پپلاں اورواں بھچراں کے علمی دھارے آج بھی پوری شدت

سے رواں دواں ہیں۔ ان علاقوں کے کتابی اور مسوداتی ذخائر آج بھی نظروں کو خیرہ کئے دیتے ہیں۔

سید احمد الدین گانگوی کی فقہی وکلامی آراء وتعبیرات کو سمجھنے کے لئے اُن کے معاصر علماء کا تعارف ضروری ہے لہٰذا اس فصل میں میانوالی کے معروف مدارس اور سید گانگوی کے معاصر علاقائی علماء کا مختصر تعارف شامل کیا جائے گا۔

1۔ مدرسہ اسحاقیہ گانگویہ

حضرت شاہ محمد اسحاق: مدرسہ گانگوی کے بانی

حضرت شاہ محمد اسحاق ہی مدرسہ گانگی کے بانی تھے اور کچھی کے ان علاقوں میں تدریسی روایت کے بانی بھی آپ ہی ہیں۔ آپ سے پہلے یہاں کسی دار العلوم یا مدرسہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ آپ کے لوح مزار پُرانوار پر لکھا شاہ معین الحق سنجرانی کا یہ شعر آپ کے علمی مقام ومرتبہ کی عکاسی کرتا ہے۔

شاہ اسحاق آں بحر العلوم
من ندیدم ثانیش در شام وروم

مدرسہ گانگوی کے معروف مدرسین :

حضرت شاہ محمد اسحاق تک اس سلسلہ کے چند مشہور علماء کے نام حسب ذیل ہیں۔

i۔ مولانا سید محمد عثمان شاہ:

آپ شاہ محمد اسحاق کے فرزند اکبر ہیں۔ اذکار الفاضلین (ص 71) کے مصنف نے انہیں مفسر کچھی کے نام سے یاد کیا ہے اس لقب سے معلوم ہوتا ہے کہ

انہوں نے شاید قرآن حکیم کی کوئی تفسیر لکھی تھی جو دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکی۔ (1)

ii۔ مولانا سید عبد الواحد گانگوی:

آپ سید محمد عثمان شاہ کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ خود بھی عالم تھے اور آپ کے تینوں بیٹے بھی بڑے فاضل تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ مولانا بہاؤالدین، مولانا محمد حسن اور مولانا خیر محمد

iii۔ مولانا بہاؤالدین گانگوی:

مولانا عبد الواحد کے بڑے بیٹے مولانا بہاؤ الدین بھی اچھے عالم دین اور درویش صفت بزرگ تھے۔ ان کے دو بیٹے نامور ہوئے مولانا غلام علی اور مولانا اشرف علی۔ (2)

iv۔ مولانا سید غلام علی گانگوی (م 1867ء):

مولانا سید غلام علی مدرسہ گانگی کے صدر مدرس تھے اور آپ کے فرزند فاضل یگانہ سید احمد الدین گانگوی برصغیر پاک وہند میں معروف ہوئے اور مولانا گانگوی کے عرف سے مشہور ہوئے۔

v۔ مولانا سید احمد الدین گانگوی :

آپ 1867ء سے 1926ء تک مدرسہ گانگی کے صدر مدرس رہے۔ گانگی کے زیر آب آنے کے بعد آپ نے میانوالی میں جامعہ شمس العلوم گانگوی کی بنیاد رکھی۔ آپ ہی کی بدولت مدرسہ گانگی اور جامعہ شمس العلوم ہندوستان بھر میں

معروف ہوا۔

vi۔ مولانا سید مقصود علی گانگوی:

آپ مولانا اشرف علی کے بیٹے اور سید احمد الدین گانگوی کے چچا زاد تھے۔ آپ بھی بڑے عالم اور درویش منش انسان تھے۔

vii۔ مولانا سید امیر علی گانگوی (م 1964ء):

آپ سید مقصود علی شاہ کے بیٹے اور معروف محقق سید نصیر شاہ مرحوم کے والد ہیں۔ آپ کافی عرصہ تک مدرسہ گانگوی میں مدرس رہے۔ اکثر کتابیں سید احمد الدین گانگوی سے پڑھیں۔ آپ کی کتاب تحفہ لاریب فی تقاسیم علم غیب پر برصغیر کے نامور علماء نے تقاریظ لکھیں۔ دیگر کئی تصانیف ان کی یادگار ہیں طب و حکمت میں بھی یگانہ روزگار تھے سرائیکی کے بہت بڑے شاعر تھے ان کی تصانیف دینی اور طبی موضوعات پر ہیں۔ منظوم مجموعے بھی ان کی یادگاریں ہیں۔ (3)

2۔ مدرسہ سیلواں

قدیم و شہرہ آفاق مدرسہ سیلواں، سیلواں شہر نزد کندیاں میانوالی کی مسجد ردھانیانوالی کے ساتھ قائم تھا۔ مولانا علی محمد ہاشمی بن مولانا غلام رسول ہاشمی اس مدرسہ کے بانی تھے۔ طلباء بالعموم درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ سیلواں شہر کی زیادہ آبادی سیلو قوم کی تھی۔ شہر کے آٹھ نمبر دار تھے ان نمبرداروں کے ذمہ طلباء کا کھانا لگا ہوا تھا۔ مولانا علی محمد ہاشمیؒ کی شخصیت کا یہ اعجاز تھا کہ سیلواں جیسی دور اُفتادہ اور گمنام بستی علم کا مرکز بن کر آسمان شہرت پر جا پہنچی۔ انتہائی ذہین و فطین طلباء

دور دراز سے کشاں کشاں یہاں کا رُخ کرتے۔ مولانا علی محمد ہاشمی کے فرزندان ارجمند مولانا شیر محمد ہاشمی، مولانا غلام محمد ہاشمی اور مولانا گل محمد ہاشمی بھی مستند اور جید علماء تھے جو کہ سیلواں کے مدرسہ ہی میں اپنے عظیم المرتبت والد گرامی کے دست وبازو تھے اور اُن کے ساتھ درس وتدریس کی ذمہ داریاں سرانجام دیتے تھے۔

مولانا ہاشمی کے فرزندان سے بھی ایک زمانے نے استفادہ کیا لیکن اس بارے میں زیادہ معلومات میسر نہیں ہیں۔ قبل ازیں مولانا علی محمد قریشی کے والد مولانا غلام رسول ہاشمی ہی تھے جنہوں نے دریائے سندھ کے کنارے سیلواں جیسی گمنام بستی میں علم دین کی شمع جلا رکھی تھی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے احکامات پہنچارہے تھے۔ یہاں کی زندگی بھی انتہائی کٹھن تھی علاقہ دریا کی طغیانیوں کی زد میں رہتا تھا۔ بستے اور اُجڑتے رہنے والے اس علاقے کے لوگوں کو نقل مکانی کرنا پڑتی۔ یوں اُن کی زندگیاں دریا کے پانیوں سے لڑتے لڑتے اور کسب معاش میں گزر جاتی۔ مولانا علی محمد ہاشمی انتہائی طاقت ور تھے۔ جوانی میں آپ نے ایک بہت بڑے پتھر کو اُٹھا کر پٹخ دیا جس پر واہ واہ مچ گئی۔ مولانا غلام رسول ہاشمی نے فرمایا "کاش میرا بیٹا اپنی اس طاقت کو دین اسلام کو سیکھنے کے لئے خرچ کرتا تو مجھے خوشی ہوتی"۔ (4)

والد گرامی کی اس خواہش نے مولانا علی محمد ہاشمی کے من کو زخمی کر دیا چنانچہ وہ اپنے والد کی اس خوبصورت تمناء کو دل سے لگا کر اپنے بیٹے شیر محمد کو ساتھ لئے دین کی تعلیم کے لئے نکل پڑے، باپ بیٹا دونوں مختلف مدارس کی خاک چھانتے اور علم کی پیاس بجھاتے پھرے۔ کن مدارس اور مدرسین سے پڑا یہ تو معلوم نہیں لیکن مولانا علی محمد ہاشمی کی جلالت علمی کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے شاگردوں

میں مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا نور زمان (کوٹ چاندنہ)، مولانا اکبر علی (میانوالی)، مولانا محمد حیات (مندہ خیل)، حضرت پیر غلام حسن (سواگ شریف)، مولوی حسین علی (واں بھچراں)، مولوی محمد جمال گھوٹوی شامل ہیں۔ معروف محقق، سکالر، شاعر اور ادیب سید نصیر شاہ کے والد مولانا امیر علی شاہ گانگوی بھی مولانا علی محمد ہاشمی کے شاگرد تھے۔ مولانا علی محمد مظاہری نے تاریخ میانوالی میں مولانا امیر علی شاہ کو مولانا گل محمد ہاشمی کا شاگرد لکھا ہے۔ تذکرہ علمائے پنجاب کے صفحہ نمبر ۸۶۴ پر اختر راہی یوں رقم طراز ہیں: "پیر غلام حسن نقشبندی (موضع ڈگر سواگ، کروڑ لعل عیسن، متولد 1285ھ / 1868ء قریباً) خواجہ عثمان دامانی اور خواجہ محمد سراج الدین دونوں کے خلیفہ مجاز تھے اور مولانا غلام محمد ہاشمی سیلواں کے شاگرد تھے۔ مولانا ابو سعد احمد خانؒ (خانقاہ سراجیہ / کھولہ والے) نے بھی ابتدائی عربی و صرف و نحو کی کتب مولانا عطاء محمد قریشی سیلواں سے پڑھیں۔ مولانا عطاء محمد قریشی بھی مولانا غلام رسول ہاشمی کی طرح حضرت عمر ہاشمی گھنڈی کے قریشی ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا عطاء محمد قریشی تکمیل تعلیم کے بعد کچھ عرصہ مولانا علی محمد ہاشمی کے مدرسہ سیلواں میں پڑھاتے رہے۔ مولانا عطاء محمد قریشی حضرت خواجہ سراج الدین دامانی علیہ الرحمہ (موسیٰ زئی شریف) کے خلیفہ تھے اور اُن کے صاحبزادے خواجہ محمد ابراہیم موسیٰ زئی کے اُستاد بھی تھے۔ مولانا عطاء محمد قریشی کا مزار مبارک گھنڈی نزد کندیاں میانوالی کے قبرستان میں حضرت عمر ہاشمی علیہ الرحمہ کے مزار کے قریب واقع ہے۔"[5]

مولانا قاضی اکبر علی قریشی موضع یارو خیل متولد 1821ء (بن مولانا نور محمد شاہ قریشی شاگرد شاہ عبد العزیز محدث دہلوی) نے بھی سیلواں کے قریشی خاندان سے

علم حاصل کیا۔ قاضی اکبر علی ایک جید عالم تھے اور 1867ء تک بنوں کی شرعی عدالت کے قاضی رہے۔ قاضی اکبر علی کے دوسرے بھائی قاضی مہر علی شاہ قریشی نے بھی سیلواں سے تعلیم حاصل کی تھی۔واضح رہے کہ مولانا نور محمد قریشی (1775ء/1829ء)حضرت شاہ عبدلعزیز محدث دہلویؒ کے پاس دہلی تشریف لے گئے تھے تو اقوام قریش سکنہ کے دو علماء مولانا محمد صدیق قریشی اور مولانا غلام صدیق قریشی بھی اُن کے ہمراہ تھے۔اس بات سے سیلواں میں علم کے حصول کی روایت کی قدامت کا پتہ چلتا ہے۔

مدرسہ سیلواں کا قیمتی کتب خانہ:

مولانا علی محمد ہاشمی کا سیلواں میں ایک نہایت ہی قیمتی کتب خانہ تھا۔ لیکن چشمہ جھیل کے اندر آجانے کی وجہ سے کتابوں کا یہ خزانہ بروقت نکالا نہ جاسکا اور صد افسوس کہ شاندار قلمی نسخے اور دیگر کتابیں ضائع ہو گئی، علمائے سیلواں کے جمع کردہ یہ علمی نوادر اور جواہر پارے غرقِ دریا ہو گئے۔

مقدرو ہو تو خاک سے پوچھو کہ اے لئیم

تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

مولانا علی محمد قریشی کی تاریخ وفات نہیں مل سکی اندازاً آپ کا انتقال انیسویں صدی کے آخر میں ہوا۔ آپکو بھی گھنڈی کے قبرستان میں مولانا عمر ہاشمیؒ کے مزار کے ساتھ دفن کیا گیا۔[6]

☆ دیگر قدیم وجدید مدارس دینیہ

مدرسہ اسحاقیہ گانگویہ اور مدرسہ سیلواں کے بعد جو مدارس قائم ہوئے ان کا اجمالاً یہاں تعارف کرایا جاتا ہے۔

☆ جامعہ شمس العلوم گانگویہ

☆ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں (لیاقت آباد)

☆ جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی

☆ دارالعلوم جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں

☆ جامعہ حسینیہ، واں بھچراں

☆ جامعہ شمس العلوم گانگویہ

اس کی اولین بنیاد حضرت مولانا احمد الدین گانگوی صاحب نے رکھی تھی حضرت مولانا خواجہ اکبر علی صاحب بھی آپ کے شاگرد تھے۔ مدرسہ کو مزید فروغ ان کے فرزند مولانا غلام فخر الدین گانگوی نے دیا۔ حفظ وناظرہ اور تجوید وقرات کے ساتھ درس نظامی تک کتب پڑھائی جاتی تھیں۔ یہاں سے فارغ ہونے والے عالم ملک کے طول وعرض میں موجود ہیں۔ مولانا احمد الدین اور مولانا فخر الدین کی وفات کے بعد مدرسہ میں درس نظامی کو مولانا محمد رمضان کامیابی سے چلاتے رہے، اب یہ مدرسہ غیر فعال ہے۔ خانقاہ گانگویہ کے سجادہ نشین صاحبزادہ میاں محمد نعیم الدین شاہ ہیں۔ (7)

☆ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں (لیاقت آباد):

مولانا علی محمد مظاہری لکھتے ہیں، اس عظیم دینی درسگاہ کی بنیاد معروف عالم

دین حضرت مولانا غلام محمود صاحب پپلانوی نے 1903ء میں رکھی تھی اب تک ہزاروں طلبا اس سے فیضاب ہو چکے ہیں حضرت پیر محمد کرم شاہ اور حضرت مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی جیسے فاضلین عصر مولانا غلام محمود صاحب کے شاگرد ہیں۔ حضرت مولانا کی وفات کے بعد ان کے فرزند جلیل حضرت مولانا محمد حسین شوق صاحب ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات اس کے مہتمم تھے۔ اس ادارے کے اندر شعبہ حفظ و تجوید سے لے کر درس نظامی تک تعلیم دی جاتی ہے اور ساتھ ہی میٹرک بھی کرایا جاتا ہے۔ مدرسہ کے اپنے چار کمرے ہیں دو مکان کرائے پر لے رکھے ہیں۔ مدرسین کی تعداد پانچ ہے اس وقت بیس غیر مقامی اور دو سو کے قریب مقامی طلبا زیر تعلیم ہیں۔ (8)

حضرت علامہ ریاض محمود (فرزند محمد حسین شوق) آج کل اس مدرسہ کے روح رواں ہیں ۔

☆ جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی:

اسے حضرت مولانا محمد اکبر علیؒ نے 1903ء میں قائم کیا تھا پہلے اس کا نام مدرسہ اسلامیہ لخدام غوثیہ تھا۔ حضرت خواجہ محمد اکبر علی کی وفات کے بعد ان کے فرزند جلیل حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب اس کے مہتمم ہوئے اور مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ کا دور شروع ہوا اب اس کا نام جامعہ اکبریہ رکھا گیا مولانا غلام جیلانی صاحب کے بعد ان کے فرزند صاحبزادہ عبد الملک صاحب اس کے مہتمم ہیں صاحبزادہ صاحب خود بھی بڑے عالم دین ہیں مدرسہ کی عمارت چودہ کمروں پر مشتمل ہے دو برآمدے ہیں کتب خانہ، دفتر، اساتذہ کے تدریسی کمرے اور طلبا کے رہائشی کمرے ہیں ناظرہ قرآن

پاک سے لے کر دورہ حدیث تک پڑھایا جاتا ہے اس کے ساتھ جدید علوم کی تدریس کا بھی مناسب انتظام ہے لڑکیوں کے لئے بھی الگ تدریس کا انتظام کیا گیا ہے فاضل عربی کی کلاسیں بھی لگتی ہیں فراہم کردہ تفاصیل کے مطابق اب تک ہزاروں طالبعلم یہاں سے سند فراغ حاصل کر چکے ہیں۔ رپورٹ 86-1985ء کے مطابق حکومت کی طرف سے 75 ہزار روپے سالانہ گرانٹ اس کے حوالے کی گئی اب دارالحدیث کی الگ تعمیر کی جارہی ہے۔[9]

☆ دارالعلوم جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں :

مولانا گانگوی اور خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی خواہش پر نواب ملک مظفر خان نے یہ مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ کے پہلے مدرس مولانا گانگوی کے تلمیذ مولانا غلام یٰسین واں بھچروی مقرر ہوئے۔ جو بیس سال سے زائد عرصے تک اس مدرسہ کے روح رواں رہے۔ یہاں ان سے استفادہ کرنے والوں میں مولانا عطا محمد بندیالوی، مولانا غلام فخر الدین گانگوی اور مولانا مفتی محمد حسین شوق پپلانوی جیسے افاضل شامل ہیں۔ بعد ازاں مسلکی اختلافات کی بنیاد پر آپ مدرسہ سے الگ ہو گئے۔ بعد کے مدرسین میں مولانا شیخ الحدیث اللہ بخش شامل تھے۔ جن سے ہزاروں علما نے اکتساب فیض کیا۔ ان کے بعد اس کے مہتمم مولانا محمد ابراہیم سیالوی رہے اور اب ان کے وصال کے بعد ان کے فرزند مولانا محمد سعید سیالوی چلا رہے ہیں۔[10]

☆ جامعہ حسینیہ، واں بھچراں:

مولانا حسین علی نے واں بھچراں کے مقام پر یہ مدرسہ قائم کیا اور کم و بیش 60 سال کے عرصہ کی تعلیم و تربیت سے سینکڑوں علما نے ان سے اکتساب علم کیا۔

بعض مشہور تلامذہ کے نام حسب ذیل ہیں۔ ☆مولانا عصام الدین بہبودی ☆مولانا غلام رسول انہی، ضلع گجرات ☆مولانا عبد العزیز، گوجرانوالہ ☆مولانا نصیر الدین غور غشتی ☆مولانا محمد امیر بندیالوی ☆مولانا یار محمد، ملتان ☆مولانا شاہ نور محمد، کشمیری ☆مولانا قاضی نور محمد ☆مولانا میاں احمد صاحب، میانوالی ☆مولانا محمد قاسم، مظفر گڑھ ☆شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ☆مولانا نذر شاہ ☆مولانا سرفراز خان گکھڑوی ☆مولانا عنایت اللہ شاہ، گجراتی ☆صوفی عبد الحمید، سواتی ☆مولانا طاہر پنج پیری(11)

☆ جامعہ عربیہ تبلیغ الاسلام موتی مسجد، میانوالی :

اس کے بانی مولانا محمد رمضان صاحب فاضل دیوبند تھے جو کہ وفات پا چکے ہیں اب ان کے پوتے صاحبزادہ عبید اللہ جواد مدرسہ چلا رہے ہیں طلبا کی کافی تعداد ہر سال فارغ التحصیل ہوتی ہے۔

☆ دار العلوم تعلیم القرآن جامع مسجد میاں سلطان علی میانہ :

مولانا محمد امیر صاحب مرحوم اور مولانا عطا محمد صاحب مرحوم نے اسے شروع کیا تھا۔

☆ جامعہ قاسم العلوم بلوخیل :

قدیمی مدرسہ ہے 1947ء میں قائم ہوا تھا۔ اس وقت اس کے مہتمم مولانا علی محمد مظاہری تھے ابتدا میں معروف نابینا عالم حضرت مولانا حافظ احمد صاحب بھی مظاہری صاحب کے ساتھ تدریس میں شریک رہے وہ فوت ہو گئے تو مولانا مظاہری

صاحب نے خود سب کچھ سنبھال لیا۔ طلبہ کے لئے سات کمرے ہیں رہائش اور خوراک کا انتظام ہے حفظ وناظرہ، تجوید و قرات کے ساتھ درس نظامی بھی پڑھایا جاتا ہے مدرسہ سے ملحق بہت بڑی لائبریری ہے۔ (12)

☆ شمس العلوم غوثیہ نصیریہ خواجہ آباد شریف :

یہ مدرسہ 1960ء میں قائم ہوا عمارت 8 کنال اراضی پر ہے آٹھ کشادہ کمرے ہیں تقریباً دو سو طلبا فارغ التحصیل ہو چکے ہیں
درس نظامی تک تعلیم دی جاتی ہے مدرسین کی تعداد چار ہے اس وقت طلبا کی کل تعداد 125 ہے جن میں مقامی طلبا 80 اور غیر مقامی 45 ہیں جن کے قیام، کتب وغیرہ کا مکمل انتظام مدرسہ کے ذمہ ہے۔ (13)

☆ جامعہ محمدیہ نوریہ چشتیہ عیسیٰ خیل:

اس کے بانی غلام حسین چشتی تھے۔ مدرسہ کا انتظام وانصرام صوفی محمد اقبال صاحب اور ملک غلام اکبر صاحب کے ذمہ ہے۔

☆ دارالعلوم جامعہ خلیلیہ رضویہ کندیاں :

حافظ خلیل صاحب کندیاں کی معروف شخصیت تھے وہ صرف قرآن حکیم حفظ کراتے تھے۔ اب صاحبزادہ قاری غلام یٰسین صاحب نقشبندی دار العلوم کے مہتمم ہیں۔

☆ جامعہ شمس صدیقیہ رضویہ جامع مسجد شمس الدین :

اس کے بانی اور مہتمم مولانا شیخ الحدیث میاں محمد صاحب تھے اور اب مولانا

ضیاء اللہ بھوروی اس کے مہتمم ہیں۔

☆ دار العلوم تعلیم القرآن رضویہ وچویں ڈاکخانہ چک نمبر 19 / ڈی بی:

حافظ نور محمد صاحب اس کے مہتمم ہیں۔

☆ انجمن دار العلوم غوثیہ سلطانیہ رضویہ بالا شریف براستہ ہرنولی:

مدرسہ 1968ء میں قائم ہوا اور 1979ء میں رجسٹرڈ ہوا اس کے مہتمم حافظ محمد ابراہیم صاحب ہیں 87 حفاظ فارغ ہو چکے ہیں 223 بچے ناظرہ قرآن پڑھ چکے ہیں 46 بچیاں بھی ناظرہ قرآن پڑھ چکی ہیں اس وقت تین اساتذہ ہیں اور طلبا کی تعداد 367 ہے جن میں غیر مقامی طلبہ بھی شامل ہیں آٹھ پختہ رہائشی کمرے ہیں ڈیڑھ کنال زمین مدرسہ کے زیر تصرف ہے 1981 تا 1992ء حکومت کی طرف سے 20000 سالانہ گرانٹ ملتی رہی ہے۔[14]

☆ مدرسہ تدریس القرآن ابن تیمیہ گاؤں رن باز خیل ڈاکخانہ شیر والہ:

ڈائریکٹری کے مطابق اس کے مہتمم محمد اسلم نیازی ایم اے ہیں۔

☆ جامعہ عربیہ انوار الاسلام ڈھوک علی خان :

اس کے مہتمم عالمگیر صاحب ہیں۔

☆ مدرسہ عربیہ عثمانیہ کندیاں :

اس کے مہتمم نذیر احمد صاحب ولد صوفی شیر محمد ہیں۔ 1963ء میں اس کی بنیاد رکھی گئی موقوف علیہ تک کتابوں کی تدریس کا انتظام بھی کر دیا گیا ہے موقوف علیہ تک دس طالبعلم ہیں اور حفظ و ناظرہ میں سینکڑوں طالبعلم ہیں حکومت سے گرانٹ نہیں

لیتے چار کمرے ہیں مدرسین کی تعداد تین ہے

☆ **جامعہ غوثیہ واحدیہ، میانوالی :**

یہ نئے مدارس میں شامل ہے۔اس کے مہتمم مولانا منصور شاہ اویسی ہیں۔

☆ **جامعہ فیضان مدینہ، میانوالی :**

کچھ عرصہ قبل دعوت اسلامی کے زیر اہتمام اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔اس مدرسہ میں حفظ وناظرہ اور درس نظامی کی کلاسز جاری ہیں۔

☆ **منہاج القرآن اسلامک سنٹر، میانوالی:**

ادارہ منہاج القرآن کے زیر انتظام یہ مدرسہ قائم کیا گیا جہاں حفظ و ناظرہ اور سکول کی تعلیم دی جاتی رہی۔اب یہ مدرسہ غیر فعال ہے۔

معاصر علاقائی علماء

☆ **مولانا قاضی قمر الدین(م1909ء):**

حضرت مولانا قاضی قمر الدین کی ولادت 22رمضان 1274ھ کو چکڑالہ کے قاضی خاندان میں ہوئی۔ آپ کے والد کا اسم گرامی قاضی محمد سلیمان تھا۔ آپ نے ابتدائی دینی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔پھر انگہ ضلع سرگودھا میں کئی سال پڑھتے رہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی انگہ میں آپ کے ہمدرس تھے۔ 1293ھ میں سہارن پور تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پور اور حضرت مولانا احمد حسین کانپوری سے تفسیر وحدیث اور فنون کی بقیہ کتابیں

پڑھیں۔ ذوالحجہ 1296ھ میں سند فضیلت حاصل کر کے وطن تشریف لائے۔ 1298ھ میں بستی قاضیاں والی ضلع مظفر گڑھ میں قاضی فقیر محمد صاحب سے طب پڑھی۔ گھر آکر ابھی مطب کا سلسلہ شروع نہیں کیا تھا کہ آپ کے چچازاد بھائی غلام نبی المعروف مولوی عبد اللہ چکڑالوی کو تبدیلی عقیدہ کی وجہ سے افتاء و خطابت سے معزول کر دیا گیا۔ جس کے بعد علاقہ کے لوگوں کے اصرار پر آپ نے یہ ذمہ داریاں قبول کرلیں اور ساتھ ہی تدریس بھی شروع کر دی۔ آپ کے شاگردوں میں بلند پایہ مفسر، محدث اور مشائخ طریقت ہوئے۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں سید شاہ محمد دندہ شاہ بلاول، مولانا قاضی شمس الدین ڈھرنالوی (گوجرانوالہ)، حضرت غلام حسن سواگ شریف، مولانا نصیر الدین غور غشتی، مولانا ولی اللہ انہی (گجرات)، مولانا فضل علی قریشی مسکین پور (مظفر گڑھ)، مولانا نور زمان شاہ کوٹ چاندنہ (میانوالی)، پیر فضل حسین شاہ پیر پہائی (میانوالی)، مولانا احمد دین کیلوی (شاہ پور)، مولانا رسول احمد ڈھوک بھرتال ، مولانا میاں محمد (کفری) وغیرہ شامل ہیں۔[15]

آپ کا تعلقِ بیعت موسیٰ زئی شریف کے حضرت خواجہ محمد عثمان سے تھا۔ حضرت خواجہ کو آپ کی علمی وروحانی استعداد پر پورا اعتماد تھا۔ مولانا اکبر علی دہلوی نے، مجموعہ فوائد عثمانی کتاب لکھی تو حضرت خواجہ صاحب نے آپ سے تصحیح کرانے کا حکم دیا۔ حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد سراج الدین صاحب کی دستار فضیلت کی تقریب میں اساتذہ اور خلفاء کے ساتھ آپ کی بھی دستار بندی ہوئی۔ حضرت خواجہ محمد عثمان نے 1314ھ میں سفر آخرت فرمایا تو آپ نے ان کے جانشین فرزند شیخ کامل حضرت محمد سراج الدینؒ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ تکمیل سلوک کے بعد خلافت

واجازت سے سرفراز ہوئے۔

قاضی محمد ظفر ذبیح آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

سید لعل شاہ ہمدانی دندہ شاہ بلاول کی خدمت میں لے جاکر مرید کرادیتے حالانکہ آپ کے پیرومرشد آپ کی تعریف کرتے ہوئے آپ کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔ خداوند کریم نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو استغراق قوی عطا فرمایا ہے اور ان شاء اللہ اسی استغراق کے سبب آپ کو جناب اقدس کی جانب کشش عطا فرمائے گا۔ یہاں سے جب فقیر آپ کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو پہلے کی نسبت آپ کے باطن میں وسعت زیادہ معلوم ہوتی ہے ایک قسم کی بے رنگی آپ کے باطن میں پائی جاتی ہے یہ وسعت اور سرنگی لطیفہ نفس میں معلوم ہوتی ہے امید ہے کہ آپ کو اس کا مشاہدہ ہوتا ہو گا۔[16]

آپ مناظرہ اور مباحثہ کو پسند نہیں فرماتے تھے لیکن کوئی مجبور کردیتا تو پھر میدان میں ڈٹ جاتے۔ آپ کے مقابلہ میں کوئی مناظر ٹھہر نہ سکتا تھا۔ منکرین صحابہؓ سے بھی آپ کے کامیاب مناظرے ہوئے۔ عبد اللہ چکڑالوی کے لئے آپ نے زمین تنگ کردی تھی۔ مولانا احمد الدین گانگوی اور قاضی قمرالدین چکڑالوی کی ہی کاوشوں سے مولانا عبد اللہ چکڑالوی ناکام ہوئے۔ تحریر و تقریر میں ہر دو حضرات کے مابین رابطہ رہتا۔1880ء کی دہائی میں مولانا غلام نبی معروف بہ عبد اللہ چکڑالوی نے ابتداً تقلید اور تصوف کا انکار کیا۔ تقلید کے مسئلے پر مولانا گانگوی نے بزبان عربی نور الایمان فی تائید مذہب النعمان، کے نام سے ایک مدلل کتاب لکھی۔ جس میں نواب صدیق حسن خان بھوپالی، سید نذیر حسین دہلوی اور مولانا عبد اللہ چکڑالوی کے نظریات کا رد

کیا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد مولانا چکڑالوی نے حدیث کا انکار کر دیا اور صرف قرآن کو ہی کافی قرار دیا۔ میانوالی سے اٹک تک درجنوں قصبات میں دسیوں جلسے ،مناظرے اور مباحثے ہوئے جس میں اہل سنت کی طرف سے قاضی قمر الدین محدث چکڑالوی ،مولانا عبد اللہ چکڑالوی کی آراء کا رد کرنے میں پیش پیش رہے۔ عبد اللہ چکڑالوی یہاں سے مایوس ہو کر لاہور چلے گئے اور پھر وہاں انہوں نے اپنے خیالات کا پرچار کیا۔ وصال سے چند دن پہلے مولانا عبد اللہ چکڑالوی یارو خیل (میانوالی) آ گئے۔ یہیں ان کا وصال ہوا اور قبرستان یارو خیل میں مدفون ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ تلہ گنگ اور میانوالی میں مولانا چکڑالوی کا کوئی ایک پیروکار بھی نظر نہیں آتا۔ شاید اس کی وجہ مولانا گانگوی اور قاضی قمر الدین کا قائم کردہ علماء و مشائخ کا اتحاد تھا جس کے شواہد مخطوطات اور قلمی مکتوبات میں موجود ہیں۔ قاضی قمر الدین نے صرف و نحو اور دیگر موضوعات پر عربی اور فارسی میں کئی چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں۔ مگر ایک آدھ کے سوا اشاعت کی نوبت نہ آئی۔ حاشیہ سنن ابی داؤد قمریہ ،سفر نامہ حجاز، فوائد قمریہ، شرح قواعد قمریہ، الضابطہ السراجیہ، اوقات نماز وغیرہ اب بھی غیر مطبوعہ آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ (17)

آپ بیمار ہوئے تو حضرت خواجہ محمد سراج الدین ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن حالت معلوم کرنے کے لئے دریاخان سے آدمی بھیجا کرتے۔ حضرت خواجہ صاحب کا قیام ان دنوں دریاخان تھا۔ ایک دن اطلاع کی انتظار کئے بغیر حضرت دریاخان سے چکڑالہ روانہ ہوگئے۔ سحری کے وقت چکڑالہ پہنچے تو حضرت قاضی صاحب کا آخری وقت تھا۔ قاضی صاحب نے اپنے شیخ کی زیارت کی اور روح پرواز کر گئی۔

حضرت خواجہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی دن 12 شوال 1327ھ کو علم و معرفت کا یہ خزانہ لحد کے حوالے کر دیا گیا۔ (18)

آپ کا مزار چکڑالہ کے قبرستان میں ہے آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ آپ کی ایک بچی تھی جو کہ قاضی کلیم اللہ صاحب کے گھر تھی آپ بھی وقت کے بہت بڑے عالم ہو گزرے ہیں۔ آج کل قاضی محمد ظفر ذبیح مجددی نقشبندی آپ کی اولاد سے صاحب سجادہ ہیں۔

☆ مولانا حسین علی واں بھچروی (م 1943ء):

ولادت و تحصیل علم:

مولانا حسین علی بن محمد عبد اللہ 1283ھ،1866 میں واں بھچراں میانوالی کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے قریب موضع شادیہ میں حاصل کی بعض کتابیں اپنے والدین سے پڑھیں، مولانا رشید احمد گنگوہی کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا اور ان سے سند حدیث حاصل کی کچھ عرصہ مولانا مظہر نانوتوی سے تفسیر قرآن کا درس لیا۔ 1304ھ میں مولانا احمد حسن کانپوری سے منطق و فلسفہ کی تکمیل کر کے وطن لوٹے۔ (19)

تدریس و تبلیغ:

مولانا علی محمد مظاہری علماء و صلحائے میانوالی میں مولانا حسین علی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> 1863ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق راجپوت بھٹی خاندان سے تھا۔
> ابتدائی تعلیم سیلواں سے حاصل کی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی سے درس

حدیث مکمل کی۔ تفسیر مظاہر العلوم سہارن پور میں مولانا مظہر نانوتوی
سے پڑھی۔ موسیٰ زئی شریف کے خواجہ محمد عثمان سے بیعت کی اور
واں بھچراں میں تدریس دین کا آغاز کیا۔ وہ ایک مخصوص طرز فکر
کے حامل تھے۔ انہیں بہت سے مسائل میں علماء دیوبند سے بھی
اختلاف تھا۔ اپنے آپ کو مواحد خالص کہتے تھے۔ انہوں نے بلغۃ
الحیران کے نام سے اردو میں تفسیر قرآن بھی لکھی تھی۔[20]

تصانیف:

☆ بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان، (اردو) یہ قرآن کریم کی آیات وسورۃ کا باہم ربط بیان کرنے اور تفسیری نکات اور خاص خاص الفاظ کی تشریح اور مشکلات کے حل پر مشتمل ہے اس کو اثنائے درس میں مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید نذر حسین شاہ صاحب نے قلمبند کیا ہے۔ اس تفسیر کے دیباچہ میں درج ہے کہ یہ تقریریں جو آگے آتی ہیں۔ حضرت صاحب نے غلام خان سے قلمبند کروائی ہیں اور بذات خود ان پر نظر فرمائی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس کی ترتیب وجمع میں حضرت برابر شریک وذمہ دار ہیں۔

☆ تبیان فی تفسیر القرآن (قدیم نام تفسیر بے نظیر ہے) (اردو) یہ چھوٹا سا رسالہ 96 صفحات پر مشتمل ہے، اور اس میں قرآن کریم کی تمام سورتوں کا الگ الگ خلاصہ درج کیا گیا ہے۔[21]

☆ تلخیص الطحاوی (عربی) یہ 152 صفحات کی کتاب ہے۔ یہ امام طحاوی کی مشہور کتاب شرح معانی الآثار جو علم حدیث میں طبقہ ثالثہ کی نہایت ہی

معتبر اور مستند کتاب ہے اور احادیث کے معانی بیان کرنے میں اور توجیہات میں بے مثل کئی سو صفحات کی کتاب ہے۔ اس کے تمام ابواب کا الگ الگ خلاصہ مولانا حسین علی نے درج کیا۔ اس پر مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندی مرحوم کے حواشی بھی بعض بعض جگہ ہیں۔[22]

☆ تحریرات حدیث (عربی) بڑے سائز کے 258صفحات کی کتاب ہے۔ تحریرات حدیث کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ احناف کرام صحیح معنی میں عامل بالحدیث ہیں اور جو احادیث بظاہر متعارض یا متضاد معلوم ہوتی ہیں ان کی صحیح تطبیق علماء احناف کا زریں کارنامہ ہے اور تطبیق کے بعد احناف تو سب احادیث پر عمل کرتے ہیں جو روایتہ صحیح ہوں لیکن دوسرے حضرات احادیث کا ایک بہت بڑا حصہ ترک کر دیتے ہیں۔ مولانا حسین علی فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ احادیث کے صحیح مطلب کو پالیتے ہیں اور شارع علیہ السلام کی اصلی غرض کو متعین کر دیتے ہیں اور اس سے راویوں کے اختلاف اور روایت بالمعنی سے جو تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں ان کو واضح فرما دیتے ہیں۔[23]

☆ تقریر الجنجوہی علی صحیح البخاری (عربی) یہ بخاری شریف کی تقریر ہے جو اس کے جستہ جستہ مقامات کی شرح اور اشکالات و تراجم وغیرہ کا بیان اور بعض مشکل الفاظ کی تشریح ہے یہ مختصر سی کتاب ہے جملہ صفحات 103 ہیں بخاری شریف کے درس کے دوران جو علمی اور تحقیقی باتیں آپ نے فرمائیں ان کو مولانا حسین علی نے عربی زبان میں ضبط کیا۔[24]

☆ تقریر الجنجوھی علی صحیح المسلم (عربی) یہ نہایت ہی مختصر تقریر ہے اس کے

صفحات 68ہیں مولانا گنگوہی کے افادات ہیں آپ کی تصانیف کے بارے میں مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی تحریر میں لکھتے ہیں کہ حضرت کی تصانیف بہت زیادہ ہیں جو احقر کے ذہن میں ہیں وہ عرض کر دی جاتی ہیں۔ برھان التسلیم یا فسخ الحج بالعمرۃ، اس میں یہ ثابت اور ظاہر کیا گیا ہے کہ رواۃ بالمعنی کس طرح حدیث میں تغیر کر دیتی ہے۔ رسالہ خمس اوسق، رسالہ رفع سبابہ، رسالہ ذبح فوق العقدہ، رسالہ جرید تین، تحفہ ابراہیمی، تحریرات حدیث، عون المجود علی سنن ابی داؤد، خلاصہ فتح القدیر [25]

آپ حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے حضرت خواجہ دامانی کے اصحاب خاص میں شامل ہوئے ان کی وفات کے بعد خواجہ سراج الدین کی طرف رجوع کیا اور ان ہی سے خلافت حاصل کی بعد ازاں سلوک و تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے اور متعدد ممتاز علما کو خلعت خلافت سے نوازا۔

معروف تلامذہ :

مولانا حصام الدین اٹک، مولانا غلام رسول، مولانا عبدالعزیز، مولانا نصیر الدین، مولانا غلام اللہ راولپنڈی، مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ، مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مولانا سید عنایت شاہ بخاری، مولانا محمد طاہر پنج پیری صوابی۔

آپ نے رجب 1363ھ 1943ء میں رحلت فرمائی۔ [26]

☆ حضرت علامہ حافظ غلام محمود پپلانوی:

امام منقولات و معقولات، فاضل ریاضیات، عربی ادب کے بلند پایہ ادیب، فقہ حنفی کے متبحر عالم فاضل، جید مناظر، سیبویہ زماں، حضرت مولانا غلام محمود بن

نورنگ بن محمد باقر 1865ء کو بمقام قصبہ وانڈھا محمد خان تحصیل پپلاں ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے آپ کا تعلق راجپوت قوم کی ایک شاخ وینس سے تھا۔ ابتدائی کتب فارسی پڑھنے کے بعد بندیال شریف کو رخت سفر باندھا، بندیال میں فارسی ادب کے یکتائے روزگار استاذ اور ادیب مولانا سلطان محمود بندیال شریف سے فراغت کے بعد عارف کامل علامہ فیض محمد شاہ جلالی (م1945ء) مرید و خلیفہ مجاز خواجہ علامہ عبدالرحمن چشتی ملتانی کے حلقہ درس میں شمولیت اختیار کی اور آپ سے باقی ماندہ کتب نحو کی تکمیل کی۔ دریں اثناء مولانا احمد الدین چکوالی (م1929ء) کے درس مثنوی ربع المجیب اور ربع المقنطرہ وغیرہ علوم کی شہرت اطراف و اکناف میں پہنچی تو علما دور دراز علاقوں سے حاضر ہوتے اور شرف تلمذ حاصل کرتے۔

قدوۃ المحققین علامہ غلام محمود پپلانوی نے بھی حاضر خدمت ہو کر کسب فیض کیا۔ آپ کا شمار علامہ چکوالی کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔[27]

بعد ازاں فاضل متبحر، فقیہ اجل مولانا غلام احمد، حافظ آبادی (م1907ءء) صدر مدرس جامعہ نعمانیہ کی خدمت میں لاہور حاضر ہوئے اور جامعہ نعمانیہ میں داخل ہو کر علوم وفنون کی کتب متداولہ کی تکمیل فرمائی۔[28]

جامعہ نعمانیہ لاہور سے تکمیل کے بعد علی گڑھ تشریف لے گئے وہاں استاذ الکل مفتی لطف اللہ علی گڑھی کا شہرہ آفاق درس قائم تھا۔ قدوۃ المحققین نے آپ سے علم ریاضی کا اکتساب کیا۔ تحریر اقلیدس (تصنیف نصیر الدین محقق طوسی) علم ہندسہ کی شہرہ آفاق کتاب ہے جو سولہ مقالہ جات پر مشتمل ہے اور اس کا مقالہ اولی مقام درس ہے لیکن آپ نے سولہ مقالہ جات یعنی مکمل کتاب سبقاً پڑھ ڈالی۔ بعد ازاں

دارالعلوم دیوبند میں حاضر ہو کر مولانا محمود حسن دیوبندی سے دورہ حدیث پڑھا اور سند حدیث حاصل کی۔[29]

قدوہ المحققین نے جملہ علوم وفنون کے حصول سے فراغت کے بعد 1902ء میں اپنے آبائی گاؤں وانڈھا محمد خان کی طرف 37 سال کی عمر میں واپسی کی۔

درس تدریس:

علامہ غلام محمود ایک بلند پایہ عالم، استاذ الکل اور علم نحو میں سیبویہ زماں تھے۔ آپ کو تمام علوم دینیہ پر کامل عبور حاصل تھا۔

خاص طور پر صرف و نحو، فقہ واصول فقہ، ادب عربی، ہیئت اور علم مناظرہ وغیرہ میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ علم تفسیر اور حدیث میں بھی آپ کا تتبع اور تصفح قابل ستائش ہے۔ آپ درسیات کے جملہ علوم و فنون کا درس دیتے تھے۔ آپ کی شخصیت من حیث التدریس مشہور و معروف تھی۔ طلبا دور دراز علاقوں سے آپ کے پاس تحصیل علم کے لئے حاضر ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب تحفہ سلیمانی کی تصنیف کے سبب کچھ عرصہ تدریس میں انقطاع آیا کیونکہ آپ کو اس کی تحقیق کے لئے دور دراز علاقوں کے کتب خانوں کا سفر کرنا پڑ رہا تھا، طلبا اور محصلین میں ایک اضطراب کی لہر دوڑ گئی کہ انہوں نے تدریس ترک کر دی ہے تو آپ نے تحفہ سلیمانی کی تکمیل پر اس وقفہ کے لئے طلبائے کرام سے اعتذار کرتے ہوئے شائع کروایا۔[30]

> "بندہ کے پاس 1326ھ شوال میں تحفہ سلیمانی شروع ہو گی۔ جو طالبعلم یہ کتاب یا کوئی اور سبق پڑھنا چاہتا ہے تو اطمینان سے آکر پڑھے۔"[31]

پھر تادم زیست یہ سلسلہ تدریس منقطع نہیں ہوا۔ درس و تدریس میں اسی شہرت کی وجہ سے آپ نے تقریباً 15 سال اپنے آبائی قصبہ سے باہر پاکستان کے مختلف مشہور آستانوں پر صاحبزادگان کی تعلیم و تعلم کے لئے تدریس فرمائی۔

جامع محمودیہ کا قیام اور آغاز تدریس:

علامہ غلام محمودؒ نے ہندوستان سے واپسی پر سب سے پہلے یہ کام کیا کہ 1903ء میں ولی کامل حضرت خواجہ پیر فتح محمد بھوروی (م1948ء) کی ایما پر پپلاں میں ایک دینی درسگاہ جامعہ محمودیہ قائم فرمائی ابتداءً اس درس گاہ کا قیام غالباً مائی صاحبہ والی مسجد میں ہوا، بعد میں مستقل جگہ حاصل کر کے مدرسہ وہاں منتقل کر دیا گیا جس میں شعبہ حفظ کے علاوہ درس نظامی کا بھی اہتمام کیا گیا۔ قدوۃ المحققین نے اپنی تدریس کا آغاز اسی مدرسہ سے کیا۔ آپ نے طلبا کو اس محنت، لگن، جدوجہد سے پڑھایا کہ دیکھتے ہی دیکھتے قلیل عرصہ میں دور نزدیک سے آپ کے پاس طلبا کا جم غفیر ہو گیا۔ اپنی سب سے بڑی تصنیف تحفہ سلیمانی حاشیہ بر تکملہ عبدالغفور کا آغاز بھی آپ نے اسی دور میں کیا۔

مشاہیر تلامذہ:

علامہ غلام محمود پپلانوی سے ایک جہان نے شرف تلمذ حاصل کیا جن کا احاطہ بہت مشکل ہے بقول علامہ شرف قادری آپ کے اکثر وبیش تر تلامذہ علم و عرفان کے ماہ تاب بن کر چمکے چند مشہور زمانہ تلامذہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں ۔

حضرت مولانا علامہ فقیر سلطان اعظم قادری، چچھڑ شریف، حضرت مولانا صاحبزادہ احمد دین مکھڈوی، آستانہ عالیہ مکھڈ شریف، حضرت علامہ حافظ خواجہ غلام

سدید الدین معظمی، آستانہ عالیہ معظمیہ، حضرت ملک المدرسین علامہ عطا محمد بندیالوی، حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی (مدرسہ امینیہ، دہلی)، حضرت مولانا مفتی محمد حسین شوق، خلف الرشید، حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد شریف رضوی، (بھکر)، حضرت مولانا ولی اللہ، حضرت خواجہ پیر وارث شاہ عیسیٰ خیل، حضرت مولانا مفتی محمد حسین حضروی (اٹک)، حضرت مولانا احمد حسن گھوٹوی (ملتان)، حضرت مولانا پیر غلام یٰسین، آستانہ عالیہ ڈنگ شریف[32]

☆ **حضرت مولانا ابو سعد احمد خان:**

مولانا علی محمد مظاہری آپ کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"موضع بکھڑا علاقہ کچہ میں تھا۔ مولانا احمد خان صاحب وہیں 1878ء میں پیدا ہوئے موضع دریا برد ہو گیا تو کھولہ تشریف لائے۔ ابتدائی تعلیم سیلواں کے قریشی خاندان سے حاصل کی۔ پھر کان پور سے دورہ حدیث مکمل کیا۔ موسیٰ زئی شریف کے خواجہ عثمان دامانی سے بیعت کی۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے فرزند خواجہ سراج الدین سے تجدید بیعت کی اور خلیفہ مجاز ہوئے۔ موضع کھولہ کے دریا برد ہونے کا خطرہ پیدا ہوا تو میانوالی مظفر گڑھ ریلوے لائن کی مشرقی طرف کندیاں سے ذرا آگے اپنی بستی قائم کی جو اب خانقاہ سراجیہ کے نام سے معروف ہے"۔[33]

بانی خانقاہ سراجیہ کا اسم گرامی احمد خان اور کنیت ابو سعد ہے۔ والد ماجد کا نام ملک مستی خان قوم راجپوت پیشہ زمینداری اور علاقہ کی سرداری، موضع بکھڑا تحصیل

میانوالی ملک مستی خان کا مسکن تھا۔ حضرت مولانا ابو السعد احمد خان 1878ء میں یہیں پیدا ہوئے۔ بکھڑا کی ایک مسجد کے امام سے قرآن مجید پڑھا۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے لیے موضع سیلواں میں حضرت مولانا عطا محمد قریشی کی خدمت میں چلے گئے۔ ان اطراف میں مولانا موصوف کے درس کی بہت شہرت تھی۔ آپ نے عربی صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں اسی درس میں پڑھیں پھر بندیال چلے گئے۔ جہاں مولانا نامی درس دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد تکمیل علم کے لئے مراد آباد (یوپی) پہنچے۔ کچھ عرصہ وہاں مدرسہ شاہی میں پڑھنے کے بعد کانپور چلے گئے۔ یہاں مولانا احمد حسن کانپوری اور مولانا عبید اللہ بکھڑوی تعلیم فقہ و حدیث دیتے تھے۔ ان حضرات سے آپ نے تکمیل دورہ حدیث فرمائی۔

علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد آپ تحصیل سلوک کے لئے حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کی خدمت میں موسیٰ زئی شریف حاضر ہوئے اور نہایت یکسوئی کے ساتھ روحانی کمالات حاصل کئے۔ حضرت خواجہ محمد عثمان کی رحلت کے بعد آپ نے خواجہ سراج الدینؒ سے تجدید بیعت فرمائی۔ رابطہ روحانی بلکہ اتحاد جانی کا یہ عالم تھا کہ آپ بکھڑا سے موسیٰ زئی شریف پاپیادہ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے۔ حضرت خواجہؒ نے آپ کو تمام سلاسل ولایت میں مجاز مطلق قرار دے دیا۔ ابھی آپ کا قیام اپنے آبائی مسکن بکھڑا ہی میں تھا کہ رجوع خلق عام ہو گیا۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے حضرت اعلیٰ کے وصال کے بعد مولانا عبد اللہ المعروف حضرت ثانی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ آپ کے شیخ راسخ فی العلم تھے۔ میری تفسیر کے مطالعہ کے بعد جو گرامی نامہ انہوں نے مجھے لکھا تھا، اسے میں

نے حرز جاں سمجھ کر محفوظ رکھا ہے اور اپنے عزیز واقارب کو وصیت کی ہے کہ میری وفات کے بعد اسے میری قبر میں رکھ دیا جائے تاکہ میرے لئے نجات اخروی کا وسیلہ بن سکے۔

آپ کو آخری عمر میں متعدد عوارض بدنی لاحق ہوئے جن میں ضیق النفس کا مرض سب سے زیادہ اذیت رساں تھا۔ اپریل 1940ء میں بغرض علاج دہلی تشریف لے گئے اور وہاں حکیم عبد الوہاب نابینا کے زیر علاج رہے۔ مگر مرض کا ازالہ نہ ہو سکا۔ 2مارچ 1941ء کو آپ کانپور پہنچے۔ ڈاکٹر عبد الصمد کانپور کے مشہور معروف ڈاکٹر تھے۔ ان سے علاج کرایا۔ مرض میں قدرے افاقہ ہوا مگر پیغام خداوندی آچکا تھا۔ 14مارچ 1941ء کو یہ آفتاب علم وعرفان 63سال کی منزلیں طے کرکے کانپور کے افق میں غروب ہوگیا۔ ریل گاڑی کا ایک ڈبہ ریزرو کراکے آپ کے جسد خاکی کو کندیاں لایا گیا۔ وہاں سے خانقاہ سراجیہ پہنچایا گیا۔ جہاں انہیں بصد حسرت و یاس آغوش لحد میں رکھ دیا گیا۔

مولانا حسین علی واں بھچروی اور مولانا احمد الدین گانگوی کے مابین اختلافی اعتقادی مسائل میں مولانا ابو سعد احمد خان نے ہمیشہ مولانا گانگوی کی تائید کی۔ مولانا گانگوی کے تلمیذ رشید مولانا امیر علی گانگوی نے تحفہ لاریب فی تقاسیم علم غیب کے نام سے ایک مبسوط کتاب تالیف کی جس پر اکابر علماء برصغیر نے تقاریظ لکھیں۔ تائید کنندگان میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا ابو سعد احمد خان، مولانا حسام الدین (نمل)، مولانا غلام محمود پپلانوی، مولانا اکبر علی چشتی وغیرہ شامل تھے۔ مولانا حسین علی نے اس کتاب کی وجہ سے اولاً مولانا احمد خان کی تکفیر کی

اور پھر بعد ازاں مولانا گانگوی کی تکفیر کر دی۔ مختلف اشتہارات اور فتاویٰ شائع کئے۔ جس کے جواب میں مولانا گانگوی نے لوامع الضیاء (قلمی) اور السیوف العتابعیہ (قلمی) میں لکھا کہ مولانا حسین علی کو یہ دیکھنے کی فرصت بھی نہ ہوئی کہ تحفہ لاریب کا مصنف کون ہے عجلت میں مولانا احمد خان اور میری تکفیر کر دی۔ کتاب کے مندرجات دیکھنے کی انہوں نے زحمت کہاں کی ہو گی۔ اس قضیہ کی تمام تر تفاصیل چوتھے باب میں ذکر کی جائیں گی۔

مولانا عبد اللہ چکڑالوی (م 1915ء):

مولانا علی محمد مظاہری، مولانا عبد اللہ چکڑالوی کے متعلق لکھتے ہیں:

”مولانا عبد اللہ چکڑالوی بہت بڑے عالم دین تھے۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے شاگرد تھے۔ ان کا نام غلام نبی تھا اہل حدیث ہوئے تو نام تبدیل کر کے عبد اللہ رکھ لیا، آریہ سماجیوں کے ساتھ بڑی معرکہ آرایاں کیں۔ پھر حدیث کا مطلق انکار کر دیا اور اہل قرآن کہلانے لگے۔ میانوالی میں مخالفت شروع ہوئی تو لاہور چلے گئے اور مسجد چینیانوالی میں ڈیرہ لگالیا وہاں سے اشاعت القرآن کے نام سے ایک ماہنامہ نکالا جو کافی عرصہ تک چلتا رہا“۔[34]

غلام نبی المعروف مولوی عبد اللہ چکڑالوی نے 1230ھ میں چکڑالہ کے معروف قاضی خاندان میں آنکھ کھولی۔ والد کا نام قاضی نور عالم تھا۔ جو قاضی قمر الدین کے حقیقی چچا تھے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولوی عبد اللہ کو مزید تعلیم کا شوق کشاں کشاں ڈپٹی نذیر احمد کے پاس لے گیا۔ بقول عنایت اللہ چشتی جب وہ ڈپٹی

صاحب کے ہاں دہلی پہنچے اور تعلیم کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے کہا، پنجابی ڈھگے یہاں دوڑے آتے ہیں۔ میرے پاس وقت نہیں۔ ادھر حصول علم کی طلب صادق تھی ادھر انکار تھا۔ تاہم طالب علم کے اصرار پر انہوں نے جو وقت دیا وہ یہ تھا کہ جب میں ظہر کی نماز کے لئے وضو کرنے بیٹھوں تو تم سبق پڑھ لیا کرو۔ کچھ دن یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر طالب علم کی علمی استعداد اور خداداد قابلیت کے جوہر دیکھ کر استاد محترم نے توجہ اور لگن سے پڑھانا شروع کر دیا اور پھر انہوں نے اپنے بیٹوں کا استاد مقرر کر دیا۔[35]

1882ء میں عبد اللہ چکڑالوی وہاں سے فراغت کے بعد وطن واپس آئے اور چکڑالہ میں خطیب اور مفتی مقرر ہوئے۔ پکے حنفی تھے۔ مگر آہستہ آہستہ تقلید کا رنگ اڑنے لگا اور اہل حدیث مسلک اختیار کر لیا۔ مقتدیوں نے فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین کی حد تک تو ساتھ دیا مگر جب انہوں نے جنگل کے حرام جانور گوہ کو حلال اور اس کے کھانے پر مردہ سنت کو زندہ کرنے کا ثواب بتانا شروع کیا تو لوگ متنفر ہو گئے اور انہیں خطابت وامامت سے الگ کر دیا۔ قاضی غلام نبی نے انکار تقلید کے کچھ عرصہ بعد انکار حدیث کا فتنہ برپا کر دیا اور اپنے آپ کو اہل حدیث کی بجائے اہل قرآن کہلانے لگے۔ پھر مذہب کی اس تبدیلی کے ساتھ اپنا نام بھی غلام نبی سے بدل کر عبد اللہ رکھ لیا اور نظریہ انکار حدیث کا خوب پرچار کیا۔ کچھ ڈپٹی صاحب کی تعلیم کا اثر اور کچھ علمی ذوق نے راہ دکھائی۔ فکر و نظر کی تبدیلی کے ساتھ تفسیر قرآن لکھنے کا خیال آیا۔ ایک کتاب، صلوٰۃ القرآن علی برھان الفرقان، کے نام سے لکھی۔ جس میں اوقات نماز، تعداد نماز اور رکعات نماز قرآنی آیات سے اخذ کیں۔ پھر ایک مفصل کتاب، کتاب

الصلوٰۃ، لکھی جو شائع ہوئی۔ نحو، منطق، فلسفہ اور بلاغت میں مہارت کی وجہ سے قرآنی آیات کی تاویل و تحقیق ان علوم کے ذریعے کی۔ پھر ایک تفسیر، بیان القرآن، اس دور میں لکھی جب مسلک اہل حدیث سے ہٹ کر اہل قرآن بننے پر علماء وقت سے ان کے اختلافات پیدا ہوئے۔ اتفاق سے اس زمانے میں چکڑالہ میں کئی ممتاز علماء کرام جمع ہوگئے تھے۔ چنانچہ غلام نبی (عبد اللہ چکڑالوی) کے لئے یہاں اپنے نظریات کا فروغ ممکن نہ رہا تو وہ اپنے پوتے محمد یحییٰ کو ساتھ لے کر لاہور چلے گئے۔ جہاں ایک متمول شخص چٹو نامی نے ان کے لئے ایک مکان اور جائیداد وقف کردی۔ امرتسر میں ایک جماعت مسلمہ کی بنیاد رکھی، عیسائی پادریوں سے مناظرے کئے۔ قادیان جاکر مرزا غلام احمد سے مناظرہ کیا جو اس زمانے میں بہت بڑی جسارت تھی۔ چکڑالہ میں قیام کے دوران انہوں نے جو نئی بات کی وہ یہ تھی کہ مسجد کے محراب کو گرا کر وہاں ایک دروازہ رکھ دیا جو کئی سالوں تک جب تک وہ پرانی مسجد رہی، موجود رہا، یہ مسجد وہابیاں والی مشہور تھی۔

مرحوم مسلک کے اختلاف سے قطع نظر ایک جید عالم تھے۔ تحقیق میں لغزش اور ٹھوکر کھاجانا انسانی خاصہ ہے۔ آخری عمر میں میانوالی سے ملحقہ گاؤں یارو خیل آ گئے۔ 1915ء میں یہیں انتقال ہوا اور اپنی وصیت کے مطابق یہیں دفن کئے گئے۔ قابل ذکر امر یہ ہے کہ چکڑالہ کے پورے علاقے میں ایک بھی متنفس ان کا پیروکار نہیں لیکن ان کی جائے پیدائش ہونے کی وجہ سے یہ بدنامی چکڑالہ کے حصے کچھ اس طرح آئی کہ آج بھی لوگ ان کے نظریہ انکار حدیث کو چکڑالویت کا نام دیتے ہیں۔

مولانا علی محمد مظاہری، مولانا عبد اللہ چکڑالوی کے انکار حدیث پر تبصرہ کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

"ان کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ انہوں نے حدیث کا مکمل انکار کر دیا تھا اس لئے انہیں نماز کے اوقات پنجگانہ، رکعات وغیرہ قرآن سے ثابت کرنا پڑیں اور اکثر جگہ رکیک تاویلات سے کام لیا۔ انہوں نے قرآن حکیم کی تفسیر بھی لکھی تھی اور نماز کے لئے برہان القرآن کے نام سے ضخیم کتاب بھی لکھی تھی ان کا بہت بڑا کتب خانہ تھا جو اب برباد ہو چکا ہے۔ علامہ اسلم جیراج پوری نے ان سے ملاقات کر کے لکھا کہ وہ سنت متواترہ کا انکار کر کے مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مولانا چکڑالوی کے فرزند قاضی محمد عیسیٰ بھی بڑے زبردست عالم تھے ان کے بیٹے قاضی یحییٰ بھی دادا کے مسلک پر تھے"۔(36)

☆ حضرت خواجہ سید غلام دستگیر شاہ گیلانی:

خاندان اور ولادت:

حضرت خواجہ سید غلام دستگیر شاہ گیلانیؒ کی ولادت 1903ء میں محلہ سعد اللہ خان مقرب خیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں ہوئی، حضور غوث الاعظمؓ کی نسبت سے غلام دستگیر نام تجویز ہوا۔

تعلیم و تربیت:

حضرت خواجہ سید غلام دستگیر شاہ گیلانی کی عمر جب چار سال چار ماہ چار دن ہوئی تو آپ کو عیسیٰ خیل کی ایک مسجد میں حفظ القرآن کے لئے بٹھایا گیا۔ آپ نے ڈیڑھ سال میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ حضرت خواجہ سید غلام فخر الدین شاہ گیلانیؒ کے

بیان کے مطابق حضرت خواجہ سید محمد جندوڈا شاہ گیلانیؒ کو اپنے اکلوتے فرزند سے بے پناہ محبت تھی۔ بچپن میں ان کی تربیت خود کی۔ قرآن کریم اپنے سامنے حفظ کرایا۔ شریعت مطہرہ کی پابندی، نماز، روزہ کی مداومت بہترین اخلاق اور درویشی خود سکھائی۔ ابتدائی درسی کتب کا درس خود دیا۔ جلالین اور بیضاوی عیسیٰ خیل کے قاضی خاندان کے ایک بزرگ سے پڑھیں، شرح جامی، ہدایہ اولین اور مشکوٰۃ شریف تک کتابیں خود پڑھائیں۔ آپ اجل حافظ القرآن، قاری اور متبحر عالم دین تھے۔

بیعت:

آپ کو بچپن ہی میں والد ماجد نے حضور ثانی خواجہ حافظ محمد الدین سیالویؒ سے بیعت کرا دیا تھا۔ بوقت بیعت حضور ثانی سیالوی خربوزہ تناول فرما رہے تھے، آپ نے انتہائی نظر کرم سے ایک قاش انہیں عطا فرمائی، جس کی برکت سے آپ کا حافظ انتہائی مضبوط اور قوی تھا اور آپ کا خطاب بھی بہت موثر ہوتا تھا۔

مدرسہ اسلامیہ کا اجرا:

حضرت خواجہ حافظ سید غلام دستگیر شاہ گیلانی نے وڑچھہ شریف میں مدرسہ اسلامیہ کا اجراء فرمایا مگر پانی کے فقدان کی وجہ سے وہ مدرسہ چنداں کامیاب نہ ہو سکا۔ باہر کے علماء اور طلبا پانی کی کمی اور آنے جانے کی تکلیف کی وجہ سے کم توجہ دیتے چنانچہ مولانا حضرت علامہ محمد الدین بدھوی ان کے زمانے میں مدرس رہے تھے، حضرت علامہ محب النبی ساکن بھوئی ضلع اٹک بھی چھ ماہ مدرس رہے۔ حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی دو سال مدرس رہے۔ مدرسہ اسلامیہ وڑچھہ شریف میں جو طلباء زیر تعلیم رہے ان کے نام یہ ہیں ۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی، حضرت مولانا سید غلام حبیب گیلانی، وڑچھہ شریف ، حضرت علامہ مقصود احمد قادری، حضرت مولانا محمد دین ولد بدر دین، حضرت علامہ امام دین، ساہی وال، پاکپتن شریف، حضرت مولانا قاضی منظور احمد چشتی، خطیب فاروق آباد ، حضرت مولانا پٹھواری، علاقہ پٹھوار، حضرت مولانا محمد شریف نوری بصیرپوری مرحوم، حضرت مولانا قاری جان محمد، کراچی، حضرت مولانا فتح محمد بادوزئی، سبی، بلوچستان ، حضرت مولانا عبد اللہ، روہیلانوالی (37)

شادی اور اولاد امجاد:

آپ نے تین عقد کئے اپنے حقیقی عم محترم حضرت سید محمد عالم شاہ گیلانیؒ کی دختر نیک اختر سے کیا۔ وہ بڑی زاہدہ اور عابدہ تھیں۔ ان کے بطن سے دو فرزند ہوئے۔ حضرت خواجہ سید غلام ربانی شاہ گیلانیؒ، حضرت خواجہ سید غلام فخر الدین شاہ گیلانیؒ بعد ازاں وہ بیمار ہوئیں اور انتقال فرما گئیں۔ ان کا اسم گرامی، دولت بی بی تھا۔ ان کا مدفن ضلع فیصل آباد کے قبرستان میں اپنے خاندانی مزارات کے ساتھ ہے۔ دوسرا نکاح امب شریف نزد سکیسر جو پہاڑ پر واقع ہے وہاں کی ایک نیک خاتون جو نسباً اعوان سلطان صاحب ساڑھی والے کی اولاد ہیں۔ حضرت میاں عبد الغفور کی ہمشیرہ سے ہوا۔ ان کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا جو صغر سنی میں فوت ہو گیا۔ یہ کافی عرصہ بقید حیات رہیں۔

تیسرا نکاح عیسیٰ خیل اپنے خاندان میں حافظ مرید حسین ولد پیر شیر بہادر شاہ گیلانی کی صاحبزادی سے ہوا۔ ان کا اسم شریف، غلام صفیہ بی بی تھا۔ نیک سیرت خاتون تھیں۔ ان کے بطن سے دو لڑکے ہوئے۔(i) حضرت سید غلام حبیب شاہ

گیلانیؒ،(ii)حضرت سید غلام محمد شاہ گیلانیؒ۔

مولانا گانگوی سے آپ کے انتہائی قریبی اور گہرے مراسم تھے۔ اگر کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو وہ بھی مولانا گانگوی کی لائبریری سے منگوایا کرتے اور پیر سید غلام سدید الدین گیلانی کے تقریبات عرس میں مولانا گانگوی ہی خطاب فرمایا کرتے۔ آپ کے دو فرزند مولانا احمد الدین گانگوی کے شاگرد ہوئے۔ سید غلام فخر الدین گیلانی اور سید غلام ربانی شاہ نے تمام تر درسی کتب مولانا گانگوی سے پڑھیں۔ جس کی تفصیلات فوز المقال فی خلفاء پیر سیال ج6 میں مرقوم ہیں۔[38]

وصال شریف:

آپ کا وصال مبارک 2 مئی 1925ء بروز جمعتہ المبارک ہوا۔ آپ نے 63 برس کی عمر شریف میں وصال فرمایا۔

میانوالی کے فارن کوالیفائیڈ علماء؛ ایک اجمالی فہرست:

1۔ احمد الدین گانگوی بن غلام علی (1842۔1868ء)، فاضل فرنگی محل ودہلی 2 ۔ ابو سعد احمد خان بن ملک مستی خان، بانی خانقاہ سراجیہ (1878۔1941ء)، فاضل کانپور 3۔ احمد خان نیازی روکھڑی (1877۔1947 ء) فاضل سہارن پور 4۔ سید محمد امین المعروف میاں دوست محمد المعروف داداصاحب (1760ء) فاضل ہندوستان 5 ۔ سلطان اعظم قادری بن میاں غلام محمد (م1967ء) فاضل دیوبند 6۔ پیر شاہ عالم شاہ گیلانی بن سید فضل شاہ (م 1971ء) فاضل بھوپال 7۔ عنایت اللہ چشتی بن حافظ نور خان، چکڑالہ (1900۔ 1993ء) فاضل ہندوستان 8۔ علامہ علی نور بموسیٰ

خیل(1885ـ 1941ء) فاضل الہ آباد، سہارن پور9۔ غلام جیلانی چشتی بن محمد اکبر علی، جامعہ اکبریہ(م 1948ء) فاضل امروہہ10 ۔ غلام محمود پپلانوی (1865ـ 1948ء) فاضل علی گڑھ ودیوبند11۔ غلام فخر الدین گانگوی بن احمد الدین گانگوی(1922ـ 1983ء) فاضل مراد آباد[39] 12۔ غلام زین الدین ترگوی بن غلام محی الدین کھڈوی(1912ـ 1978) فاضل ہندوستان13۔ قاضی قمر الدین چکڑالوی بن قاضی محمد سلیمان(م 1909ء) فاضل سہارن پور، کانپور[40] 14۔ فخر الزمان بن نور الزمان شاہ، کوٹ چاندنہ (1904ـ 1952ء)فاضل سہارن پور 15۔ محمد سعید بن حاجی محمد صدیق (1890ـ 1979) فاضل سہارن پور16۔ محمد اکبر علی بن غلام حسین(1884ـ1956)فاضل دیوبند17۔ مفتی محمد حسین شوق بن غلام محمود پپلانوی (1912ـ 1985)فاضل دہلی18۔ قاضی محمد حفیظ اللہ بن قاضی نور زمان (م1937) فاضل دیوبند19۔ قاضی نور زمان بن قاضی شیخ احمد، عیسیٰ خیل، فاضل دیوبند20۔ قاضی محمد حمید اللہ بن قاضی حفیظ اللہ، فاضل ٹونک، انڈیا21۔ محمد حیات بن میاں سلطان اکبر(1881ـ 1976) فاضل سہارن پور22۔ نورزمان کاظمی بن نظام الدین کاظمی، کوٹ چاندنہ(1881ـ1924)فاضل کانپور23۔ قاضی نور کمال بن قاضی نوراحمد، عیسیٰ خیل(م1880)فاضل جامعۃ الازہر مصر24 ۔نور محمد شاہ ہاشمی بن سلطان احمد، کندیاں(م1968)فاضل دیوبند25۔نور خان بن ملک غازی خان، چکڑالہ(1845ـ1908) فاضل رام پور26۔ حسین علی بن محمد بن عبد اللہ،واں بھچراں (1866ـ 1943) فاضل دیوبند وسہارن پور[41] 27۔اللہ یار خان، چکڑالہ (1904ـ 1964) فاضل دہلی28۔ محمد رمضان بن عطا محمد

(1926ـ 1993)فاضل دیوبند29 ـ عبدالحکیم سرمد مظاہری،کندیاں (1921ـ 1972) فاضل سہارنپور30ـ محمد ابراہیم بن عبداللہ، چکڑالہ (م1870) فاضل دہلی31ـ غلام نبی المعروف عبد اللہ چکڑالوی بن نور عالم المعروف قاضی چن(1230ھـ-1315ھ)،فاضل دہلی

خلاصہ:

میانوالی میں تبلیغ دین و اشاعت اسلام کے لئے شیخ عبد القادر جیلانی کی اولاد میں سے حضرت شیخ جلال الدین تشریف لائے اور کلور کوٹ کے علاقہ میں رہائش کی۔ ان کی اولاد میں سے حضرت میاں علی احمد صاحب تھے جن کے نام سے بستی کا نام میانوالی پڑ گیا۔ میاں علی احمد صاحب کی اولاد میں شاہ اسحاق صاحب بڑے فاضل تھے،انہوں نے کچھی کے علاقہ کو منتخب کیا اور باقاعدہ تعلیم دین کا آغاز کیا۔ کہتے تھے ان کے پاس طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا، مویشی پالتے تھے اور زمین کاشت کرتے تھے جو بھی فصل کاشت ہوتی اس سے طلبہ کا خرچ چلتا، بھینسیں ،دودھ گھی اور لسی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ زراعت وغیرہ کا کام طلبہ سے مل کر خود کرتے مدرسہ خود کفیل رہتا۔ یہ علمی گھرانہ تھا۔ اس میں بڑے بڑے فاضل پیدا ہوئے مولانا غلام علی گانگوی، مولانا اشرف علی گانگوی ، مولانا مقصود علی گانگوی ،مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا امیر علی گانگوی اور مولانا غلام فخر الدین گانگوی سب اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

مدرسہ گانگوی کے بعد میانوالی کا دوسرا بڑا قدیم علمی مرکز مدرسہ سیلواں کو گردانا جاتاہے۔ مدرسہ سیلواں کو ابتدائی فارسی علوم کے لئے مرکزیت حاصل رہی۔

مدرسہ سیلواں کے مولانا علی محمد ہاشمی کی جلالت علمی کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے شاگردوں میں مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا نور زمان (کوٹ چاندنہ)، مولانا اکبر علی (میانوالی)، مولانا محمد حیات (مندہ خیل)، حضرت پیر غلام حسن (سواگ شریف)، مولوی حسین علی (واں بھچراں)، مولوی محمد جمال گھوٹوی شامل ہیں۔

مولانا غلام محمود پپلانوی کے قائم کردہ دارالعلوم محمودیہ اور مولانا اکبر علی چشتی کے دارالعلوم اکبریہ سے بھی ہزاروں طلباء فیض یاب ہوئے۔ مولانا حسین علی نے واں بھچراں کے مقام پر مدرسہ حسینیہ قائم کیا اور تقریباً ساٹھ سال کے عرصہ کی تعلیم وتربیت سے سینکڑوں علماء نے ان سے اکتساب فیض کیا۔

مولانا گانگوی کے معاصر علاقائی علماء میں مولانا قاضی قمر الدین محدث چکڑالوی، مولانا عبد اللہ چکڑالوی ،مولانا ابوسعد احمد خان، مولانا حسین علی واں بھچروی، مولانا غلام محمود پپلانوی، مولانا سید غلام دستگیر گیلانی وغیرہ شامل ہیں۔ بعض سے فقہی واعتقادی مسائل میں آپ کی موافقت رہی اور بعض سے مخالفت۔

فصل دوم

اجتماعی مسائل میں تعبیرات فقہ

سید احمد الدین گانگوی کم و بیش ایک صدی تک دارالافتاء سے وابستہ رہے۔ اس دوران آپ نے ہزاروں کی تعداد میں فتاویٰ جاری کئے۔ آپ اپنے کسی بھی فتویٰ پر معاصر علماء سے تائید ضرور حاصل کیا کرتے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ البرق السانیہ (عربی رسالہ) پر پچاس سے زائد علماء برصغیر کی تائیدات شامل ہیں۔ اسی طرح سید احمد الدین گانگوی نے بعض ان مسائل پر بھی معرکۃ آراء کتب تالیف کیں جن سے پورا معاشرہ متاثر و مستفید ہو سکتا ہے۔ اجتماعی نوعیت کے مسائل میں آپ کی تعبیرات فقہ کا احاطہ ممکن نہیں صرف چند ایک مسائل کو اس فصل میں زیر بحث لایا جاتا ہے تاکہ سید احمد الدین گانگوی کی فقہی بصیرت کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

سید احمد الدین گانگوی کو تفسیر، حدیث، فقہ، اصول غرضیکہ جملہ علوم دینیہ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ جس بھی فن پر ان کی کوئی تحقیق دیکھی جائے تو اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ علوم و فنون میں جس قدر گہرائی اور گیرائی سے مہارت رکھتے تھے۔ علوم میں حاصل مہارت کو آپ نے فقہ و فتاویٰ اور عقائد و کلام وغیرہ کے

دقائق ورموز کے حل میں جابجا استعمال کیا ہے۔

(i) اجتماعی زکوٰۃ کا مسئلہ اور قیام بیت المال

اسلامی اجتماعیات کے مسائل میں، ایک غیر معمولی اہمیت کا حامل مسئلہ زکوٰۃ کی وصولی اور اس کی تقسیم کے مطلوبہ نظام کا ہے، مسلمانوں کی تمام زکوٰۃ کا اجتماعی طریقے پر وصول کیا جانا ضروری ہے یا جیسا کہ اموال ظاہرہ، غلہ، مویشی وغیرہ اور اموال باطنہ، سونا چاندی و دیگر کے حوالہ سے کہا گیا ہے زکوٰۃ کی اجتماعی وصولیابی اور تقسیم کے ساتھ اس کے کچھ حصے کی انفرادی تقسیم کی بھی گنجائش ہے؟ اس کے سلسلے میں قران وسنت کے دلائل کا کیا رخ ہے، عہد صحابہؓ وسلف صالحین سے اس کی بابت کیا رہنمائی ملتی ہے۔ اور حضرات فقہاء کرامؒ کے اس خصوص میں کیا خیالات ہیں اور اپنی آراء کے حق میں ان کے کیا دلائل ہیں۔ ان سب کے جائزے اور تجزیہ و تحلیل کی روشنی میں اقلیت اور اکثریت اور حاکم اور محکوم مسلمان معاشرے کی وسیع و عریض دنیا میں وصولیابی و تقسیم زکوٰۃ کا مطلوبہ نظام کونسا ہے جس کی پیروی اور جس پر مخلصانہ عمل درآمد سے مسلمان معاشرہ معاشی فلاح کے اپنی دنیوی مقصود کے ساتھ آخرت کی ابدی کامیابیوں سے ہمکنار ہو سکتا اور مولیٰ کریم کے دربار میں عزت افزائی کا مستحق قرار پا سکتا ہے۔

اسلامی اجتماعیات کے احیاء کے لئے بیت المال کا قیام:

اسلامی اجتماعیات کے احیاء کے لئے بیت المال کا قیام اور زکوٰۃ کی اجتماعی وصولیابی اور اجتماعی تقسیم ضروری ہے، تقسیم ہند سے پہلے کی اسلامی تحریکات نے اس حوالے

سے قابل قدر اقدامات کئے، سب سے نمایاں کوشش مجاہد اعظم خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی ہے، سید نصیر شاہ نے آپ کو اس حوالے سے اہل سنت کا موسس قرار دیا، آپ نے تنظیمی بنیادوں پر بیت المال کے قیام اور اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے پورے برصغیر میں اجتماعی زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے نظام کیا، آپ کے ایماء پر سید احمد الدین گانگوی نے نصاب کو مرتب کیا جسکو تاریخی اہمیت کے پیش نظر خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے دہلی سے شائع کرایا۔ سید گانگوی نے اہل اسلام میں نظم اجتماعی نہ ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا۔

> "امابعد یہ درویش خیر اندیش تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض رساہے کہ زمانے کی نیرنگیوں نے اسلام کے نظام میں انقلاب عظیم پیدا کر دیاہے۔ عہد اقدس نبوی ااور سلف صالحین کے زمانہ میں ادائے حدود و فرائض کے لئے جو طرز عمل ایک خاص نظام کے ماتحت تھا اس کا اب نام ونشان نہیں نہ اس کے احیاء کا کچھ خیال ہے۔ حالانکہ احیاء سنت وہ عظیم الشان امر ہے جس کی نسبت حضور اقدس انے ارشاد فرمایاہے کہ من احیٰ سنتی بعد ماامیتت فلہ اجرماءۃ شہید جس نے میرے طریقوں کو بعد اس کے مردہ ہونے کے زندہ کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔"(42)

مضبوط اسلامی نظام معیشت ہی اسلامی ترقی کی بنیاد:

سید گانگوی نے نظم اجتماعی کے تناظر میں اجتماعی زکوٰۃ کی وصول یابی کو اسلامی نظام معیشت کے لئے نہ صرف ضروری قرار دیا بلکہ سابقہ ادوار میں ہونے والی اسلامی ترقی

کی بنیاد بیت المال کو قرار دیا، آپ لکھتے ہیں:

”عہد اقدس سے لے کر آج تک جس قدر اسلام کی ترقی ہوئی اس کا سنگ بنیاد بیت المال ہے۔ اسلام پر حملہ ہونے کے وقت مدافعت کا ہتھیار یہی بیت المال ہے اور خود اسلام کے حملہ کے وقت اسی بیت المال سے تمام عقدے حل ہوتے تھے اسلام کے لئے بیت المال کی ایسی ضرورت ہے جیسی بدن کے لئے سر کی۔ اور جسم کے لئے روح کی یہی وجہ ہے کہ جب تک بیت المال کا انتظام تھا اسلام روز افزوں ترقی کرتا گیا اور جب سے مسلمانوں نے اس کی طرف سے رخ پھیرا تو نہ صرف وہ کمزور ہو گیا بلکہ غلامی کے دائرہ میں آ گیا اور تشتت وافتراق کی وجہ سے باوصف صاحب زروصاحب ثروت ہونے کے مسلمان کا ادبار انتہا کو پہنچ گیا ہے کیونکہ جو کچھ زور و قوت ہے وہ وحدت مرکز اور نظم میں ہے اسی کو مسلمانوں نے کھودیا جس کے وہ مامور تھے۔ شریعت حقہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سب سے زیادہ زور نظم پر دیا ہے یعنی مسلمان کسی وقت اور کسی حالت میں بے نظم نہ رہیں۔“(43)

اس حوالے سے خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے درد دل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”اس نظم شرعی کی ابتری کا سب سے پہلے جس کو خیال آیا وہ زیب آرائے مسند دربار سیال شریف ہیں یعنی عالی جناب محمد ضیاء الحق والدین صاحب سجادہ نشین دربار سیال شریف مدظلہ العالی کی ان کے ارشاد اور ایماء پر یہ رسالہ مرتب کیا جاتا ہے جس میں ضرورت اقامت بیت المال کے علاوہ ضروری مسائل عشر و زکوٰۃ بھی درج کئے جائیں گے۔ اس مقصد اور مسائل کی

توضیح میں ہم مختلف ابواب قائم کرتے ہیں جس سے مسلمان ایک اہم فریضہ اسلامی سے واقف ہو کر اپنی حالت کی اصلاح کر سکتے ہیں۔"(44)

سید احمد الدین گانگوی اور خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی کاوشوں سے بیت المال کے اداروں کا قیام:

خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی بھرپور اور پر اثر تحریک اور سید گانگوی کی دلائل قاہرہ سے معمور تحریر سے برصغیر میں بیداری کی نئی لہر پیدا ہوئی اور پورے برصغیر میں قصبوں سے شہروں تک بیت المال کے منظم ادارے وجود میں آئے، تحریک خلافت سے تحریک آزادی تک ابھرنے والی اکثر تحریکات نے اجتماعی زکوٰۃ اور قیام بیت المال کے اس تصور کو اختیار کیا خصوصاً وہ تحریکیں جو خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی زیر قیادت تھیں انہوں نے انگریز حکومت کے تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے لئے قیام بیت المال کو لازمی قرار دیا۔ فوج محمدی، حزب الانصار، حزب اللہ، انجمن حمایت العرب وغیرہ نے جگہ جگہ بیت المال کے ادارے قائم کئے۔ صاحب فوز المقال نے جلد ثالث میں خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی قیام بیت المال کے لئے کاوشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا۔

> "آپ نے خلفائے راشدین کے طریقہ پر ایک بیت المال کا انعقاد بھی کیا، کیونکہ بیت المال سے ہی تمام عقدے حل ہو سکتے ہیں، اسلام کو بیت المال کی اس طرح ضرورت ہوتی ہے، جس طرح جسم کے لئے روح اور بدن کے لئے سر، اسی نظریہ کے تحت آپ نے بیت المال قائم کیا اور نہایت نظم وضبط سے اس کو چلایا، باقاعدہ حساب وکتاب

کے رجسٹرات موجود تھے، اور مطابق شریعت اخراجات کئے جاتے
تھے، مستحقین کی خدمت حسب استحقاق ہوتی تھی۔"[45]

مولانا ظہور احمد بگوی کی فوج محمدی اور حزب الانصار کی بر صغیر میں پھیلی تیس سے زائد مجالس اور شاخوں کو جو ہدایات دی گئی تھیں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر انوار احمد بگوی نے تذکار بگویہ میں لکھا۔

☆ ادارہ عالیہ محمدیہ کا صدر مقام ٹیکسلا کی بجائے بھیرہ مقرر کیا گیا ہے۔ آئندہ کے لئے ادارے کے نام کی جملہ خط و کتابت ٹیکسلا کی بجائے ناظم ادارہ عالیہ محمدیہ بھیرہ پنجاب ہونی چاہیے۔ تمام جماعتیں اپنی کارگزاری کی پندرہ روزہ رپورٹیں بھیرہ کے پتہ پر ارسال کیا کریں۔

☆ جدید دستور العمل کی رو سے مرکز کے مصارف کے لئے قائد اعظم صاحب (خواجہ زین الدین چشتی) کے ماتحت ایک مرکزی بیت المال قائل کیا گیا ہے۔ تمام جماعتیں ہر رضاکار سے کم از کم دو آنے سالانہ چندہ وصول کر کے بیت المال کے نام روانہ کریں۔[46]

ادارہ عالیہ محمدیہ عسکریہ نے جو ہدایات چھوٹے شہروں اور دیہاتوں کی تنظیمات کو جاری کیں ان میں سے تین ہدایات یہ تھیں

1۔ اپنے شہر یا گاؤں میں مساجد کی آبادی و ترغیب صلوٰۃ کے جدوجہد کا آغاز کریں

2۔ مساجد میں بچوں کی تعلیم کے لئے پرانی طرز کے مکتب قائم کئے جائیں جن میں قرآن مجید کی تعلیم کے علاوہ لکھنے اور پڑھنے کی بھی مشق کرائی جائے۔

3۔ اپنے شہر کی جامعہ مسجد میں ہر جمعہ کو فوج محمدی کا سپاہی حاضر ہو اور بعد جمعہ ناظم فوج تمام سپاہیوں کی حاضری باقاعدہ لے اور مجلس مشاورت ہفتہ وار منعقد ہو۔ بہتر یہی ہے کہ جمعہ کے دن مجلس منعقد ہوا کرے۔ جس میں مسلمانان علاقہ کی بھلائی وترقی کے لئے تجاویز پر غور ہوا کرے۔

4۔ ہر محلہ کی مسجد کا ایک بیت المال ہو جو متولی مسجد کی تحویل میں ہو اس میں سے مسجد کی ضروریات مکتب کے مصارف سقہ، امام یا موذن کے مشاہروں پر صرف ہو۔ ہر نمازی اس میں حسب حیثیت حصہ لیا کرے۔ بیت المال کا حساب ہر مہینہ بعد تمام نمازیوں کو مفصل سنا دیا جائے۔[47]

مولانا ظہور احمد بگوی نے تنظیم زکوٰۃ اور قیام بیت المال کے حوالے سے کی جانے والی کوششوں کی ناکامی پہ نقد کرتے ہوئے فروری 1937ء کے شمارہ شمس الاسلام بھیرہ میں لکھا۔

> ”جب تک آزادی حاصل نہ ہو زکوٰۃ کی تنظیم کا مسئلہ کماحقہ حل نہیں ہو سکتا، جب تک ہمارے پاس ایسی قوت نہ ہو کہ محکمہ انکم ٹیکس والوں کی طرح ہر مسلم تاجر کے حساب وکتاب کی پڑتال کرکے خدائی ٹیکس وصول کر سکے اور خدائی ٹیکس (زکوٰۃ) نہ دینے والوں کو سزا دینے پر قادر ہوں اس وقت تک بیت المال کے قیام کی رٹ لگائے رکھنے کا نتیجہ صرف یہ ہو گا کہ جہاں ایک سو چندہ جمع کرنے والے نظر آتے ہیں وہاں بیت المال کے قیام کے بعد ان میں ایک نئے چندہ جمع کرنے والے ادارے کا اضافہ ہو جائے گا۔ پنجاب میں بمقام سیال شریف اور بہار میں بمقام پھلواری امارات شرعیہ قائم ہوئیں ہر دو جگہ بیت المال

قائم ہوئے مگر ان میں ناکامی ہوئی۔"[48]

سید احمد الدین گانگوی اجتماعی بیت المال کے لیے بحیثیت نگران:

سیال شریف میں قائم ہونیوالی امارت شرعیہ کا قاضی القضاۃ سید احمد الدین گانگوی کو مقرر کیا گیا۔ سید گانگوی نہ صرف سیال شریف میں جمع ہونے والی اجتماعی زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کے شرعی معاملات کو دیکھتے رہے بلکہ انہوں نے خود بھی میانوالی میں بیت المال کا ادارہ قائم کیا۔ علاقہ کے رؤساء اور علماء اس تنظیم کے ممبران کے طور پر شامل ہوئے اور اجتماعی زکوٰۃ کی وصول یابی سے جو ادارے قائم کئے گئے وہ آج بھی ایک زندہ حقیقت کے طور پر موجود ہیں۔ سید گانگوی نے انجمن شعبہ التبلیغ کے نام سے ایک جماعت قائم کی جس کے تحت بیت المال بھی قائم کیا گیا جن اغراض ومقاصد کے تحت سرمایہ اکٹھا کیا جاتا تھا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے محمد ریاض بھیروی رقم طراز ہیں۔

"اس مجلس کے اغراض ومقاصد بھی بڑے زوردار تھے مثلاً مسلمانوں میں دین کی تعلیم کو بین الاقوامی معیار کے مطابق ترویج دینا، ان کی دینی اخلاقی اور اقتصادی حالت اصلاح کرنا، الحاد اور دہریت کا مقابلہ کرنا، لوگوں کو فرقہ بازی سے بچانا، بری رسموں کا خاتمہ کرنا، مردوخواتین کے لئے دینی مدارس قائم کرنا، خانگی جھگڑوں کے حل کے لئے علماء کی خدمات سے استفادہ کرنا، بری رسومات کے خاتمے کے لئے مبلغوں کو چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں بھیجنا وغیرہ شامل تھے۔ چونکہ اس مجلس کے کارکنان ضلع کے بڑے بڑے علماء اور رؤسا تھے لہٰذا مجلس کی باقاعدہ رسیدات چھپوائی گئیں اور حاصل شدہ سرمایہ کواپریٹو بنک میانوالی میں جمع کرایا جاتا تھا۔ مجلس ہٰذا کی معاونت کے لئے بیت المال پہلے سے ہی موجود تھا۔ جس میں ہر شکل کی امداد وغیرہ آیا کرتی تھی۔ اس مجلس کے عزائم وارادے اس قدر بلند تھے کہ

مستقل آمدن دینے والی جائیدادیں خریدنے کا بھی عندیہ دیا گیا تھا اور بعد ازاں اس مجلس اور اس قبیل کی دیگر مجالس نے واقعتاً قابل فخر کارنامے سرانجام دیئے۔ ایسے ادارے قائم کئے جو آج بھی بھرپور انداز کے ساتھ آباد ہیں۔"(49)

برصغیر میں امارات شرعیہ سے ادارہ بیت المال کی اعانت:

شاہ بدر الدین پھلواری کے زیر قیادت صوبہ بہار کے مقام پر جو امارت شرعیہ قائم ہوئی تھی اور علامہ پھلواری کو امیر اسلام مقرر کیا گیا تھا اس کے رد میں فاضل بریلوی کا مفصل فتویٰ فتاویٰ رضویہ جلد 14 ص 168 پر موجود ہے۔ جبکہ پنجاب میں امارت شرعیہ کا قیام خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی زیر قیادت ہوا تھا اور یہاں آپ کو امیر اسلام اور مولانا گانگوی کو مفتی اعظم اور قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا تھا۔ لہذا اس سے بھی سیاسیات کے باب میں پنجاب کے سنی علماء سے فاضل بریلوی کی آراء کا اختلاف ظاہر ہوتا ہے۔ سید گانگوی امارت شرعیہ کے نہ صرف قائل تھے بلکہ آپ نے دلائل سے ثابت بھی کیا اور مسلمانوں کے نظم اجتماعی کے لئے امارت شرعیہ کے قیام پر زور دیا۔ انفرادی کاوشوں پر اجتماعی مساعی کی اہمیت کو ثابت کیا اور اسے ہی حصول آزادی کا طریقہ قرار دیا۔

سید گانگوی لکھتے ہیں کہ جو کچھ زور و قوت ہے وہ وحدت مرکز اور نظم میں ہے اسی کو مسلمانوں نے کھو دیا جس کے وہ مامور تھے شریعت حقہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سب سے زیادہ زور نظم پر دیا یعنی مسلمان کسی وقت اور کسی حالت میں بے نظم نہ رہیں حتیٰ کہ معمولی اور عارضی سفر کے لئے بھی حکم ہے کہ کوئی امیر اپنے لئے انتخاب کرلیں چنانچہ حضور اقدس انے تین شخصوں کے

لئے جو ارادہ سفر کا رکھتے تھے، ارشاد فرمایا کہ تم کو چاہیے کہ اپنے سے ایک امیر کو منتخب کر لو۔ جب سفر جیسی عارضی اور معمولی شئے کے لئے اقامت امارت کا حکم ہے اور وہ بھی تین شخصوں کے لئے تو اس پر قانون الٰہی کو قیاس فرمایئے کہ اس کے اجراء کے لئے کس قدر وحدت مرکز اور نظم کی ضرورت ہونا چاہیے کہ جس میں اعدائے دین سے مقابلہ بھی کرنا ہے مجاہدین کی امداد کرنا ہے عبادت الٰہی کی اقامت نشر مذہب کے قواعد ہیں۔ بیوہ اور یتیم اور غریب و مسکین کی امداد کے طریقے ہیں۔ ضوابط عدل و انصاف میں ایسا مکمل نظام بغیر وحدت مرکز کیونکر قائم ہو سکتا ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسے معقول نظام کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو اور محض تشتت وافتراق سے اس کی حفاظت ہو جائے یہی وجہ ہے کہ اس نظام کے بقاء اور تحفظ کے لئے وحدت مرکز کو ضروری قرار دیا کہ جو مسئلہ امارت کا ایک عنوان ہے۔[(50)]

بیت المال خلافت اسلامیہ کی بقاء کا ضامن:

سید گانگوی امارت شرعیہ اور خلافت اسلامیہ کی بقا کا ضامن بیت المال کو قرار دیتے ہیں لہٰذا انہوں نے اولاً اسلامیان ہند کو اجتماعی تصور زکوٰۃ اور قیام بیت المال کی ترغیب دی تاکہ مسلمانوں کی معیشت مستحکم ہو اور جب معیشت مضبوط ہو گی تب ہی آزاد ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ پھر تحریک آزادی کے لئے کی جانیوالی جملہ جدوجہد کو اعانت فراہم کی جا سکتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

”علی ہذا القیاس جوں جوں خلافت کا دور منتقل ہو تا رہا۔ بیت المال کا

انتظام بھی زیادہ استحکام پذیر ہوتا گیا۔ خلافت عثمانیہ میں بیت المال میں بھی زیادہ اضافہ ہوا۔ خلافت حیدریہ کے دور میں اس سے اور زیادہ خلافت مروانیہ اور عباسیہ کے ادوار میں بیت المال کا وہ انتظام ہوا جس کے بیان کے واسطے دفتر طویل چاہیے۔ خلافت عثمانیہ نے بیت المال کی ترقی کو اس حد تک پہنچایا کہ جملہ کشوران یورپ وایشیاء نے ان سے سبق حاصل کئے۔"(51)

نظم اجتماعی ہی مسلمانوں کی بقاء کا پیش خیمہ:

سید گانگوی فرائض اسلامی کی ادآئیگی میں پائی جانیوالی اجتماعیت کو مسلمانوں کی بقاء کا پیش خیمہ قرار دیتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ اکثر احکام اسلامی میں اجتماعیت ہی مرغوب محبوب ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ جہاں تک اسلامی فرائض میں نظر غائر ڈالی جاتی ہے تو سوا اس کے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ حالت اجتماعی بہ نسبت انفرادی کے شارع کو نہایت محبوب ہے مثلاً نماز دن رات میں صرف پانچ ہیں لیکن یہ نہیں کہ جس وقت کسی کی مرضی ہو اس وقت پانچوں فرض ادا کرے بلکہ اس کے لئے اوقات مخصوصہ کا تعین ہوا۔ جیسا ارشاد ہوتا ہے۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتا۔ یہ اس لئے کہ تعین اوقات کئے بغیر اجتماع ناممکن تھا اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ ساتھ ہی جماعت کا حکم ہوا۔ جس میں ایک کو پیشوا بنا کر باقی تمام اہل اسلام اس کی اقتدار میں فریضہ الٰہی سے سبکدوش ہوں۔

اس اجتماع کی ایسی تاکید فرمائی کہ کبھی تو متخلف کو منافق کا خطاب اور کبھی

اس کے گھر کو احراق کا وعید وعتاب سنایا جاتا ہے اور اسی طرح ہر ہفتہ میں ایک جامع مسجد میں ہر سال دوبار عید گاہ میں اجتماع کا حکم صادر فرمایا علی ہذا القیاس صیام جو ہر سال میں ایک ماہ کامل مقرر ہے وہ بھی معین ایسا نہیں کہ تیس روزے سال بھر میں پورے کر دیئے جاویں کیونکہ اس میں بھی انفرادی صورت بن جاتی ہے۔ جو قلب الموضوع ہے بلکہ ایک ہی تاریخ سے شروع ہو کر ایک ہی تاریخ پر ختم ہوتے ہیں۔ جس سے ہیئت اجتماعیہ کا پورا تحقق ہوتا ہے۔

اسی طرح ہر سال عرفات میں ایک دفعہ اجتماع ہوتا ہے۔ خواہ کوئی نزدیک کا رہنے والا ہو یا دور سے آنے والا۔ سب کو ایک ہی مقررہ تاریخ پر مناسک ادا کرنے چاہیں۔ ایسا ہی زکوٰۃ کا حکم ہے آیت شریفہ خذ مین اموالھم صدقۃ بالصراحت خاص اس بات پر دال ہے کہ امام الوقت اہل الاموال سے صدقات لے کر اپنے بیت المال میں داخل کرلے اور آیہ مبارکہ انما الصدقات للفقراء والمساکین الایۃ نے اس امر کی ہدایت کی کہ امام اس مال مجتمعہ کو انہیں مصارف پر صرف کرے یہ کہیں معلوم نہیں ہوتا کہ اہل الاموال خود بخود جہاں جی چاہے صرف کر دیں ورنہ رسول اللہ ایسی تکالیف کا سامنا نہ فرماتے کہ محصلین زکوٰۃ کو منتخب کرنا اور پھر ان سے محاسبہ لینا اور اس مال کی حفاظت کرنی اور اس کو چوروں اور ڈاکوؤں سے بچانا۔ اور اگر کوئی چور یا ڈاکو اس مال پر حملہ کرے تو اس کو سلمہ بن اکوع وغیرہ کے ذریعہ روکنا اور پھر ان چوروں کے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنا اور ان کو تپتی دھوپ میں ڈال دینا یہاں تک کہ پانی پانی کرتے مر جاویں اور پھر اس مال کو مستحقین میں تقسیم کر دینا وغیرہ وغیرہ بلکہ صرف یہ فرمایا دینا کافی تھا کہ مسلمانوں تم اپنے مال کی زکوٰۃ مساکین کو

دے دیا کرو تو اس تقریر سے صاف ثابت ہوا کہ بیت المال کا ہونا اسلام میں از حد ضروری ہے اور نیز صدقات کے اخذ کا حق صرف امام ہی کو ہے۔ ارباب الاموال خود بخود اس ادآئے گی کے بدون وساطت امام کے متولی نہیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (52)

تصور اجتماعیت کے لیے تقرر امام / قاضی کی ضرورت:

سید گانگوی تصور اجتماعیت کے حصول کے لئے تقرر امام کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ تاکہ امام / نائب / قاضی محصلین کا تقرر کرے اور تاکہ حاصل شدہ سرمائے کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جاس کے اوریوں "انفرادیت" کی ذلت سے نجات حاصل کی جاسکے۔

ایک سوال قائم کرکے آپ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں ایک سوال پیدا ہوا تا ہے کہ ہمارے ملک میں نہ بادشاد اسلام ہے اور نہ کوئی محصل پھر زکوۃ کی ادآئے گی کی کیا صورت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محصل چونکہ نائب امام ہے اس لئے وہ بھی امام کے حکم میں ہو گا اور اس کے تقریر کی تین صورتیں ہیں۔ نص شارع، امام سابق کا انتخاب، اہل حل و عقد کا تقرر، جیسا کہ شرح مواقف میں مذکور ہے جب پہلی دو صورتیں مفقود ہیں تو تیسری صورت یعنی اہل اسلام کا اجتماع واتفاق کافی ہے تو جس طرح باقی امور اسلامیہ میں جو بادشاہ اسلام پر موقوف ہیں اور بوجہ نہ ہونے بادشاہ کے اہل اسلام اپنی طرف سے نائب یا متولی مقرر کرکے سرانجام کررہے ہیں مثلاً قاضی جو منجانب بادشاہ اسلام مقرر ہو جمعہ و عیدین وانفصال احکام اس سے وابستہ ہیں۔

اہل اسلام جمع ہو کر ایک شخص کو قاضی بناسکتے ہیں جس کے ہاتھ میں ان تمام

امور کا انصرام ہوتا ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے القاضی قاض تبراض المسلمین اسی طرح اہل اسلام ہر ایک شہر یا علاقہ میں ایک ایک امین و متدین شخص کو زکوٰۃ و عشر کی وصولی کے واسطے منتخب کر سکتے ہیں جو تمام علاقہ میں گشت کر کے تمام ارباب الاموال سے عشر و زکوٰۃ وصول کر کے یکجا جمع کرے۔ جن کا نام بیت المال ہو اور پھر وہاں سے حسب ضرورت شرعیہ مصارف پورے کئے جاویں اور محصل چونکہ مقدمہ اور موقوف علیہ اور مبادی زکوٰۃ کا ہے اور زکوٰۃ منجملہ فرائض اسلامیہ کے ہے۔

لہذا اس کا انتخاب بھی موکد ترین فرض ہے جیسا کہ اشباہ ولنظائر میں ہے للمبادی حکم المقاصد و مقدمۃ الواجب واجب مسلمانان ہند کو اس ضروری معاملہ میں سستی ہر گز نہیں کرنی چاہیے بلکہ اتفاق و اجماع کر کے اس امر کا فی الفور تدارک کریں تاکہ فریضہ الٰہی سے سبکدوشی حاصل ہو اور ندامت اور ذلت سے ابد الآباد تک نجات ہو واللہ علی کل شی قدیر![53]

اسیران فرنگ کی اعانت تمام اہل اسلام پر لازم:

انگریزوں کیخلاف تحریکات میں جو علماء گرفتار ہوئے ان کی اعانت کو لازم قرار دیتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

> زمانہ حال میں جو علماء کرام وہادیان اسلام اسلامی اعانت کی وجہ سے اسیران فرنگ ہیں؛ وما نقمو امنھم الاان یومنو باللہ العزیز الحمید۔ ”وزدے نہ کردہ اند کسے رانہ گشتہ اند بیت جرمش ہمیں کہ عاشق توحید گشتہ اند۔“

ان کی رہائی کی امداد اور ان کے اہل و عیال کی معاش وغیرہ کا تکفل ہر ایک

مسلمان کا اعلیٰ ترین فرض ہے خواہ زکوٰۃ سے یا دیگر صدقات واجبہ ونفلیہ سے جس قدر ہو سکے ان کی اعانت عین اعانت اسلام ہے۔[54]

غازیان انگورہ کی امداد کے لئے اہل اسلام کو ابھارتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

"بناء علیہ زمانہ حال میں غازیان انگورہ مصرف زکوٰۃ ہیں مسلمانان ہند اس مصرف کو اپنے صدقات سے نہ بھولا دیں بلکہ جس قدر ہو سکے نقد جمع کر کے ان کے اوران کے اہل وعیال کی امداد کے واسطے بھیجتے ہیں۔"[55]

مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ سید احمد الدین گانگوی بیت المال کے قیام کو جس قدر ضروری سمجھتے تھے اس کی وجہ مسلمانوں میں اجتماعیت کا شعور اجاگر کرنا تھا۔

(ii) ہندو مسلم اتحاد اور موتی مسجد کا قضیہ:

بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں ہندو مسلم اتحاد کی تحریک زوروں پر رہی اس اتحاد کے سیاسی نتائج سے زیادہ مذہبی اثرات ومضمرات کی کھوج کاری اہمیت کی حامل ہے۔ سید گانگوی ابتداء سے ہی اس اتحاد کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن جب اس کے مذہبی مضمرات سامنے آنا شروع ہوئے تو مولانا گانگوی نے بڑی شدت سے اس کی مخالفت شروع کر دی۔ چونکہ اس اتحاد کے بانی اور حامی سیاسی زعماء کے ساتھ ساتھ علماء تھے لہٰذا پورے برصغیر پر نہ صرف اس کے سیاسی اثرات مرتب ہوئے بلکہ مذہبی نظریاتی جنگ بھی شروع ہو گئی۔

پنجاب کا ضلع میانوالی اس لحاظ سے منفرد اہمیت کا حامل ہے کہ یہاں ہندو مسلم اتحاد کی علامت کے طور پر ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ میانوالی اور سیاست کے

عنوان سے سید نصیر شاہ اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے اور اس کو مولانا حسین احمد مدنی کے دورے کے تناظر میں دیکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہاں مولانا حسین احمد مدنی بھی مولانا شیر محمد زرگر کی دعوت پر متحدہ قومیت کا علم اٹھائے تشریف لائے تھے اور ہندوؤں کے دھرم شالہ (جہاں آج کل ایم سی ہائی سکول ہے) میں قیام کیا تھا۔ علامہ اقبال کے 1930ء کے الہ آباد والے خطبہ صدارت کی اور مسلم لیگ کی گونج یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں کا دانا ہندو جان گیا تھا کہ ایک روز پاکستان بن ہی جائے گا اس لئے ہندو مسلم اتحاد میں سرگرم ہو گیا تھا۔ اسی خیر سگالی کے طور پر لالہ ہیم راج نے وہ مسجد بنوائی تھی جسے آج کل موتی مسجد کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اس طرح گویا یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ یہاں کا ہندو بڑا وسیع الظرف ہے۔"(56)

غلام محمد خان نیازی، عبد الرحیم خان نیازی مسکین، سابق صدر مجلس احرار اسلام پاکستان کے حالاتِ زندگی لکھتے ہوئے اپنی کتاب سرگزشت مسکین کے صفحہ نمبر 147 پر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی میزبانی کا انتظام کے عنوان سے یوں رقم طراز ہیں کہ تقسیم ملک سے پہلے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنے جماعتی پروگرام کے مطابق بنوں صوبہ سرحد تشریف لے گئے۔ ان ایام میں بنوں جانے کے لئے میانوالی کالاباغ لکی مروت کے راستے ریل گاڑی پر ہی لوگ سفر کر کے جاتے تھے۔ حضرت موصوف نے واپسی پر میانوالی شہر کی کانگریس جماعت کے جلسے میں رات کو خطاب کرنا تھا۔ اس وقت میانوالی کی کانگریس جماعت میں کوئی شخص مسلمان کارکن

نہیں تھا۔اس لئے میانوالی کانگریس کے ہندو صدر چاندی رام نے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی میزبانی اپنے ذمہ لی۔ جب عبد الرحیم خان کو اس بات کا علم ہوا تو کافی پریشان ہوئے آپ نے چاندی رام صدر کانگریس میانوالی کے اس مجوزہ پروگرام سے اتفاق نہ کیا اوراس سے اجازت لے کر ان کی میزبانی کی ذمہ داری خود سنبھالی۔اس لئے آپ اپنے مقامی دوست صوفی شیر محمد زرگر کو ہمراہ لے کر کالاباغ کے نزدیک ماڑی انڈس گئے اور وہاں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی واپسی کے موقع پر استقبال کر کے ریل گاڑی کے ذریعے میانوالی اپنے ساتھ لائے اور اپنے دوست صوفی شیر محمد کے گھر ٹھہرایاوہاں آپ نے نہ صرف خوردونوش کااہتمام کیابلکہ حضرت مولانامذکور جتناوقت میانوالی شہر رہے، آپ اور آپ کے احرار کارکنوں نے حفاظتی دستہ کے طور پر بھی کام کیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے دیگر معروف ساتھی بھی اس میزبانی اور نگرانی کے انتظام میں شریک رہے۔[57]

محمد ریاض بھیروی نے دورہ مدنی اور قضیہ موتی مسجد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا۔

> ”تاہم مولانا حسین احمد مدنی کے مذکورہ بالا دورہء میانوالی کے موقع پر مولانا اکبر علی اور مولانا غلام محمود پپلانوی نے مولانا مدنی سے احتجاجاً ملاقات سے اجتناب کیابلکہ مولانا احمد الدین گانگوی نے لالہ ہیم راج کی بنوائی گئی موتی مسجد کے قضیے کیخلاف سخت محاکمہ کیا اور شدید گرفت کرتے ہوئے ایک معرکتہ الاراء فتویٰ بعنوان ”الشعلۃ الجباریہ لاحراق مسجد آریہ“ جاری کرکے اس سازش کو طشت از بام کر دیا اور یوں قومیت پرست علماء کے سیاسی غبارے سے ہوا نکال دی۔“[58]

سید گانگوی نے مسجد آریہ کے حامیوں کو دلائل سے لاجواب کر دیا۔ بیس سے زائد معروف علماء پنجاب کی تقاریظ سے آپ کا یہ فتویٰ دور و نزدیک کے تمام علاقوں تک پھیل گیا۔ آپ نے قرآن و حدیث اور درجنوں اقوال فقہاء سے اس رسالے کو مزین کیا۔

ہندوؤں سے موالات کو ناجائز قرار دیتے ہوئے سید گانگوی نے لکھا۔

"جب آریہ تمام مسلمانوں کے برخلاف لڑتے ہیں اور اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر طرح طرح کے ناجائز اور شرمناک حملے کر رہے ہیں اور ملک ہندوستان کو صرف ہندوں سے مخصوص کرتے ہوئے مسلمانوں کو یہاں سے نکالنے کا اعلان کر چکے ہیں اب ان سے موالاۃ اور ارتباط نص قرآنی کی خاص مخالفت ہے۔"(59)

تحریک آزادی سے متعلق ہندووں کا رویہ منافقت پر مبنی تھا اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو تقسیم در تقسیم کرنے کے لئے اس طرح کی متنازعہ مسجد کی بناء ڈالی اسلامی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ مسجد کے باہر جو کتبہ نصب کیا جائے اس پر خیر سگالی کے لئے ایک جانب "اوم" اور دوسری جانب "اللہ" تحریر ہو۔ سید گانگوی اس سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"حضور کریم ﷺ کے عہد اقدس سے اجتک اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ مساجد اسلامیہ میں سے کسی مسجد کی دیوار پر اوم یا کوئی دوسرا ایسا لفظ جو مشعر کفر ہو لکھا ہوا ہو یہ وہ بدعت قبیحہ ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال سے آج تک کسی مسلمان نے باوجود اشد ضرورت کے اس کو برداشت نہیں کیا اور نہ ہی کسی شہر میں کوئی ایسی مسجد بنی ہے جو

مشرکین کی یادگار یا کوئی ایسا لفظ جو مشعر بشرک ہو اس کے کتبہ پر کندہ
ہو اس بدعت قبیحہ وکفر شنیعہ کے مرتکب کون ہیں وہ جو اپنے آپ کو
بمضمون برعکس نہند نام زنگی کافور نام نہاد اتباع قرآن کے واحد ٹھیکہ
دار۔"(60)

موتی مسجد کے نام سے یہ مسجد آج بھی میانوالی میں موجود ہے۔ مگر اس کے ساتھ وابستہ نظریات ایک صدی قبل سے دفن ہو چکے ہیں۔

(iii) تقسیم ہند کے بعد ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے مکانات کا مسئلہ:

قیام پاکستان کے بعد، حکومت کی جانب سے ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے مال و مکانات کی ملکیت کے بارے، علماء کرام سے شرعی حیثیت جاننے کے لئے جو سوالات پوچھے گئے ان میں سے بعض اہم سوالات یہ تھے۔ ہندوؤں کے پختہ مکان جو چھور گئے ہیں، اب وہ مکانات حکومت پاکستان اھل اسلام کو دے تو ان مکانوں کی اینٹیں اور ملبہ مسجد کی تعمیر میں لگ سکتا ہے یا نہیں۔ علی ہذا القیاس ہندوؤں کا جو مال عہد انقلاب میں مسلمانون کے ہاتھ نوٹ وغیرہ کا لگا ہے، وہ لوٹنے والے کے لئے حلال ہے یا نہ، اس لوٹے ہوئے مال کا کون مالک ہے؟ اہل ہنود یا حکومت پاکستان یا لوٹنے والے۔؟ آستانہ سیال شریف کی مرکزیت کے پیش نظر یہ سوالات شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی کی طرف ارسال کئے گئے۔

خواجہ صاحب نے مدرسین سیال شریف امام المناطقہ علامہ عطا محمد بندیالوی اور مولانا قطب الدین گھیالوی کو اس پر مامور کیا، مگر ان کے جوابات سے خواجہ صاحب کو تشفی نہ ہوئی، آپ نے اس اہم مسئلہ کے لئے سید احمد الدین گانگوی کی طرف

رجوع کیا، اور سید گانگوی کی عمر اس وقت 110 سال تھی، آپ نے تمام فتاویٰ کا جائزہ لیا۔ بوجود پیرانہ سالی کے اس مسئلہ پر ایک شاندار رسال "ایقاظ الرقود فی اموال الہنود" تحریر فرمایا اس رسالہ پر خواجہ محمد اکبر علی نے ان الفاظ کے ساتھ تقریظ لکھی

"الحمد لله تعالىٰ عم نواله والصلوٰة مع صلاته على مظهر الاتم لجلاله وجماله وعلىٰ آله الشارحين لمقاله واصحابه الكاملين لكماله اما بعد فقد اطلعت على الرسالة الجليلة والعجالة النافعة اللطيفة المسماة بايقاظ الرقود فى حكم اموال الهنود التى الفها الفاضل النحرير صاحب السبق فى التقرير والتحرير حاجى الحرمين الشريفين مولانا احمد الدين الجانجوى مدظله صدر جمعيت علماء ميانوالى جزاه الله خير الجزاء وتقبل جهده وشكر سعيه آمين يارب العالمين بحرمة من لانبى بعده فوجدتها صحيحة ومخالفتها قبيحة شنيعة فضيحة۔ كتبه بقلمه محمد اكبر على عفاعنه وتجاوز عنى ذنبه الخفى والجلى الحنفى مذهبا الچشتى النظامى مشرباً من المسجد الجامع (ميانوالى) اربع وعشرون من شهر جمادى الاول

١٣٦٨ھ يوم جمعته المبارك"۔ (61)

سید گانگوی نے سوال اول کا مختصر جواب دیتے ہوئے لکھا، حکومت کی مسلمانوں کو مکانات دینے کی دو صورتیں ہیں، اول اباحت خواہ بکرایہ ہو یا بلا کرایہ دوم تملیک، پہلی صورت میں وہ مسلمان نہ ان مکانوں کو توڑ سکتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کا ملبہ کہیں لگا سکتے ہیں اور دوسری صورت میں یہ سب کچھ کر سکتے ہیں، کیونکہ حکومت

پاکستان جبکہ حسب قواعد شرعیہ ہندوؤں کے تمام اموال واگذشتہ کی مالک ومتصرف ہو چکی ہے، خواہ وہ اموال منقولہ ہوں یا غیر منقولہ تو اس کی تملیک سے وہ مسلمان مالک ومتصرف ہوں گے۔ والمالك يتصرف في ملكه كيف يشاء وذلك بين في جميع الاديان لاحاجة الى اقامة البرهان۔ (62)

سوال ثانی کے جواب میں سید گانگوی نے بڑی تفصیل سے تمام صورتوں کو کھول کر بیان کیا۔ ہندوؤں کے سٹیٹس کا تعین کیا کہ آیا مذکورہ ہندؤ ذمی ہیں یا مستامن یا حربی، اس جواب کی توضیح وتشریح کے لئے اولاً امور عشرہ ذکر کئے اور دلائل سے ہندوؤں کی شرعی وقانونی حیثیت متعین کی، سید گانگوی نے مذکورہ ہندوؤں کو حربی معاہد وغدار کرتے ہوئے انہیں عہد اقدس ﷺ کے یہود وبنی نضیر سے مشابہت دی۔ اس حقیقت کو یوں لکھا۔

> ”ہندو موجودہ نہ ذمی ہیں اور نہ مستامن، ذمی نہ ہونا تو مستغنی عن البیان ہے، البتہ مستامن نہ ہونا محتاج بیان ہے جو عنقریب ذکر کیا جاویگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ، بلکہ حربی معاہد غدار ہیں جیسا کہ عہد اقدس میں قریش مکہ ویہود بنی قریظہ وبنی نضیر وغیرہ وغیرہ تھے، قدیم الایام سے مسلمانوں کے ساتھ عہد کرکے عہد کو توڑتے ہوئے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے چلے آئے ہیں بہ نسبت تمام کفار کے یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے زیادہ خون ریز اور خطرناک دشمن ہیں۔ ہمیشہ سے اسلام کے (خاک بدہن ایشاں) مٹانے اور ملیامیٹ کرنے میں مارآستین بن کر سر توڑ کوشش میں رہے ہیں۔ خلافت اسلامیہ کے نابود کرنے میں یہ ڈھنگ کیا کہ کانگریس کو اس سے الحاق کرکے متحد

کرلیا۔ پھر اتحاد کے پردہ میں قصر خلافت کی نقب زنی شروع کردی۔
چنانچہ چیدہ چیدہ لیڈران خلافت کو دنیاوی لالچ دے کر اپنے ساتھ
ملالیا۔ چنانچہ اب تک وہ بے چارے ان کے جال میں پھنسے ہوئے
موجود ہیں۔ جو شب وروز کانگریس کا کلمہ پڑھتے ہیں جب تک بے
اقتدار رہے تو مسلمانوں کی خون ریزی پر جرات نہ کرسکے مگر جب ہی
بسر اقتدار ہوئے تو الامان باللہ مسلمانوں کے خون کے دریا بہادیئے
وغیرہ وغیرہ۔"[63]

سید گانگوی نے ہندوؤں کے سٹیٹس کو متعین کرنے کے لئے ان کے سیاسی کردار کو بھی بے نقاب کیا، ہندوؤں سے اتحاد کے جو نتائج سامنے آئے ان کو بھی بنیاد کے طور پر استعمال کیااور دلائل سے واضح کیا کہ موجودہ ہندو یہود بنو نضیر کی طرح ہیں۔اس موقف کو ثابت کرنے کے بعد مولانا گانگوی نے ہندوؤں کے اموال اور مکانات کے متعلق وہی احکام نافذ کرنے کا فیصلہ دیاجو ریاست مدینہ میں یہود بنوں نضیر پر لگائے گئے تھے۔

بقول گانگوی، موجودہ ہندو اور یہود بنی نضیر تمام حالات میں یکساں ہیں ان میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں مثلاً عذر میں اگر ہندو نضیریوں سے بڑھ کر نہیں تو مساوات میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ اگرچہ نضیریوں سے متعدد اور بدترین غدرات سرزد ہوئے تاہم نہ کسی مسلمان کو قتل کیا اور نہ ہی دنیاوی لالچ دے کر کسی مسلمان کو اپنے ساتھ ملایا تھا۔ البتہ عبد اللہ بن ابی وغیرہ منافقین نے بوجہ اسلامی عداوت کے ان کے ساتھ اندرونی ملاوٹ بنار کھی تھی لیکن ہندوؤں کی چیرہ دستی نے یہ سب کچھ کر دیا مسلمانوں کو

قتل کرنے میں جو کچھ ان سے ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے وہ کسی بیان کا محتاج نہیں اور بڑے بڑے مولاناؤں و جمعیت العلماؤں و دار العلوموں اور ان جماعتوں کو جو اپنے آپ کو اسلام کا واحد ٹھیکیدار قرار دیتے ہیں خرید کر کے اپنا پٹھو بنا رکھا ہے اور ان کی دراز دستی تو دیکھئے کہ یہاں ہندوستان اور کہاں یاغستان وہاں تک ان کا جادو چل رہا ہے۔ بناء علیہ جو حکم نضیریوں کے واگزاشتہ اموال کا ہو گا وہی حکم بلا کم و کاست ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے اموال کا لازم۔[64]

سید گانگوی نے اس شاندار رسالہ میں ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے مکانات کے متعلق منصفانہ تجاویز بھی دیں اور یہ رسالہ تمام پہلوؤں کے اعتبار سے انتہائی شاندار کاوش ہے۔ سید گانگوی کے فقہی مقام کو سمجھنے کے لئے یہ رسالہ بھی لائق مطالعہ ہے۔

(iv) مسئلہ سماع کے جواز پر آپ کی معرکۃ آراء تصنیف:

سماع کے جواز و عدم جواز کا مسئلہ فقہاء، صوفیہ اور محدثین کے ہاں شروع سے مختلف فیہ رہا ہے۔ ہر دور میں علماء و صوفیہ اپنے اپنے مشرب و مسلک کے اعتبار سے آراء کا اظہار کرتے رہے۔ بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں مسئلہ سماع پر درجنوں کتب و رسائل تالیف کیے گئے۔ جن کی وجہ سے صوفیۂ چشت کے لیے اپنے معمولات پر عمل مشکل بنا دیا گیا۔ فاضل بریلوی (م 1921ء) سے سید عین القضاۃ حیدر آبادی تک کئی علماء نے عدم جواز پر دلائل دیئے۔ چشتی خانقاہوں کے علمی مراکز میں آستانہ عالیہ سیال شریف کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور مجاہد اعظم خواجہ ضیاء الدین سیالوی پنجاب میں امارت شرعیہ کو قائم کر چکے تھے قاضی القضاۃ اور مفتی اعظم کے فرائض

سید احمد الدین گانگوی کے سپرد تھے۔ بر صغیر کے کئی علماء و صوفیہ نے مسئلہ سماع پر خواجہ ضیاء الدین سیالوی سے وضاحت چاہی۔ خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی ایماء پر سید گانگوی نے اس مسئلہ پر انتہائی مبسوط اور مدلل کتاب لکھ کر تمام پہلوؤں کو انتہائی شرح وبسط کے ساتھ بیان کر دیا۔ مسئلہ سماع پر مولانا گانگوی کی یہ کتاب پہلی مرتبہ 1924ء میں شائع ہوئی۔ تاب کے جملہ محاسن و خصائص ایک مبسوط مقالے کے متقاضی ہیں۔ سر دست صرف دو حوالوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے جس سے اس کتاب کی تاریخی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ضیاء شمس الانوار فی تحقیق سماع الابرار والفجار کے بارہ میں حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر (م 1946ء) نے لکھا

> "چنانچہ ایک رسالہ خیر النواحی فی حرمۃ الملاہی مولوی محمد عین القضاۃ حیدر آبادی نے دربارہ غنا، تصنیف کر کے دلائل حرمتِ غناء کی بھرمار کر دی پھر اس کے جواب میں مولانا احمد الدین گانگوی سیالوی نے رسالہ ضیاء شمس الانوار فی تحقیق سماع الابرار الفجار تصنیف کر کے رسالہ مذکورہ کے دلائل کے پرخچے اڑادیئے، یہ رسالہ اس وقت میرے سامنے ہے اور اس کے ہوتے ہوئے اب اس بارہ میں کسی جدید رسالہ کی تالیف کی ضرورت نہیں ہے۔"[65]

مینجر رسالہ شمس الاسلام سرگودھا نے لکھا۔

> "یہ کتاب حضرت مولانا مولوی احمد الدین گانگوی نے بایماء اعلیٰ حضرت سجادہ نشین سیال شریف تحریر فرما کر مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے، مولانا نے کتاب میں مسئلہ سماع پر نہایت محققانہ بحث کرتے ہوئے مخالفین کے دلائل کا ایسا دندان شکن جواب دیا ہے کہ

آج تک کسی کو تردید کی جرات نہیں ہو سکی۔ حدیث شریف، آثار، اقوال محدثین وفقہاء، غرض اس مسئلہ کے متعلق معلومات کے دریا کو ایک کوزہ میں بندہ کر دیا ہے، ملک بھر کے چیدہ اخبارات نے اس پر نہایت عمدہ ریویو کئے ہیں، خاندان چشتیہ کے ساتھ تعلق رکھنے والوں میں سے ہر شخص کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری ہے تاکہ معترضین کے فریب سے محفوظ رہے۔"(66)

میدان فقہ میں وسعتِ فکر و نظر:

سید احمد الدین گانگوی نے 1928ء میں لوامع الضیاء تالیف کی تو اس میں بعض کلامی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے مولانا اشرف علی تھانوی پر سخت تنقید کی۔ لیکن جب 1934ء میں آپ کے پاس مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب "الحیلۃ الناجزۃ" پہنچی تو آپ نے ایک وسیع فکر و نظر کے حامل فقیہ کی حیثیت سے اس فقہی کاوش پر مولانا تھانوی کو دادِ تحسین دی۔(67)

خلاصہ:

اجتماعی مسائل میں سید احمد الدین گانگوی کی فقہی تعبیرات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ اسلامی اجتماعیات کے احیاء کے لیے نظم اجتماعی کو ضروری سمجھتے تھے۔ مسلم معاشروں اور ریاستوں کی مضبوطی کے لئے مضبوط نظام معیشت آپ کا مقصود تھا۔ آپ کے نزدیک جو کچھ زور و قوت ہے وہ وحدت مرکز اور نظم میں ہے اور اسی کو مسلمانوں نے کھو دیا جس کے وہ معمور تھے۔ شریعت حقہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سب سے زیادہ زور نظم پر دیا ہے۔ یعنی مسلمان کسی وقت اور کسی

حالت میں بے نظم نہ رہیں۔

سید گانگوی جہاں مسلمانوں کو نظم اجتماعی کی ترغیب دیتے ہیں وہیں ایسی ہر کاوش کو بھی ناکام بنانا ضروری سمجھتے ہیں جس سے بعض نادان مسلمان کسی اور مذہب کے ساتھ اشتراک اور وحدت پیدا کرنے کے اسباب وضع کرتے ہیں۔ ہندوؤں سے مسلم اتحاد کو فروغ دینے کے لیے قائم کی جانے والی کسی ایسی مسجد کو بھی آپ مسلمانوں کی وحدت کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔

فصل سوم

سید احمد الدین گانگوی کی فقہی بصیرت: اسلوبِ استدلال کے تناظر میں

مختلف علوم و فنون کی طرح رفتہ رفتہ فقہ اسلامی کے بھی اصول و قواعد مرتب ہوتے گئے اور تفصیلی دلائل کے ساتھ احکام شرعیہ اور فرعیہ کے جاننے کو علم فقہ کہا جانے لگا۔ استخراج مسائل شرعیہ کا کام اب بھی جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔ یہ شریعت جاوداں اور پیہم رواں دواں ہے اور ہر عہد و عصر کے مسائل و قضایا کو حل کرنے کی اس کے اندر بھرپور صلاحیت موجود ہے۔ علماء پہلے سے مدون اصول افتاء کی روشنی میں مسائل کا حل ڈھونڈتے ہیں۔ فقاہت کیا چیز ہے اور تفقہ فی الدین کب حاصل ہوتا ہے؟ اس بارے فقیہ اسلام شیخ احمد رضا قادری (م 1921ء) رقم طراز ہیں:

> فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے۔ یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے۔ بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ، وضوابط محررہ، ووجوہ تکلم، وطرق تفاہم، وتنقیح مناط، ولحاظ انضباط، ومواضع یسر واحتیاط، وتجنب تفریط وافراط، وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ، وتمیز

> درایات غامضہ و ظاہرہ، ومنطوق ومفہوم صریح ومتحمل، وقول بعض وجمہور ومرسل ومعلل، ووزن الفاظ مفتیین، وسبر مراتب ناقلین، وعرف عام وخاص، وعادات بلاد واشخاص، وحال زمان ومکان، واحوال رعایا وسلطان، وحفظ مصالح دین، ودفع مفاسد مفسدین، وعلم وجوہ تجریح، واسباب ترجیح، ومناہج توفیق، ومدارک تطبیق، ومسالک تخصیص، ومناسک تقیید، ومشائخ قیود، وشوارع مقصود، وجمع کلام، ونقد مرام، وفہم مراد کانام ہے۔ کہ تطلع تام، واطلاع عام، ونظر دقیق، وفکر عمیق، وطول خدمت علم، وممارست فن، وتیقظ وافی، وذہن صافی، معتاد تحقیق، مؤید بتوفیق کاکام ہے۔ حقیقت وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عزوجل بمحض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القاء فرماتاہے۔(68)

فقیہ کے لیے تمام اصول و قواعد پر مہارت تامہ ضروری ہے تاکہ مسائل کا استخراج کرسکے۔ سید احمد الدین گانگوی کو بھی فقہ میں یہ مہارت حاصل تھی۔ وہ نہ صرف اصول افتاء سے مکمل واقفیت رکھتے تھے بلکہ اس کے التزام کو ضروری قرار دیتے۔ اس حوالے سے چند ایک نظائر اس فصل میں بیان کئے جائیں گے۔

اصول فقہ و افتاء اور اصول حدیث سے استدلال

اصول افتاء سے استدلال:

مقلد کے لئے تقلید ضروری ہے:

لغوی طور پر اپنی گردن میں قلادہ ڈالنے کو تقلید کہا جاتاہے۔ جب کہ اصطلاحی طور پر تقلید فقہی کی تعریف یہ ہے۔ احکام و مسائل شرعیہ غیر منصوصہ میں کسی امام مجتہد کی تحقیق کو بلا دلیل و حجت مان لینے کا نام تقلید ہے۔ ظاہر ہے کہ جو عالم مجتہد نہیں ہو گا وہ مقلد ہی ہو گا اور اسے تقلید فقہی کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ جس طرح مختلف علوم و فنون کے ماہرین اپنے علم و فن کے تعلق سے جو تحقیق بیان کریں وہ ان کی علمی و فنی تحقیق کا نتیجہ ہوتا ہے جسے دنیا کے کروڑوں انسان بلا چون و چرا تسلیم کرتے ہیں اور کوئی جاہل و عامی شخص اگر کج بحثی پر آمادہ ہوتا ہے تو اسے ہر عاقل انسان ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتاہے۔ صدیوں پیشتر کے جلیل القدر علماو فقہائے اسلام بھی تقلید فقہی کے قائل اور اس پر عامل تھے جن کی عظمت و فضیلت دینی و علمی پر شرق و غرب کے مسلمان متفق ہیں۔ عالم اسلام کے بڑے بڑے علماو فقہا و فضلا کا اگر آج جائزہ لیاجائے تو ان میں ایسے افرادو اشخاص صحیح معنوں میں نادرالوجود ہیں جنہیں کلیات و جزئیات فقہ پر عبور ہو اور بڑے بڑے دارالافتاء کے نامور مفتیان کرام بھی معرفت دلائل تفصیلیہ کے بعد اجرائے فتویٰ کرنے والے اصحاب فتویٰ نہیں ہیں بلکہ ان کی حیثیت ناقلین فتاویٰ سے زیادہ نہیں ہے۔ لہٰذا مقلد پر تقلید کو لازم قرار دیا گیا اور تقلید فقہی کا تعلق صرف ابواب فقہ سے ہے اور احکام و مسائل غیر منصوصہ میں ہی

اس کا وجود و وجوب ہے۔ سید احمد الدین گانگوی مقلد کے لیے تقلید کے التزام کو واضح کرتے ہیں اور فقہی مذہب سے انحراف کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اپنے ایک قلمی فتویٰ میں مقلد کے لیے ضرورت تقلید کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مولوی صاحب نے جو اس ضرورت کی بنا پر فیصلہ کیا ہے وہ بناء الفاسد علی الفاسد ہو کر غیر نافذ و باطل ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مولوی صاحب مجتہد تو ضرور نہیں تو مقلد حنفی ہوں گے غالباً ضرور حنفی ہوں گے جیسا کہ استفتاء کی عبارت سے مستفاد ہے۔ اور مقلد اپنے امام کے مذہب کے برخلاف نہ فیصلہ کر سکتا ہے اور نہ ہی خود عمل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ درالمختار رسم المفتی میں ہے واما المقلد فلا ینفذ قضائه بخلاف مذهبه اصلاً کما فی القنیه (69) اور اسی کتاب کے کتاب القضاء میں ہے وفی شرح الوهبانیة للشرنبلالی قضی من لیس مجتهدا کحنفیة زماننا بخلاف مذهبه عاملاً لاینفذ اتفاقاً۔ اورزید چونکہ عامی ہے اور اس طرح مولوی صاحب بھی کیونکہ جو مجتہد نہ ہو تو شرعاً وہ عامیوں میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ شامی میں ہے ۔قوله فلو عامیاً المرادبه غیر المجتهد بدلیل المقابلة فیشمل العالم والجاهل۔ (70) اور شامی رسم المفتی میں ہے لایجوز للعامی ذلك (ای العمل بالضعیف لنفسه)"(71)

تلفیق بلا تفاق باطل ہے:

فقہا ضرورت شدیدہ کے وقت کسی دوسرے فقہی مذہب پر عمل کو جائز

قرار دیتے ہیں لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ تلفیق نہ ہو کیوں کہ تلفیق فقہائے اربعہ کے ہاں باطل و ناجائز ہے۔ سید احمد الدین گانگوی اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"علاوہ برایں چونکہ ہمارے ملک مں صرف ایک ہی مذہب حنفی رائج ہے دوسرے مذہبوں کا نام ونشان بھی نہیں لہذا باقی مذاہب کی کتب ناموجود۔ گو بعض فقہانے لکھا ہے کہ عند الضرورۃ الشدیدہ دوسرے مذہب کے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس مسئلہ میں جملہ شروط واحکام اس امام پر عمل کرے ورنہ تلفیق لازم آیگا اور تلفیق بالاتفاق باطل ہے۔ جیسا کہ درالمختار کتاب الصلوٰۃ بحث جمع بین الصلوتین میں ہے۔ " ولاباس بالتقليد عند الضرورة لكن بشرط ان يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الامام لما قدمنا ان الحكم الملفق باطل بالاجماع"۔(72)

مفتی ماجن اور اس کی سزا:

فقہاء نے مفتی اور ناقل فتویٰ کے لیے شرائط مقرر کی ہیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ایسے شخص کو فتویٰ دینے سے روکا جائے جو لوگوں کو غلط حیلے سکھائے۔ ایسے شخص کو فقہاء مفتی ماجن کہتے ہیں۔

سید گانگوی لکھتے ہیں:

"کتب فقہ میں بالصراحۃ مسطور ہے کہ جو شخص لوگوں کو غلط حیلے سکھائے اس کا شرعی نام مفتی ماجن ہے ایسے شخص کی سزاء حضرت امام اعظمؒ کے فرمان کے مطابق حجر یعنی اس کو آیندہ کے لئے فتویٰ

دینے سے حکماً بند کر دیا جائے اور عام تشہیر کی جائے کہ اس سے آیندہ کوئی فتویٰ یا فیصلہ نہ کرایا جائے"[73]

مفتی ماجن کے متعلق فقہائے احناف کی تصریحات کو بیان کرتے ہوئے اشباہ والنظائر اور در مختار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جیسا کہ اشباہ والنظائر میں ہے۔" ومنها جواز الحجر على البالغ العاقل الحر عند ابي حنيفةؒ فى ثلث المفتى الماجن والطبيب الجاهل والمكارى المفلس دفعاً للضرر العام"[74] اس کے تحت میں علامہ حموی لکھتے ہیں المفتى الماجن الذى يعلم الناس الحيل۔ اور درالمختار کتاب الحجر میں ہے بل يمنع مفت ماجن يعلم الحيل الباطلة۔[75]

مزید وضاحت کرتے ہوئے فتاویٰ عالمگیریہ کا حوالہ دیتے ہیں:

"اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے ۔ "قال ابوحنيفهؒ لايحجر القاضى على الحر العاقل البالغ الامن يتعدى ضرره الى العامة وهم ثلثة الطبيب الجاهل الذى يسقى الناس مايضرهم ويهلكهم وعنده انه شفاء ودواء والثانى المفتى الماجن وهو الذى يعلم الناس الحيل اويفتى من جهل الثالث المكارى المفلس"[76]

فتویٰ کے اختتام میں اپنے معاصر مفتی ماجن کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور یہی عبارت بعینہا فتاوی قاضی خان میں بھی موجود ہے۔[77] اس کے علاوہ جو اس نے اس فیصلہ کے عوض میں رقم لی ہے وہ بھی واپس کر دے اور تا ظہور توبۃ النصوح اس سے تمام مسلمانان تعلق قطع کر دیں اور کسی قسم کا برتاؤنہ کریں نہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں[78]

متاخرین کے ہاں متون معتبرہ: متاخرین فقہائے احناف نے تین یا چار متون پر اعتماد کیاہے اور ان میں وہ مسائل مذکور ہیں جنہیں مشائخ کا اعتبار حاصل ہے اور انہی متون میں مسائل ظاہر الروایۃ کا التزام کیا گیاہے۔ سید احمد الدین گانگوی افتاء کے لیے متون معتبرہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ روایت تمام متون معتبرہ عند الفقہا میں موجود ہے چنانچہ کنز الدقائق قدوری، وقایہ، ملتقیٰ، بخلاف روایت امام محمد کے کہ وہ صرف قدروی وملتقی میں گو موجود ہے مگر وہ بھی تبعاً اور فاضل علامہ مولانا حاجی حافظ محمد عبد الحیٔ لکھنوی نے النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر میں کہاہے

"واعلم ان المتاخرین قد اعتمدواعلی المتون الثلثه الوقایه ومختصر القدری والکنز ومنهم من اعتمد علی الاربعة الوقایة والکنز والمختار ومجمع البحرین وقالو العبرة لما فیها عند تعارض مافیها مافی غیرها لما عرف" جاننا چاہیے کہ علمائے متاخرین نے تین متنوں پر اعتماد کیاہے وقایہ اور قدروی اور کنز اور بعض نے چار متون پر اعتماد کیا ہے وقایہ، کنز، مختار، مجمع البحرین اور کہا کہ جب ان میں اور دوسری کتابوں میں تعارض ہو تو فتویٰ انہیں پر ہے کیونکہ ان کے مصنف بڑے جلیل القدر ہیں اور مسائل ظاہر الروایۃ کا التزام کیا ہے اور ان مسائل کا جن پر مشائخ کا اعتماد ہے۔"(79)

اختلافی مسئلہ میں متون کا اتفاق:

ایک مسئلہ میں اگر روایات زیادہ اور مختلف ہوں تو اس روایت کو ترجیح دی

جائے گی جس پر متون کا اتفاق ہو۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جس مسئلہ میں اختلاف ہو تو جس روایت پر متون کا اتفاق ہو اس کو بہ نسبت دوسری روایت کے ترجیح ہے (80)

جس روایت پر فتویٰ ہو وہ ظاہر الروایۃ پر مقدم ہوتی ہے:

فقہائے احناف کے ہاں جس روایت پر فتویٰ ہو اسے ظاہر الروایۃ پر ترجیح دی جائے گی۔ سید احمد الدین گانگوی اسلامی بیت المال میں اس اصول کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "الحاصل روایت امام ابو یوسف پر الفاظ افتاء و ترجیح بکثرت موجود میں جیسا کہ شامی میں، ہو المعتمد اور دار المنتقی میں بہ یفتیٰ واقع ہے اور در المختار بحث رسم المفتی میں ہے کہ جس روایت پر لفظ صحیح یا ماخوذ یا بہ یفتیٰ کا ہو تو اس پر اعتبار کرنا چاہیے اور اس کی مخالف روایت کی طرف التفات نہ کی جائے بلکہ طحاوی میں ہے کہ جس روایت پر فتویٰ ہو وہ ظاہر الروایۃ پر مقدم ہوتی ہے۔"(81)

روایتِ اول راجح ہوتی ہے:

فقہائے احناف کے ہاں اختلافی مسئلہ میں اس روایت کو ترجیح دی جائے گی جسے پہلے ذکر کیا گیا ہو۔

> "ملتقی البحر میں یہ التزام ہے کہ مسئلہ اختلافیہ میں جس روایت کو پہلے ذکر کرے وہ بہ نسبت دوسری کے راجح ہوتی ہے اور اس مسئلہ میں روایت ابو یوسف کی روایت پر مقدم کیا ہے کما مر اور شامی میں ہے

وقدمہ فی متن الملتقی فافاد ترجیحہ علی قول محمد" یعنی متن ملتقی میں اس کو پہلے ذکر کرنا امام محمد کی روایت پر ترجیح کا فائدہ دیتا ہے"۔(82)

یقین شک سے زائل نہیں ہوتا:

قواعد فقہ میں ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ وجوبِ عشر کے لئے اس قاعدہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سابقاً مذکور ہوا کہ وجوب عشر کا سبب زمین پیداوار دہندہ ہے تو جب سبب موجود ہے تو وجوب عشر کیوں مفقود ہو گیا۔ عشر کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے اس کا ثبوت یقینی ہے اور پانی خراجی کی وجہ سے اس کا سقوط ظنی کیونکہ یہ صرف ایک روایت ہے وہ بھی غیر مفتیٰ بہا اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا جیسا کہ اشباہ والنظائر میں ہے۔ الیقین لایزول بالشک تو عشر کی فرضیت ایسے احتمالات سے ساقط نہ ہو گی۔"(83)

مساوی الدرجہ اختلافی اقوال میں احتیاط کو اختیار کیا جائے:

اگر کسی مسئلہ میں اقوال وروایات مختلف ہوں اور مساوی الدرجہ بھی ہوں تو احتیاط کو اختیار کرنا حنفی فقہا کا طریقہ ہے۔ اس اصول سے استشہاد کرتے ہوئے سید گانگوی رقم طراز ہیں:

"احتیاط بھی اسی روایت میں ہے۔استفت قلبك وان افتاك المفتون، غرض بالفرض المحال مان لیا جائے کہ مسئلہ اختلافی ہے اور

دونوں شق مساوی الدرجہ ہیں مگر تاہم احتیاط ادائے عشر میں ہے
کیونکہ اگر حقیقت میں واجب تھا تو ادائے واجب ہو گیا اور اگر واجب
نہیں تھا تو ثواب اتفاق تو کہیں نہیں جاتا اور اگر ادا نہ کیا گیا ہو تو
بصورت وجوب کے سخت مواخذ ہو گا۔"(84)

اختلافی اقوال میں اکثریت کا اعتبار:

فقہاء احناف کے ہاں جس روایت میں اختلاف ہو تو اکثریت کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

"یہ روایت اکثرین کا قول ہے جیسا کہ تواتر نقول متون وشرح سے
ظاہر ہے اور رد المختار میں ہے کہ جس روایت میں اختلاف ہو تو
اکثریت کے قول کا اعتبار ہوتا ہے۔"(85)

صاحبین کے اقوال میں اصول ترجیح:

فقہ میں صاحبین سے مراد امام محمد بن حسن شیبانی اور امام ابویوسف ہیں۔وہ مسائل جن میں امام ابویوسف اور امام محمد کا اختلاف ہو تو حنفی فقہا اکثر امام ابویوسف کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔اس اصول کو سید گانگوی کچھ یوں لکھتے ہیں۔

"جس مسئلہ میں امام ابویوسف او رامام محمد کا آپس میں اختلاف
ہو سوائے ان صور کے جن میں علمائے متاخرین نے امام محمد کے قول کو
مفتیٰ بہ قرار دیا ہے۔ امام ابویوسف کے قول کو چھوڑ کر امام محمد کے
قول پر فتویٰ دینا اور عمل کرنا جہل اور خرق اجماع ہے۔جیسا کہ علامہ
شامی نے بحث رسم المفتیٰ میں تصریح کی ہے۔الفتویٰ بالقول

المرجوح جهل وخرق للاجماع کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصح اولم یقروجهه انتھی "مرجوح قول کے ساتھ فتویٰ دینا جہل اور خرق اجماع ہے جیسا کہ امام ابویوسف کے قول ہوتے ہوئے امام محمد کے قول پر فتویٰ دینا جب وہ صحیح اور قوی نہ کیا گیا ہو۔"(86)

اصول عام وخاص:

اور علماء اصول نے تصریح کی ہے کہ جب حکم عام وخاص کا مقابلہ ہو جائے تو عام سے ماسواء خاص کا مراد ہوتا ہے۔(87)

عام مخصوص البعض مفید ظن ہوتا ہے:

حنفی فقہا کے ہاں عام مخصوص البعض بیانِ حکم میں ظن کا فائدہ دیتا ہے۔ سید گانگوی مبحث سماع میں اس اصول سے کچھ اس طرح استدلال کرتے ہیں۔

"چہارم یہ کہ بفرض تسلیم کرنے لام استغراقیہ کے بھی مثبت مدعا نہیں کیونکہ اس استغراق نے تو جمیع افراد معازف کو گھیرا۔ الا دوسری احادیث صحیحہ نے بعض معازف کو اس حکم سے مستثناء کر دیا۔ تو یہ عام مخصوص البعض ہوا جو مفید ظن ہوتا ہے۔ پہلے بھی خبر واحد ہونے کی وجہ سے ظنی تھا اب ظن در ظن آ گیا جو مقام استدلال میں قابل کار نہ رہی۔"(88)

امر مفروض:

علماء اصول نے تصریح کی ہے کہ فرضیت امر الٰہی کسی فرد میں پائی جانے سے ادا ہو جاتی ہے خواہ کتنا ہی قلیل ہو لیکن قدر مفروض شروع سے زیادہ کرنا تکمیل فرض

کے لئے جہاں تک بوجہ شروع ہو سکے مستحب ہے اور مطلوب ہے۔[89]

فضائل میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار علماء اصول کے ہاں:

محدثین اور فقہا فضائل کے باب میں احادیثِ ضعیفہ سے استدلال کو جائز قرار دیتے ہیں۔

> "یہ کلمات متبرکہ متعدد احادیث سے ثابت ہیں۔ مرفوعہ بھی اور موقوفہ بھی اور بطریق کثیرہ مروی ان طرق میں سے اگر کسی ایک طریق میں ضعف ہو تو یہ ضعف دوسری طریق میں سرایت نہیں کر سکتا۔ علاوہ ان فضائل میں احادیث ضعیفہ بھی قابل عمل ہوتی ہیں۔ جیسا کہ علماء اصول کا متفقہ اقرار ہے۔"[90]

حدیث قولی سے وجوب کا اثبات:

نبی کریم ﷺ اگر کسی چیز کا حکم فرمائیں تو اس سے فقہاء احناف وجوب ثابت کرتے ہیں۔ حدیث قولی سے واجب ثابت کرنے کے اس اصول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید احمد الدین گانگوی لکھتے ہیں:

> "اس حدیث نے اس امر پر دلالت کر دی ہے کہ آنحضور ﷺ نے دف اور غناء اور اشعار کو لونڈیوں سے سنا سوائے حاجت کے۔ تو مردوں سے ان کا سننا بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔ جب حضور ﷺ نے ان لونڈیوں کو محاسن شہدا کے گانے کا حکم فرمایا تو یہ صیغہ امر میں یعنی قولی تھا۔ اور امر کبھی وجوب اور کبھی ندب اور کبھی اباحت کے لئے ہو تا ہے۔ ان کا امتیاز قرائن سے ہو تا ہے۔ اب یہاں جو صیغہ امر

حضور ﷺ نے فرمایا یہ بھی احتمال وجوب کا رکھتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ان لونڈیوں کو بالمشافہ حکم فرمایا۔ اور آپ کان دھر کر اس کے سننے کے شائق تھے ایسے امر کی مخالفت ہر گز جائز نہیں۔ جب حضور کسی سے کوئی چیز طلب فرمائیں اور اس کے جواب کے انتظار میں رہیں تو اس کا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔"(91)

صحابہ کرام و تابعین عظام کا عمل دلیل اباحت ہے:

صحابہ و تابعین اگر کسی بات پر عمل کریں تو وہ فعل مباح ہو گا یعنی صحابہ و تابعین کا عمل دلیل اباحت ہے۔

"صحابہ و تابعین واکابر علماء دین وفقہاء مجتہدین کے عمل درآمد اول دلیل اباحت سماع ہے۔ ان کے افعال بحیثیت مقتداء ہونے کے ہمارے اسوہ حسنہ ہیں۔ احادیث کے معانی و موارد ان کو بخوبی معلوم ہونے کی وجہ سے ان کے افعال خلاف مامور بہ پر حمل نہیں کئے جا سکیں گے۔"(92)

اصل اشیاء میں اباحت ہے:

فقہاء کے ہاں کوئی بھی چیز اس وقت تک مباح تصور کی جائے گی جب تک کہ حرمت کی دلیل موجود نہ ہو۔ فقہاء اس اصول کو اصل اشیاء میں اباحت ہے، سے تعبیر کرتے ہیں۔ سید احمد الدین گانگوی اس اصول سے اس طرح استدلال کرتے ہیں:

"جب محرمین سے کوئی دلیل قوی حرمت سماع علی الاطلاق پر قائم نہ ہو سکی تو محللین کو دلائل کے قائم کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

کیونکہ جس چیز کی حرمت ثابت نہ ہو تو حنفیہ کے نزدیک چونکہ اصل الاشیاء میں اباحت ہے۔ لہٰذا اپنے اصل پر محمول ہو کر مباح ہو گا۔ محللین کا مدار انہی دلائل پر ہے"(93)

اجماع ذو وجہین بھی ہو سکتا ہے:

اگر کسی چیز کے حکم میں حلال ہونے پر بھی اجماع ہو اور حرام ہونے پر بھی اجماع ہو تو اسے اجماع ذو وجہین کہتے ہیں۔ اس اصول پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات علماء کسی چیز کے حکم بیان کرنے میں افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سید گانگوی اس اصول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ اجماع ذو وجہین ہے یعنی حلت سماع پر بھی اجماع اور حرمت پر بھی۔ لیکن چونکہ حلت اور حرمت کے مصادیق الگ الگ ہیں۔ اس لئے یہ ایک اجماع ذوجہین ہو گا۔ فاضل معاصر اس حقیقت سے نامعلومی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ بعض نے انعقاد اجماع کا دعویٰ حرمت پر کیا۔"(94)

عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے:

علماء اصول کا ضابطہ ہے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ سبب خصوص کا۔ اس اصول سے استشہاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہاں جو ہے ایک قاعدہ مسلمہ عند الاصولیین و مفسرین یاد آ گیا وہ یہ ہے کہ آیت کا شان نزول کچھ بھی ہو اس کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ العبرة لعموم الالفاظ لالخصوص

السبب۔"[95]

مصادر اربعہ کے ساتھ اقوال مشائخ سے استدلال:

سید احمد الدین گانگوی مصادر اربعہ کے ساتھ ساتھ مشائخ اور صوفیہ کے اقوال سے بھی استدلال کو فقہی مسائل میں استعمال کرتے ہیں۔ مصادر اربعہ کے بعد مشائخ کی تصریحات کو زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ یہاں ان کی دو عبارات اس اصول کو سمجھنے کے لئے ذکر کی جاتی ہیں۔

"چونکہ شرع شریف کے دلائل چار ہیں۔ قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع امت، قیاس مجتہد اولاً سوال یہ ہے کہ اس اپنے دعوی پر ان ادلہ اربعہ میں سے کوئی ایک دلیل بھی پیش کر سکتے ہیں جس سے ان کی صداقت کا ثبوت ہو سکے ہم ان کو پھر بھی ارخاء عنان دیتے ہیں حضور پاک علیہ الصلوات و السلام کی تصویر سے قطع نظر کر کے مطلق تصاویر کا مسئلہ پیش کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ کیا قرآنِ کریم میں کوئی اس مضمون کی آیت صریحۃ الدلالۃ یا کتب حدیث میں کوئی صحیح حدیث یا اجماع امت ہو یا ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کا قول یا مشائخ کرام میں سے کسی ولی اللہ کی تصریح ہے۔ جس سے اس دعویٰ کی صداقت ثابت ہو سکے"۔[96]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

"اب قارئین کرام کو خوب اندازہ ہو گیا ہو گا کہ جس امر کا ثبوت نہ قرآن شریف میں ہے اور نہ ہی احادیثِ صحیحہ میں اور نہ اجماع امت اور نہ قیاس مجتہدین میں اس کا ذکر ہے اور نہ مشائخ عظام کا فرمان ہے

کہ پھر اس کو لازم قرار دینا اور عند شرع شریف کا حکم بھی ساتھ لگا دینا
کیسی گستاخی اور افتراء علی اللہ ہے سچ ہے اذالم تستحی فاصنع ماشئت، بے
حیاء باش وہرچہ خواہی کن"[97]

احادیث کی عبارت النص اور اشارت النص سے استدلال:

مولانا گانگوی احادیث سے استدلال کرتے وقت اصول و قواعد کا پورا پورا اہتمام اور لحاظ کیا کرتے اور ایک فقیہ اور اصولی کی حیثیت سے احادیث کی عبارات النص اور اشارات النص سے بھی فقہی مسائل کا استخراج کیا کرتے۔ شادی اور دیگر خوشی کے مواقع پر موسیقی کے جواز کو ثابت کرتے ہوئے آپ رقم طراز ہیں۔

"الحاصل ان احادیث کی عبارت النص نے مواقعات ذیلہ میں گانے بجانے کو ثابت کر دیا (1) شادی کے وقت عام ازیں کہ خاص بوقت انعقاد نکاح ہو جیسا کہ احادیث میں مروی ہے ایلنو النکاح ولو بالدف یعنی ظاہر کرو نکاح کو اگرچہ دف کے ساتھ بھی ہو۔ یا بوقتِ زفاف یا بعد ازاں (2) خوشی مباحہ کی مبارکبادی کے وقت (3) خوشی پہنچنے کے وقت (4) دوستوں کی ملاقات کے وقت (5) کسی نیک کام کی تحریص وترغیب کے وقت اور ان کی اشارۃ النّص نے مواقعات ذیلہ میں گانے بجانے کی اجازت دے دی۔ اور حقیقت بتلادی۔ (6) ولیمہ کے وقت (7) عقیقہ کے وقت (8) ختنہ کے وقت (9) اعراس بزرگانِ دین کے وقت (10) ختم قرآنِ شریف کے وقت (11) ولادت لڑکا کے وقت جیسا کہ احیاء العلوم میں ہے"۔[98]

درایۃ الحدیث: حدیث کی تشریح میں جملہ علوم صرفی ونحوی اور اصولی وحدیثی سے استدلال:

علامہ عین القضاۃ حیدر آبادی نے حرمت معازف پر حدیث بخاری سے استدلال کیا جس پر مولانا گانگوی نے نہ صرف درایت الحدیث سے نقد کیا بلکہ جملہ علوم وفنون کی بھرپور صلاحیتوں سے اپنے موقف کی صحت کو ثابت کیا اور حدیث کی اس بہترین انداز سے شرح کی کہ مبتدی بھی سمجھ جائے۔ ہم علامہ عین القضاۃ کا استدلال ذکر کرتے ہیں اور پھر اس پر علامہ گانگوی کی جرح میں لکھتے ہیں:

"قال قال الامام البخاری فی کتاب الاشربۃ من صحیحہ و قال هشام بن عمار حدثنا صدقۃ بن خالد قال حدثنا عبدالرحمٰن یزید بن جابر قال حدثنا عطیہ بن قیس الکابی حدثنی عبدالرحمٰن بن غنم الشعری قال حدثنی ابو عامر اوابو مالك الشعری واللہ ما کذبنی سمع النبی صلی اللہ علیہ و سلم یقول لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحرو الحریر والخمر ولمعازف ولینزان اقوام الی جنب علم یروح علیھم بارحۃ لھم یاتیھم یعنی الفقیر الحاجۃ فیقولون ارجع الینا غدا فبیتھم اللہ و یضع العم و یمسخ اخرن قردۃ و خنازیر الیٰ یوم القیٰمہ انتھی

معنی اس حدیث مرفوع کہ یہ ہیں کہ البتہ میری امت سے وہ اقوام ہوں گے کہ حلال کریں گے زنا کو اور ریشمی کپڑے کو اور شراب کو اور آلات ملاہی کو اور البتہ اتریں گے اقوام پہلو میں پہاڑ کے کہ شب کریں گے ان پر مویشی ان کے۔ آئے گا ان کے پاس کوئی محتاج کسی حاجت سے پس کہیں گے کہ کل لوٹ کر آنا ہمارے پاس پس

ہلاک کر دے گا اُن کو اللہ تعالیٰ رات میں اور کہہ دے گا پہاڑ کو اُن پر کہ دب کر مر جائیں گے اور مسخ کرتا رہے گا اوروں کو جو ہلاک نہیں ہوئے۔ بندر اور سور کی طرف قیامت تک اس حدیث میں لفظ معازف کی چونکہ معرف بلام استغراق واقع ہوئی ہے اور اُس کے حلال کرنے والوں پر وعید آگئی ہے۔ لہٰذا تمام معازف یعنی آلات ملاہی خواہ دف اور طنبور کی قسم ہو یا کوئی اور قسم حرام ہوں گے صرف وہ آلہ لہو جس کی رُخصت حدیث میں بسبب عوارض مخصوصہ کے آگئی ہے۔ علت اس کی بعد متحقق اسی عارضی کے بطور رُخصت ہوگی نہ بطور غریست۔ لہٰذا وہی آلہ اگر اُس عارض کے ساتھ نہ ہو تو اپنی حرمت سابقہ پر بطور عزیمت قائم رہے گا۔[99]

مولانا گانگوی نے جرح کرتے ہوئے پہلے تو حدیث کو منقطع قرار دیا۔

"اقول اوّلاً تو یہ حدیث منقطع ہے۔ جیسا کہ نقاد فن نے اس کی تصریح کی ہے"۔[100]

جرح ثانی میں مولانا گانگوی نے اس مبحث پر کلام کیا کہ آیا معازف کو معرف بلام استغراقی قرار دینا درست ہے یا نہیں۔

"ثانیاً معازف کو معرف بلام استغراق قرار دینا ایک نیا طرز تضحیک اطفال ہے بچند وجوہ اوّل یہ کہ ان کے باقی رفقائے ثلاثہ یعنی حر و حریر و خمر جو اُس کے معطوف ہیں اور معرف بالام بھی ہیں ان پر کون سالام ہے۔ استغراقیہ ہے یا غیر استغراقیہ"۔[101]

مذکورہ اشکال کی دلائل کے ساتھ توضیح کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں۔

"بصورت اول لازم آئے گا کہ جمیع افراد کا اشیاء ثلاثہ کے مقام اُمت

پر حرام ہو جائیں۔ حالانکہ واقع میں اس طرح نہیں۔ کیونکہ حریر مثلاً عورتوں پر تو علی الاطلاق حلال ہے اور مردوں پر بھی بعض مواقع میں حلال ہے۔ مثلاً جہاد کے وقت بلکہ اگر کسی کے کپڑے کا حلم ریشم کا ہو وہ بھی بقدر چار انگشت حلال ہے اور جس کپڑے کا صرف تانا ریشم کا ہو اور بانا سوت وغیرہ کا ہو تو وہ بھی حلال ہے اور مچھر دانی وغیرہ بھی ریشم کی حلال ہے وغیرہ وغیرہ۔ بہت ریشم کی چیزیں مردوں پر بھی حلال ہیں بصورت ثانی نظم الکلام کے قواعد کا خلاف لازم آئے گا۔ جو افصح العرب والعجم کے شان سے بعید ہے "۔[102]

مولانا گانگوی یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ صیغہ جمع پر داخل ہونے والا، لام ہمیشہ استغراقی نہیں ہوا کرتا۔

"دوئم یہ کہ یہ قول اس کا تب صحیح مانا جاسکتا ہے۔ جب پہلے اس امر کو ثابت کر دیں کہ جو لام صیغہ جمع پر داخل ہو ہمیشہ استغراقیہ ہوا کرتا ہے۔ والامر لیس کذلك کما لا یخفی علی من تمارس بالایات القرانیة والاحادیث النبویة والمحاورات العربیة سوم یہ کہ لام استغراقیہ کے کہنے سے ایک صعوبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس سے عموم و شمول جمیع افراد معازف کہنے پڑے۔ بعدہ دف وغیرہ کو استثناء کرنا پڑا۔ جس کی تکلیفات خود جناب کو کرنی پڑی۔ اگر لام استغراقیہ نہ کہتے تو ایسی تکلیفوں کے منہ میں نہ آتے۔"

ع اے روشنی طبع تو برمن بلاشدی [103]

آخری الزامی جواب دیتے ہوئے مولانا گانگوی لکھتے ہیں۔

"چہارم یہ کہ بفرض تسلیم کرنے لام استغراقیہ کے بھی مثبت مدعا نہیں۔ کیونکہ اس استغراق نے تو جمیع افراد معازف کو گھیرا۔ الا دوسری احادیث صحیحہ نے بعض معازف کو اس حکم سے مستثناء کر دیا۔ تو یہ عام مخصوص البعض ہوا جو مفید ظن ہوتا ہے۔ پہلے بھی خبر واحد ہونے کی وجہ سے ظنی تھا۔ اب ظن در ظن آگیا جو مقام استدلال میں قابل کار نہ رہی۔ یہ تمام جوابات الزامی تھے"۔ (104)

مولانا گانگوی عبارت حدیث کا معنی اور مفہوم سمجھاتے ہوئے اور اس سے مستفاد فوائد کا احاطہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جواب تحقیقی یہ ہے کہ اگر المعازف کالام استغراقیہ مانا جائے تو اس عبارت حدیث کا یہ معنے ہو گا کہ ایسے اقوام ہوں گے جو تمام معازف کو حلال سمجھیں گے۔ وہ مستحق وعید ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام معازف کو حلال نہ جاننا چاہتے تو اس وعید سے بچنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ تمام معازف کو حرام جانے۔ دوسرے یہ کہ بعض کو حلال اور بعض کو حرام جانے۔ ہم تمام معازف کو کب حلال جانتے ہیں۔ بلکہ جو معازف مجالس صلحاء میں مستعمل ہوں صرف انہیں حلال جانتے ہیں"۔ (105)

حدیث مبارکہ میں جن معازف کی حرمت مذکور ہے ان سے مراد وہ آلات موسیقی ہیں جو محافل فساق میں استعمال کئے جائیں۔

"باقی جو محافل فساق میں مستعمل ہوں ان کو ہم بھی حرام جانتے ہیں۔ تو اس حدیث شریف نے فاضل معاصر کے مدعا کا اثبات تو ہرگز نہ

کیا۔ کیونکہ اُن کا دعویٰ تو یہ تھا کہ تمام معازف حرام ہیں۔ البتہ ہمارے مدعا کا اثبات بخوبی کر دیا۔ ہمیں فاضل معاصر کا ممنون احسان رہنا چاہیے "۔[106]

سید گانگوی یستحلون المعازف میں لام استغراقی ہونے کی مزید توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حاصل جواب تحقیق یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو لفظ یستحلون المعازف مثلاً ہے۔ اب اگر اس لام کو جو المعازف پر ہے استغراقیہ مانا بھی جائے جیسا کہ فاضل معاصر نے کہا ہے تو یہ معنی ہو گا کہ ایسے اقوام ہوں گے جو تمام معازف کو حلال جانیں گے وہ مستحق وعید ہیں "۔[107]

اب وہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ تمام معازف حلال نہ ہونے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو تمام معازف کو حرام قرار دیا جائے یا بعض کو حلال اور بعض کو حرام۔ ان تینوں صورتوں کو دیگر احادیث پر پیش کرتے ہوئے صورت اول کو باطل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں

"اس کا حاصل یہ ہوا کہ تمام معازف حلال نہیں خواہ تمام حرام ہوں یا بعض حلال اور بعض حرام لیکن خارج سے معلوم ہے کہ تمام معازف تو حرام ہر گز نہیں۔ کیونکہ بعض معازف کی تو خود سرور عالم ﷺ و صحابہ کبار و تابعینؒ نے اجازت فرمادی ہے۔ مثلاً دف و عود وغیرہ جیسا کہ سابقاً شرعاً مذکور ہوا۔ تو بعض کا حرام ہونا متیقن ہوا۔ وہ بعض وہی ہے جس کی حرمت قرآن شریف میں بنابر بعض روایات کے ہے "۔[108]

اصول فقہ اور اصول حدیث سے اپنے استدلال کو ثابت کرنے کے بعد سید

گانگوی منطقی اصول و قواعد سے بھی اخذ کردہ حکم معازف کو کچھ اس طرح واضح کرتے ہیں۔

> "اب لام استغراقیہ نے جناب کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ کیونکہ رفع ایجاب کلی سلب کلی کو مستلزم نہیں ہوتا۔ بلکہ سلب جزئی کو مستلزم ہوتا ہے مثلاً لیس کل حیوان انسانا کا مفہوم صریح تو رفع ایجاب کلی ہے۔ الا اُس کو سلب جزئی لازم ہے۔ اس واسطے کہ رفع ایجاب کلی کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ سلب کلی یا سلب جزئی اور دونوں صورتوں میں سلب جزوی لازم ہے وہی لازم ہو گی۔ پس سلب جزی ضروریات مفہوم ولوازم رفع کلی سے ہے"۔ (109)

غرض کہ حدیث شریف نے بھی جمیع انواع معازف کی حرمت کو ثابت نہ کیا۔ اگرچہ معازف کو معرف بلام استغراقیہ بھی مانا گیا اور واقعی حدیث شریف کو ایسی تعمیم شایان بھی نہیں۔ کیونکہ خود حضور ﷺ نے بعض معازف کو سنا اور قرآن شریف نے بھی اس حرمت کو قیود ثلاثہ کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ لام عہدی ہے۔ اس کا اشارہ ان معازف کی طرف ہے جو حرام ہیں۔ افسوس کہ فاضل معاصر نے بہت کچھ سر مارا اور بے جا تاویلیں کیں۔ مگر ویسے ہی خالی کے خالی رہ گئے۔

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

ہاں اگر اس حدیث شریف میں لفظ حرمت معازف کا ہوتا۔ جس سے نسبت ایجابی بنا کر لاام استغراقیہ سے کلیت حاصل کر کے ایجاب کلی بنا لیتے تو البتہ جناب کی

مطلب براری ہو جاتی۔ گو اس میں فعل رسول اکرم ﷺ و صحابہ کرامؓ و تخصیص آیت کریمہ کا تخالف آہی جاتا۔ مگر جناب جیسے آدمی کو کیا پروا۔ سب کچھ چلا جائے مگر بات نہ جائے۔ معازف کا لفظ دیکھ کر اُس کے استغراق میں آ گئے لیکن اس کا سیاق نہ دیکھا۔[110]

رخصت و عزیمت کی بہترین توضیح:

سید گانگوی آلات سماع کی بحث میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

قال مثلاً حلت دف کی بعوارض عید و نکاح وغیرہ کے ثابت ہوئی ہے۔ لہٰذا جب یہ عوارض پائے جائیں گے تو فرمان بطریق رُخصت ہو گا اور نہ پائے جانے کی تقدیر پر دف حرام بطریق عزیمت رہے گا۔ اقول:

نہ پائمال کرو مل کے ہاتھ مہندی کو
کسی کا خون کرے گی حنا سنو تو سہی

اوّلاً تو بیان نہ کوئی عزیمت ہے نہ رُخصت کیونکہ عزیمت اُن احکام کا نام ہے جو پہلے وارد ہوں اور رُخصت وہ جو بعوارض اعذار بعد میں شرعاً صادر ہوں۔ اب چونکہ دف کی حرمت میں کوئی نص شرعی وارد ہرگز نہیں ہوئی۔ تو پھر عوارض معذور کی وجہ سے اُس کی رُخصت لینے کی ضرورت کیا ہے۔[111]

مذکورہ بالا مبحث میں سید احمد الدین گانگوی کے اصول استدلال کا کچھ نہ کچھ احاطہ کیا گیا ہے کہ کس طرح آپ احکام و مسائل کی تشریح و تخریج میں اصول و قواعد سے استشہاد کرتے تھے۔ اس حوالے سے بعض نظائر سابقہ صفحات میں ذکر کئے گئے

ہیں۔ اصول افتاء پر آپ کو کامل دسترس تھی اور آپ اصول و قواعد سے انحراف کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ جہاں ایک فقیہ کے لئے اصولِ فقہ سے کامل واقفیت ضروری ہے وہیں اصولِ حدیث پر مکمل دسترس بھی لازمی ہے۔ فن حدیث کی بعض مصطلحات ذکر کی جائیں گی جنہیں مولانا گانگوی نے بیان کیا۔

سید احمد الدین گانگوی کی بیان کردہ بعض مصطلحاتِ حدیث

سید گانگوی نے نور الایمان فی تائید مذہب النعمان میں المقدمۃ فی بعض اصطلاحات اہل الحدیث میں اصول حدیث کے چیدہ چیدہ مباحث کو یکجا کر دیا ہے سید احمد الدین گانگوی کی بیان کردہ تعریفات کی دیگر کتب اصول سے تخریج بھی شامل کر دی گئی ہے

حدیث خبر اور اثر میں فرق:

الحدیث هو قول الرسول ﷺ والصحابي والتابعين وفعلهم وتقريرهم [112]

والخبر هو قول الرسول ﷺ [113]

والاثر هو قول الصحابي رضي الله عنه [114]

ہر وہ قول، فعل اور تقریر جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ و تابعین کی طرف منسوب ہو اسے حدیث کہا جاتا ہے۔ جبکہ خبر سے مراد قول رسول ﷺ ہے اور اثر سے قول صحابی مراد ہے۔

متن اور اسناد کی توضیح:

المتن هو الفاظ الحديث التي يتقوم بها المعاني [115]

والسند اخبار عن طريق المتن [116]

والاسناد هو رفع الحدیث الی قائله [117]

اسناد سے مراد سلسلہ رجال و رواۃ یعنی متن تک پہنچنے کا طریقہ ہے۔ افراد کا وہ سلسلہ جو متن تک پہنچائے سند کہلاتا ہے اور کلام کا وہ حصہ جو سند کے بعد شروع ہو متن کہلاتا ہے۔

خبر متواتر:

والخبر المتواتر مابلغت روایة فی الکثرة مبلغا احالت العادة توطئهم علی الکذب ویدوم هنا فیکون ادله کآخره ووسطه کطرفیه کالقرآن ولصلوات الخمس قال ابن صلاح من سئل عن ابراز مثال لذلك فی الحدیث فاعیاه طلبه والمشهور مالم یبلغ عدد رواته بهذه المشابته ویکون متعددا [118]

یعنی خبر متواتر سے مراد وہ حدیث جسے ایسی کثیر تعداد روایت کرتی ہو جن کا جھوٹ پر اتفاق کرلینا یا جھوٹ پر جمع ہو جانا عادتاً محال ہو۔

خبر واحد:

والآحاد مالم ینته الی التواتر وهو مستفیض وغیره والتفصیل فی المبسوطات ثم الحدیث بحسب الرواة اقسام [119]

خبر واحد سے مراد وہ خبر جس میں متواتر کی شروط جمع نہ ہو سکیں۔

حدیث صحیح:

الصحیح هو ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله وسلم عن شذوذ وعلة والمراد بالمتصل مالم یکن مقطوعاً بایي وجه کان وبالعدل من لم یکن مستور العدالة ولامجروحاً وبالضابط من یکون حافظاً متیقظاً وبالشذوذ مایرویه الثقة مخالفاً لروایته الناس وبالعلة ما...حفیفة غامضة قادحة وتتفاوت درجات الصحیح بحسب قوة شروطه وضعفه [120]

یعنی وہ حدیث یا روایت جس کی سند متصل ہو اس کے تمام راوی عادل اور ضابط ہوں اور وہ اپنے ہی جیسوں سے نقل کریں اور یہ کیفیت سند کے شروع سے آخر تک قائم رہے نیز اس میں کوئی شذوذ (انفرادیت) یا کوئی مخفی علت بھی نہ ہو صحیح کہلاتی ہے۔

حدیث حسن اور اس کی معرفت اور حکم:

والحسن هو مالا يكون فى اسناده متهم ولا يكون شاذا ويروى من غير وجه قال ابن الصلاح وهو قسمان احدهما مالم يخل رجال اسناده عن مستور غير مغفل فى روايته وقد روى مثله او نحوه من وجه آخر والثانى ما اشتهر رواته بالصدق والامانة وقصر عن درجة رجال الصحيح حفظاً واتقاناً بحيث لا يعد تفرد به منكر ولا فى القسمين عن سلامتهما عن الشذوذ والتعليل قال ابن الجوزى معرفة الحسن موقوفة على معرفة الصحيح والضعيف لانه وسط بينهما والفرق بين حدى الصحيح الحسن ان شرائط الصحيح معتبرة فى حد الحسن لكن العدالة فى الصحيح ينبغى ان تكون ظاهرة والاتقان كاملاً وليس ذلك شرطا فى الحسن، والحسن حجة كالصحيح ولذلك ادرج فى الصحيح[121]

حدیث حسن سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو اور نہ ہی وہ شاذ ہو۔ ابن جوزی کے مطابق حدیث حسن کی معرفت کے لئے حدیث صحیح اور حدیث ضعیف کی مکمل پہچان اور شناخت ہونا ضروری ہے۔

امام ترمذی کی اصطلاح حدیث حسن صحیح کا مفہوم:

وقوله الترمذى حديث حسن صحيح يريد به انه روى باسنادين احدهما يقتضى الصحة والآخر الحسن او المراد بالحسن اللغوى وهو

ما تمیل الیہ النفس وتستحسنہ والحسن اذا روی بوجہ آخر ترقی من الحسن الی الصحیح لقوتہ من الجھتین فیعتضد احدھما بالآخر [122]

اگر حدیث کی دو اسناد ہوں تو معنی یہ ہو گا کہ یہ ایک سند کے لحاظ سے حسن اور دوسری کے لحاظ سے صحیح ہے اور اگر اس کی ایک ہی سند ہو تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک طبقہ علماء کے ہاں یہ حدیث حسن اور دوسرے طبقہ کے ہاں صحیح ہے۔

حدیث ضعیف اور اس کا حکم:

والضعیف ھو مالہ یجتمع فیہ شروط الصحیح والحسن ویتفاوت درجاتہ فی الضعف بحسب بعدہ من شروط الصحۃ والحسن ویجوز عند العلماء التساھل فی اسانید الضعیف دون الموضوع من غیر بیان ضعفہ فی المواعظ والقصص وفضائل الاعمال لا فی صفات اللہ تعالیٰ واحکامہ الحلال والحرام [123]

حدیث ضعیف سے مراد وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح و حسن کی شرائط پائی نہ جائیں۔ علماء کے نزدیک ضعیف احادیث کی اسانید میں تساہل، چشم پوشی اور ان کا ضعف بیان کئے بغیر روایت کر دینا جائز ہے اور یہ جواز مواعظ، قصص اور فضائل اعمال کے لئے ہو گا نہ کہ حلال و حرام کے احکام کے لئے۔

امام اعظم کا قول اذا صح الحدیث فھو مذہبی:

امام ابو حنیفہ جب یہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی حدیث صحیح مل جائے تو وہ میرا مذہب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام اعظم حدیث کو چاہے وہ ضعیف ہو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔

وقال امام الائمۃ سراج الامۃ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

اتر کوا قولی بخبر الرسول ﷺ وایضاً قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی وقد ثبت بروایۃ الثقاۃ انہ ﷺ کان یقدم الحدیث ولو ضعیفاً علی القیاس[124]

متصل، مرفوع وموقوف:

المتصل ھو ما اتصل سندہ سواء کان مرفوعاً الیہ ﷺ اوموقوفاً[125] والمرفوع ھو ما اضیف الی النبی ﷺ خاصۃ من قول اوفعل اوتقریر سواء کان متصلا اومنقطعاً فالمتصل قد یکون مرفوعاً وغیر مرفوع قد یکون متصلا وغیر متصل[126] **والمسند** مرفوع متصل لاانقطاع ولاانفصال[127]

محدثین کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند اس کے قائل تک متصل ہو، متصل کو موصول بھی کہا جاتا ہے۔ اگر سند رسول اللہ ﷺ تک متصل ہے تو حدیث مرفوع کہلاتی ہے اور اگر سند صحابی تک متصل ہے تو حدیث موقوف کہلاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ متصل وہ سند ہے جو ارسال اور انقطاع سے پاک ہو۔

حدیث معنعن:

والمعنعن ھو ما یقال فی سندہ فلان عن فلان والصحیح انہ متصل اذا امکن اللقاء مع البرء ۃ من التدلیس وقداودع فی الصحیحین قال ابن الصلاح کثر فی عصرنا وما قاربہ استعمال عن فی الاجازۃ واذ قیل فلان عن رجل فلان عن فلان فالا قرب انہ منقطع ولیس بمرسل[128]

یعنی معنعن وہ حدیث ہے جس کی سند میں لفظ عن ہو۔

معلق اور مرسل کی وضاحت:

والمعلق ماحذف من مبداء اسنادہ فاکثر فالحذف اما ان یکون فی اول الاسناد وھو المعلق اوفی وسطہ وھو المنقطع اوفی آخرہ وھو المرسل[129]

معلق سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع سے ایک راوی یا کثیر گرے ہوئے ہوں اور مرسل وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گراہوا ہو۔

والفرد مافرد عن جمیع الرواۃ من جہۃ نحو تفرد بہ اھل مکۃ ولا یضعف الا ان یرادبہ تفرد واحد منھم

کلام مدرج کی توضیح:

والمدرج ھو ما ادرج فی الحدیث من کلام بعض الرواۃ فیظن انہ من الحدیث اور ادرج متنان باسنادینکروایۃ سعید بن ابی مریم لاتباغضوا و لاتحاسدوا والا تدابروا ولاتنافسوا ادرج............فیہ ولاتنافسوا من متن آخر اوعند الراوی طرف من متن واحد بسند ....المتن فیر ویھما بسند واحد فیصیر الاسنادان اسناداً واحداً اویسمع حدیثا واحداً من ...... فی سندہ اومتنہ فیدرج روایتھم علی الاتفاق ولایذکر الاختلاف وتعمد کل واحد من الثلاثۃ حرام[130]

یعنی مدرج وہ حدیث ہے جس میں راوی کسی جگہ اپنا کلام درج کر دے۔

خبر مشہور، غریب اور عزیز:

والخبرا لمشھور ماشاع عنداھل الحدیث خاصۃ بأن نقلہ رواۃ کثیرون والغریب والعزیز قیل الغریب کحدیث الزھری واشباھہ ممن یجمع حدیثہ لعدالتہ وضبطہ اذا تفرد عنھم بالحدیث یسمی غریباً فان رواہ عنھم اثنان اوثلثۃ لیسمی عزیزاً

وان رواہ جماعۃ یسمی مشہوراً والمصحف قد یکون فی الراوی وقد یکون فی الحدیث[131]

مشہور حدیث وہ حدیث یا روایت جسے بیان کرنے والے تین یا زیادہ افراد ہوں اور یہ تعداد تمام طبقات میں اسی طرح قائم رہے تا آنکہ متواتر کی حد کو نہ پہنچے۔ غریب حدیث وہ ہے جس کے راوی تمام طبقات میں دو دو سے کم نہ ہوں جبکہ عزیز وہ حدیث ہے جسے نقل کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو۔

حدیث مسلسل:

والمسلسل هو ماتتابع فيه رجال الاسناد الى رسول الله ﷺ عند رواية على حالة واحدة اما فى الراوى قولاً نحو سمعت فلانا يقول سمعت فلاناً الى المنتهى والا قال اخبرنا فلان والا قال اخبرنا فلان واله الى المنتهى او فعلاً كحديث اللهم اعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك وفى رواية ابى داوود واحمد والنسائى قال الراوى اخذ رسول الله ﷺ بيدى فقال انى احبك فقل اللهم اعنى الخ واما على صفة كحديث الفقهاء فقيه عن فقيه المتبايعان بالخيار مالم يفترقا هذه الاقسام لاحاديث الصحاح والحسان واما اقسام الضعاف[132]

وہ حدیث ہے جس کی سند میں صیغ ادا یا راویوں کے صفات یا حالات ایک ہی طرح کے ہوں حدیث مسلسل کہلاتی ہے۔ تسلسل اسناد حدیث کی ایک صفت ہے۔ اس سے مراد راویان حدیث کی کسی ایک حالت یا صفت کا تسلسل سے منقول ہوتا ہے۔ جس حدیث میں یہ حالت یا صفت پائی جائے، اسے حدیث مسلسل کہتے ہیں۔ اس کی دو بنیادی اقسام ہیں۔ (1) روایت کی صفت میں تسلسل ہو، مثلاً روایت کرتے ہوئے ہر

راوی سمعت یا حدثنا یا اخبرنا کہے۔ (2) راوی کی صفت میں تسلسل ہو، مثلاً راوی کوئی ایسا قول یا فعل کرے جو استاذ نے کیا تھا، اور یہ اس نے اپنے استاذ سے لیا ہو اور یہ حالت مسلسل نقل ہو رہی ہو۔

حدیث موقوف اور مقطوع:

الموقوف هو مطلقاً ماروی عن الصحابی من قول اوفعل متصلاً كان اومنقطعاً وهو ليس بحجة على الاصح وقوله الصحابی كنا نفعله فی زمن النبی ﷺ مرفوع لان الظاهر الاطلاع والتقرير [133]

والمقطوع ماجاء عن التابعی من اقوالهم وافعالهم موقوفاً عليهم وليس بحجة ....التابعی قال رسول الله ﷺ كذا اوفعل كذا وهو المعروف فی الفقه ...... بخلاف والشافعی رحمه الله تفصيل مذكور فی اصول الفقه [134]

حدیث موقوف سے مراد وہ قول، فعل یا تقریر جو صحابی کی طرف منسوب ہو اور حدیث مقطوع سے مراد وہ قول یا فعل جو کسی تابعی کی طرف منسوب ہو۔

المنقطع هو مالم يتصل اسناده بای وجه كان سواء ترك ذكر الراوی من اول الاسناد او وسطه اوآخره الا ان الغالب استعماله فی من دون التابعی عن الصحابی كمالك عن ابن عمر رضی الله عنه [135]

وہ حدیث ہے کہ اس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے راوی گرا ہوا ہو۔

حدیث معضل، معلل و مدلس:

المعضل هو ما سقط عن اسناده اثنان فصاعداً كقول مالك قال رسول الله ﷺ وقول الشافعی قال ابن عمر كذا الشاذ والمنكر قال الشافعی رحمه الله الشاذ ماروا ه الثقة مخالفاً لما رواه الناس آه ....

وھو علی اربعة اقسام مردود و صحیح وحسن ومنکر الاول ماخالف مفردہ احفظ منه واضبط والثانی مالم یخالف وھو عدل ضابط والثالث مارواہ غیر ضابط لکن لا یبعد عن درجة الضابط والرابع مارواہ غیر ضابط مع بعدہ عن ضابطه[136]

معضل سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے درپے گرے ہوں۔ امام شافعی کے قول میں شاذ سے مراد کسی راوی کا اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرنا ہے اور اس کی چار اقسام مردود، صحیح حسن اور منکر ہیں۔ المعلل، مافیه اسباب خفیفة غامضة قادحة

معلل سے مراد وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت خفیہ ہو جو صحت حدیث میں نقصان دیتی ہو اس کو معلوم کرنا ماہر فن کا کام ہے، ہر شخص کا کام نہیں۔

المدلس، ماخفی عیبه اما فی الاسناد وھو عن یروی عمن لقیه اوعاصرہ ممن لم یسمعه منه علیٰ سبیل یوھم انه سمعه منه فمن حقه ان لایقول حدثنا بل یقول قال فلاں او عن فلاں ونحوہ وھو مکروہ جدا وذمه اکثر اھل العلم واما فی الشیوخ وھو ان یروی عن شیخ حدیث سمعه فیسمیه فیکنه اوینسبه اویصفه بما لایعرف وامرہ اخف لکن فیه تضییع للمروی عنه وتوعیر بطریق معرفة حاله[137]

مدلس وہ حدیث ہے جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ الشیخ کا نام چھپا لیتا ہو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ راوی نے کسی شیخ سے کچھ روایات سنی ہوتی ہیں اور کچھ نہیں۔ بلکہ کسی اور سے سنی ہوتی ہیں، تو راوی کوئی حدیث اپنے معروف شیخ کی طرف نسبت کر کے بیان کر دیتا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث جو وہ بیان کر رہا ہے اس سے

نہیں سن سکا۔ اور اصل شیخ جس سے سنی ہے اس کا نام کسی وجہ سے حذف کر دیتا ہے۔ اور ایسے موقع پر الفاظ قال، عن وغیرہ کے استعمال کرتا ہے جن میں سماع کا شبہ اور احتمال تو ہے مگر تصریح نہیں۔

حدیث مضطرب:

المضطرب،ما اختلاف الروایة فیه فما اختلف الروایتا رجحت احدهما علی الاخری بوجه نحوان یکون روایهما احفظ اوا کثر صحبة للمروی عندفالحکم للراجح فلا یکون۔مضطربا فمضطرب المقلوب هو نحو حدیث مشهور عن سالم جعل عن نافع لیصیر بذلك غریباً مرغوباً فیه[138]

وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا خلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

موضوع روایت:

الموضوع،اعلم ان الخبر اما ان یجب تصدیقه وهو ما نص الایمة علی صحته واما ان یجب تکذیبه وهوا ما نصوا علی وضعه اویتوقف فیه الاحتمال الصدق والکذب کسائر الاخبار ولایحل روایته الموضوع للعالم بحاله فی ای معنی کان الا مقروناً ببیان الوضع[139]

جب کسی راوی میں یہ عیب ثابت ہو جائے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے اور من گھڑت باتیں ان کی طرف نسبت کرتا ہے تو اس کی روایت کو موضوع کہتے ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں وہ جھوٹی اور خود ساختہ بات جسے رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کر دیا گیا ہو موضوع کہلاتی ہے۔ موضوع روایت کو اس کا حال بیان

کئے بغیر آگے ذکر کرنا حلال نہیں ہے۔

عدالت وضبط کی توضیح:

والعدالة، ان یکون الراوی بالغاً مسلماً عاقلاً سلیما عن اسباب الفسق وخوارم المروۃ

عدالت سے مراد یہ ہے کہ راوی مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، اسباب فسق سے محفوظ ہو، اسلامی اخلاق وعادات کا پابند ہو اور ان کے برخلاف سے مجتنب رہتا ہو۔

والضبط، ان یکون متیقظ حافظاً غیر مغفل ولا ساہ ولا شاك فی حالتی التحمل والاداء فان حدث عن حفظه ینبغی ان یکون حافظاً وان حدث عن کتابه ینبغی ان یکون ضابطا له وان حدث بالمعنی ینبغی ان یکون عارفا بما یختل به المعنی ولایشترط الذکورۃ والا الحریة والا العلم بفقهه وغریبه والا الصبر ولا العدد ویعرف العدالة بتنصیص العدلین علیها او بالاستفاضة ویعرف الضبط بان یعتبر روایة بروایات الثقات المعروفین بالضبط فان وافقهم غالباً وکانت مخالفة لهم نادرۃ عرف کونه ضابطاً واعلم انه لایقبل روایة من عرف بالتساهل السماع والاسماع بالنوم اولاشتغال اومن یحدث لامن اصل مصحح اویکثر سهوه اذا یحدث عن اصل مصحه او کثرت الشواذ والمناکیر فی حدیثه ومن غلط فی حدیثه فبین له الغلط فاصر ولم[140]

ضبط سے مراد یہ ہے کہ راوی اپنے حافظہ میں کمزور نہ ہو دیگر معتمد ثقات کی مخالفت نہ کرتا ہو جھوٹا، غافل طبیعت بہت زیادہ اوھام کا شکار نہ ہوتا ہو۔

تحمل حدیث کے طرق:

تلبیہ،وعند اھل الحدیث لتحمل الحدیث طرق عدیدۃ الاول السماع من لفظ الشیخ الثانی القراءۃ علیہ الثالث الاجازۃ ولھا طرق مذکورۃ فی مطولات الفن فان کنت شائقاً فارجع الیھا الرابع المناولۃ الخامس المکاتبۃ السادس الاعلام السابع الوجادۃ کل ذلک فی الرسالۃ فی فن اصول الحدیث المنسوبۃ الی السید الشریف علی الجرجانی مختصرا مع ادنی زیادہ لائقۃ[141]

روایت حدیث کے بہت سے طریقے ہیں جن میں (1) سماع (2) قرات (3) کتابت (4) رسالت (5) مشافہہ (6)

مناولہ (7) وجادہ (8) وصیت (9) اعلام (10) بطریق عنعنہ، سید شریف جرجانی کے رسالہ اصول حدیث سے قدرے اختصار و تفصیل سے اخذ کیا گیا ہے۔

خلاصۂ بحث:

سید گانگوی کم و بیش 58 سال تک، درس و تدریس خطابت، فتوی نویسی، جیسی خدمات دینیہ میں مصروف رہے۔ قاضی القضاۃ اور مفتی اعظم کی حیثیت سے انتہائی معرکۃ الآرء فیصلے اور فتاویٰ تحریر کئے۔ خواجہ ضیاءالدین سیالوی کے ہمراہ برصغیر کی معروف تحریکات آزادی کا حصہ بھی رہے۔ فتویٰ نویسی میں ہندوستان بھر سے لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے۔ علماء وقت کا اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو محاکمہ کے لیے اکثر علماء آپ ہی کی طرف رجوع کرتے۔ آپ اپنی تحقیقات پر برصغیر کے نامور علماء سے تقاریظ حاصل کر کے "اجتماعی اجتہاد" سے مسائل کے حل کی کوشش فرماتے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ سید احمد الدین گانگوی اور ان جیسے دیگر علماء کی فقہی

تعبیرات کو منظر عام پر لایا جائے تا کہ فقہ اسلامی کی وسعت اور توسع سے کماحقہ استفادہ کیا جاسکے۔

فقیہ کے لیے تمام اصول و قواعد پر مہارت تامہ ضروری ہے تا کہ مسائل کا استخراج کر سکے۔ سید احمد الدین گانگوی کو بھی فقہ میں یہ مہارت حاصل تھی۔ وہ نہ صرف اصول افتاء سے مکمل واقفیت رکھتے تھے بلکہ اس کے التزام کو ضروری قرار دیتے۔ اس حوالے سے چند نظائر اس فصل میں بیان کئے گئے ہیں۔

سید احمد الدین گانگوی کو فقہ کی طرح علوم حدیث میں بھی مکمل مہارت حاصل تھی۔ اس کا اندازہ تخریج مسائل میں استدلال بالحدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔ سید احمد الدین گانگوی کی بیان کردہ بعض مصطلحات حدیث کو بھی اس فصل میں شامل کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

1۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص48

2۔ ایضاً

3۔ سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص13

4۔ سید طارق مسعود، تاریخ اولیاء میانوالی، ص116

5۔ ایضاً، ص117

6۔ سید طارق مسعود، تاریخ اولیاء میانوالی، ص138

7۔ سید احمد الدین گانگوی، حفاظت الایمان، ص4

8۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص270

9۔ مولانا عبد المالک چشتی، جمال فقر، ص253

10۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص،269

11۔ مولانا حسین علی، بلغۃ الحیران، ص4

12۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص،270

13۔ ایضاً، ص،271

14۔ ایضاً

15۔ قاضی محمد ظفر ذبیح، فیض قمر الاولیاء، ص134-135

16۔ قاضی محمد ظفر ذبیح، وظیفہ قمریہ، ص119

17۔ قاضی محمد ظفر ذبیح، فیض قمر الاولیاء، ص136

18۔ مشاہیر میانولی، بھکر، 86

19۔ مولانا محمد اکبر شاہ بخاری، اکابر علما دیوبند، ادارہ اسلامیات، ص148-149

20۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص262۔263

21۔ مولانا حسین علی، بلغۃ الحیران، ص3

22۔ ایضاً، ص4

23۔ ایضاً

24۔ ایضاً

25۔ ایضاً

26۔ مولانا محمد اکبر شاہ بخاری، اکابر علما دیو بند، ص149

27۔ عبد الحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت ص44،46

28۔ پروفیسر غلام قاسم، صد سالہ تاریخ دارالعلوم محمودیہ رضویہ ص15

29۔ ایضاً

30۔ پروفیسر غلام قاسم، صد سالہ تاریخ دارالعلوم محمودیہ رضویہ ص18

31۔ ایضاً

32۔ پروفیسر غلام قاسم، صد سالہ تاریخ دارالعلوم محمودیہ رضویہ ص38

33۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص263

34۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص260

35۔ قاضی محمد ظفر ذبیح، فیض قمر الاولیاء، ص139

36۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص260

37۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص512

38۔ ایضاً، ص513

39۔ سید طارق مسعود شاہ، سرزمین اولیاء میانوالی، ص167

40۔ قاضی محمد ظفر ذبیح، گلدستہ ذبیح، ص117

41۔ مولانا محمد اکبر شاہ بخاری، اکابر علما دیو بند، ص148-149

42۔ سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال، ص14-15

43۔ ایضاً، ص17-18

44۔ ایضاً،، ص21

45۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج3، ص63

46۔ ڈاکٹر انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، ج1، ص808

47۔ ڈاکٹر انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، ج1، ص808

48۔ ایضاً، ص57

49۔ محمد ریاض بھیروی، ریگزاروں سے لالہ زاروں تک، ص9-10

50۔ سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال کتاب محل لاہور، ص16-15

51۔ ایضاً

52۔ سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال، کتاب محل لاہور، ص59

53۔ ایضاً، ص62

54۔ سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال، کتاب محل لاہور، ص113

55۔ ایضاً، ص114

56۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص207

57۔ مسکین، عبد الرحیم خان نیازی، سر گزشت مسکین، لاہور، بساط ادب، ستمبر1997، ص147

58۔ محمد ریاض بھیروی، ریگزاروں سے لالہ زاروں تک، ص16

59۔ سید احمد الدین گانگوی، الشعلۃ الجباریۃ لاحراق مسجد آریہ، قلمی گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش105

60۔ ایضاً، ش10

61۔ سید احمد الدین گانگوی، ایقاظ الرقود فی اموال الہنود، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش107

62۔ سید احمد الدین گانگوی، الشعلۃ الجباریۃ لاحراق مسجد آریہ، قلمی گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش105

63۔ ایضاً

64۔ سید احمد الدین گانگوی، الشعلۃ الجباریۃ لاحراق مسجد آریہ، قلمی گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش105

65۔ دبیر، مولانا کرم الدین، ہدیہ الاصفیا، فی مسئلہ سماء الصلحا، لاہور، مسلم پرنٹنگ پریس، س ن،

ص5

66۔ حاجی مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج2، ص243

67۔ سید احمد الدین گانگوی، مجموعۃ الفتاویٰ، قلمی، ش1

68۔ بریلوی، شیخ احمد رضا قادری، ابانۃ المتواری، مطبوعہ بریلی، 1331ھ، ص14

69۔ ابن عابدین شامی، شرح عقود رسم المفتی، ص46

70۔ ابن عابدین، فتاویٰ شامی، ج4، ص328

71۔ ابن عابدین شامی، شرح عقود رسم المفتی، ص88

72۔ سید احمد الدین گانگوی، مجموعۃ الفتاویٰ، قلمی، ش1

73۔ ایضاً

74۔ ابن نجیم مصری، اشباہ والنظائر ص110

75۔ سید احمد الدین گانگوی، مجموعۃ الفتاویٰ، قلمی، ش1

76۔ علامہ نظام الدین، فتاویٰ عالمگیریہ، ج3 ص900

77۔ حسن بن منصور اوز جندی، فتاوی قاضی خان ج4، ص502

78۔ سید احمد الدین گانگوی، مجموعۃ الفتاویٰ، قلمی، ش1

79۔ سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال، ص100

80۔ ایضاً

81۔ ایضاً

82۔ ایضاً

83۔ سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال، ص102

84۔ ایضاً ص103

85۔ ایضاً

86۔ سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال، ص104

87۔ ایضاً ص202

88۔ ایضاً، ص105

89۔ سید احمد الدین گانگوی، حفاظت الایمان، ص 181

90۔ ایضاً، ص208

91۔ سید احمد الدین گانگوی، حفاظت الایمان، ص143

92۔ ایضاً، ص156

93۔ ایضاً، ص153

94۔ سید احمد الدین گانگوی، حفاظت الایمان، ص164

95۔ ایضاً، ص183

96۔ ایضاً، ص45-46

97۔ سید احمد الدین گانگوی، حفاظت الایمان، ص47

98۔ ایضاً، ص86

99۔ سید احمد الدین گانگوی، ضیا شمس الانوار، ص28

100۔ ایضاً، ص29

101۔ ایضاً

102۔ ایضاً

103۔ ایضاً

104۔ سید احمد الدین گانگوی، ضیا شمس الانوار، ص30

105۔ ایضاً

106۔ ایضاً، ص29

107۔ ایضاً، ص30

108۔ سید احمد الدین گانگوی، ضیا شمس الانوار، ص30

109۔ ایضاً، ص31

110۔ سید احمد الدین گانگوی، حفاظت الایمان، ص103--106

111۔ سید احمد الدین گانگوی، حفاظت الایمان، ص107

112۔ سید احمد الدین گانگوی، نور الایمان فی تائید مذہب نعمان، قلمی، ص7

113۔ ایضاً

114۔ ڈاکٹر سہیل حسن، معجم اصطلاحات حدیث، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، 2009ء، ص72 / سید احمد الدین گانگوی، نور الایمان فی تائید مذہب نعمان، ص7

115۔ ایضاً، ص312

116۔ ڈاکٹر سہیل حسن، معجم اصطلاحات حدیث، ص94

117۔ ایضاً

118۔ شکری آلوسی، ابوالمعالی محمود، عقد الدرر فی شرح مختصر نخبۃ الفکر، تحقیق: اسلام بن محمود، الریاض، مکتبۃ الرشد، 2000، ص128

119۔ ایضاً، ص176

120۔ ابوالمعالی محمود، شکری آلوسی، عقد الدرر فی شرح مختصر نخبۃ الفکر، ص198

121۔ ایضاً، ص185

122۔ ایضاً، ص199

123۔ سید احمد الدین گانگوی، نور الایمان فی تائید مذہب نعمان، قلمی، ص9

124۔ الشہروزی، شیخ عثمان بن عبد الرحمٰن ابن الصلاح، مقدمۃ ابن الصلاح، بیروت، دارالحدیث للطباعۃ والنشر، ص188

125۔ ڈاکٹر سہیل حسن، معجم اصطلاحات حدیث، ص309

126۔ ابوالمعالی محمود شکری آلوسی، عقد الدرر فی شرح مختصر نخبۃ الفکر، ص345

127۔ ایضاً، ص385

128۔ سید احمد الدین گانگوی، نور الایمان فی تائید مذہب نعمان، قلمی، ص8

129۔ شیخ عثمان بن عبد الرحمٰن ابن الصلاح الشہروزی، مقدمۃ ابن الصلاح، ص168

130۔ عسقلانی، حافظ ابن حجر، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، المنصورہ، مکتبۃ ابن عباس، 2011ء، ص165

131۔ حافظ ابن حجر العسقلانی، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص93

132۔ ابوالمعالی محمود شکری آلوسی، عقد الدرر فی شرح مختصر نخبۃ الفکر، ص365

133۔ ایضاً، ص348

134۔ حافظ ابن حجر العسقلانی، نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص201

135۔ ابو المعالی محمود شکری آلوسی، عقد الدرر فی شرح مختصر نخبۃ الفکر، ص262

136۔ ایضاً، ص258

137۔ حافظ ابن حجر العسقلانی، نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص149۔150

138۔ سید احمد الدین گانگوی، نور الایمان فی تائید مذہب نعمان، قلمی، ص10

139۔ ابو المعالی محمود شکری آلوسی، عقد الدرر فی شرح مختصر نخبۃ الفکر، ص289

140۔ سید احمد الدین گانگوی، نور الایمان فی تائید مذہب نعمان، قلمی، ص10

141۔ ایضاً، ص10

شہرِ مردم خیز میانوالی کے معروف محلے گاگوی کی ایک گلی جس میں نادرِ روزگار ہستیوں کا بسیرا رہا، میں واقع جامع مسجد گاگوی میں داخل ہوں تو بر کنارِ صحن اک دل آرا و دل کشا مقبرے کے اندر دو قبریں موجود ہیں۔ اندر ہمہ وقت موجود اک سحر انگیز سکوت و سکون انسان کو اپنی گرفت میں لے کر سانسیں بھی آہستہ کر لینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ شاید یہ سپاسِ نیاز کا اک الوہی انتظام ہے! قبروں میں علم و عرفاں کے دو ہمالے محوِ استراحت ہیں۔ مولانا سیّد احمد الدین گاگوی اور ان کے فرزند فلک کمند مولانا سیّد فخر الدین گاگوی۔ اول الذکر یکے از فاضلین فرنگی محل و دہلی اور ثانی الذکر مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے شاگرد مجید ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ہر دو حضرات کے لئے کوئی بھی روایتی ذکر آفریں مجلس بصورتِ عرس وغیرہ انعقاد پذیر نہیں ہوتی لیکن میانوالی کے دینی حلقہ جات میں کوئی بھی محفل ان کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی۔ علمی پایہ مسلّم ہے اور ان کا علمی اثاثہ اس پر شاہدِ عادل ہے۔ معاشرے پر اپنے ہمہ گیر اثرات و گرفت کے حوالے سے آخر الذکر معروفِ خلائق ہیں۔ بیسویں صدی ہجری میں پوری تابانی سے چمکنے اور ابھرنے والے آفتاب آج بھی پوری طرح ضوفشاں ہیں۔ ان کا نہ ختم ہونے والا اجر انہیں ہر لمحہ نئی زندگی بخشتا رہتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے کام اور نام یوں زندہ رہ کر موت کو شرمندہ کرتے رہتے ہیں۔ زیرِ دست کتاب کے مطالعے سے لطف اندوز ہوں اور مزید انقلاب آفریں کتب کی اشاعت کا انتظار فرمائیں اور دعا گو ہوں ان لوگوں کے لئے جو ان کتب کی اشاعت کا باعث بنے! سیّد نعیم الدین شاہ گاگوی، علامہ عطاء المصطفیٰ اور ان کی پوری ٹیم کو ہدیہ تبریک پہنچے۔ اللہ کرے ان کی یہ عرق ریزی، امت خیزی کا وسیلہ ثابت ہو، امین! بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد ریاض بھیروی

AKSPUBLICATIONS
Ground Floor Mian Chamber 3-Temple Road,Lahore.
Ph:042-37300584,Cell # 0300-4827500-0348-4078844
E-mail:publications.aks@gmail.com